طلبا اور سیاسیات

ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے زرین خیالات

مسلم یونیورسٹی کی دعوت پر ڈاکٹر صاحب موصوف اس کے تقسیم انعامات کے سلسلہ میں باوجود اپنے گوناگوں مشاغل کے علی گڑھ تشریف لیگئے تھے، جہاں پر آپ نے ملک کے سیاسیات پر چند ان خیالات کا اظہار فرمایا جس کے ضروری اقتباسات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں (ایڈیٹر)

ہمارے سامنے جو مسائل اس وقت درپیش ہیں، ان کی دو نوعیتیں ہیں، ایک قومی اور دوسری جماعتی - اب سوال یہ ہے کہ ہم اپنے خیالات اور اعمال کو کس طرح ڈھالیں کہ ہم بہ حیثیت قوم کے وہ مرتبہ حاصل کریں جو ہم بلا لحاظ اختلاف خیالات حاصل کرنا چاہتے ہیں - دوسرے یہ کہ ہم مسلمان بہ حیثیت فرقہ یا جماعت کے اپنی اخلاقی، ذہنی، اور معاشرتی خامیوں اور کمزوریوں کو کیونکر دفع کریں اور اپنے کو ملک کی اس عام سطح پر لائیں جس سے ہم ایک طرف اپنی جماعت یا فرقہ کی خدمت کر سکیں اور دوسری طرف اپنے ملک کی -

اختلافات میں ہم آہنگی

اتنی بات ہر شخص جانتا ہوگا کہ بہ حیثیت قوم کے ہماری ترقی کے لئے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ ہم اپنی خواہشات اور خیالات میں ملک کے تمام سیاسی میلانات کیساتھ ایک امتزاج اور یکانگت پیدا کریں - میں یہ نہیں کہتا کہ سیاسی، مذہبی اور معاشرتی معاملات میں اختلاف آرا کو برا سمجھا جائے - دنیا کی تمام حکمت و دانائی اختلافات و مباحث ہی کا نتیجہ تھے گزشتہ زمانہ کی انسانی ترقی تمام ان لوگوں کی رہین منت ہے جو ایک دوسرے سے بہت اختلاف رکھتے تھے، اگر تمام لوگ مذہب، فلسفہ اور سیاست میں ایک خیال اور ایک عقیدہ رکھتے تو کسی قسم کی ترقی ممکن نہ ہوتی - ایک اچھے خوبصورت باغ کی طرح ایک با قاعدہ مسلم سوسائٹی کے اندر جس چیز کی ضرورت ہے، وہ یکسانیت اور یکرنگی نہیں ہے جس طرح ایک باغ میں ایک ہی قسم کے پھول اور ایک ہی طرح کے پودے نہیں ہونے چاہئیں بلکہ مختلف رنگ کے پھولوں اور مختلف قسم کے بیل بوٹوں کی ضرورت ہے تاکہ ان اختلافات کی باہمی ہمرنگی اور ہم آہنگی سے تمام باغ کا حسن دوبالا ہو، اسی طرح ہر جماعت میں بھی اختلافات کا موجود ہونا ناگزیر ہے لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ کب ہم کو اختلاف کرنا چاہیے اور کب اتفاق ضروری ہے یہی ہمارے سیاسی تدبر اور اخلاقی قوت کی امتحان کا وقت ہوتا ہے - بہ حیثیت قوم کے ہماری ترقی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ کشادہ دلی کے ساتھ ہم مفاہمت اور سمجھوتہ کے لئے آمادہ رہیں - مغرب کی تمام بڑی بڑی قومیں انگلستان، فرانس، امریکہ اور جرمنی سب جانتی ہیں کہ کب اختلاف کرنا چاہیئے اور کب اس کا دروازہ بند کر دینا چاہیئے - ان میں بھی بہت سے دشوار مسائل اور شدید اختلافات ہیں، لیکن وہ اپنے اختلافات کو ایک حد معین سے آگے بڑھنے نہیں دیتیں - ان کی کوئی جماعت خواہ سیاسی ہو یا معاشی، دوسری جماعتوں کے ساتھ یکسر اتحاد عمل سے انکار نہیں کرتی کہ وہ اس وقت تک ان کا ساتھ نہ دے گی جب تک کہ اس کے تمام شرائط منظور نہ کر لئے جائیں اور نہ وہ اسے اپنی کوئی دانشمندی سمجھتی ہے کہ وہ اپنے مطالبات کو اس طرح پیش کرے جس کی ملک کی عام حالت مقتضی نہ ہو - اگر سوئزرلینڈ جیسے ملک میں جو ہمارے ہندوستان کے چھوٹے سے چھوٹے صوبہ سے بھی چھوٹا ہے، تین قومیں، دو مذاہب اور تین زبانیں ساتھ ساتھ قائم رہ سکتی ہیں، تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں ہندو مسلمانوں کیلئے گنجائش نہ ہو - میں یہاں کسی آئین و دستور کی اسکیم پر بحث نہیں کرونگا جو ہمارے فرقہ دارانہ اور جماعتی اختلافات کو طے کرنے کے لئے ملک کے سامنے پیش کی گئی ہو جس چیز کی ہمیں سب سے مقدم ضرورت ہے وہ ایک اچھے دستور کی نہایت موزوں اور مناسب الفاظ میں دفعات نہیں ہیں بلکہ وہ یگانگت، اتحاد عمل اور نیک نیتی کا جذبہ ہے جس پر ہر دستور کا دارومدار ہے - اگر ہم میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر تمام مسائل حل ہو گئے -

بغیر اس کے کوئی حل ممکن نہیں۔ کوئی ڈیڑھ سو برس پہلے شمالی امریکہ کی ریاستوں کے نمایندے جو اب جمہوریہ امریکہ کے بانی کہے جاتے ہیں اس غرض سے جمع ہوئے کہ ایک قومی دستور وضع کریں۔ اس پر بڑے بڑے جھگڑے اور اختلافات ہوئے لیکن بالآخر انھیں متفق و متحد ہونا ہی پڑا اور جس انسانی تدبر اور دوراندیشی سے انھوں نے اس موقع پر کام لیا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

ضروری انتباہ

لہذا میں اپنے اس فرض میں کوتاہی کروں گا جو آپ نے مدعو کرکے مجھ پر عاید کیا ہے، اگر میں آپ کی توجہ ان مسائل پر نظر غائر ڈالنے کے لئے مبذول نہ کراؤں جو آج ہمارے سامنے درپیش ہیں۔ اگر ہم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے چھوٹے موٹے معاملات کو بڑے بڑے اصولوں کی خاطر قربان نہ کرسکیں اور ایک نقطہ پر نہ آسکیں تو کیا نتیجہ ہوگا؟ تصادم، نااتفاقی، ناکامی اور تباہی یہ ہمارا انجام ہوگا۔ اور جب کسی ملک پر تباہی آتی ہے تو سب سے زیادہ کون اس تباہی کا شکار ہوتا ہے طاقتور یا کمزور؟ اکثریت یا اقلیت؟ یہ خیال کرنا حماقت ہے کہ وہ معاشرتی اور اقتصادی قوتیں جو ہمارے ملک کی تباہی کا باعث ہونگی، ہم ان سے بالکل محفوظ رہیں گے۔

اس کے بعد میں دوسرے مسئلہ کی طرف آتا ہوں جس کا میں نے ابھی حوالہ دیا ہے۔ تمام لوگوں کے دلوں میں عام طور سے یہ خیال ہے کہ مسلمان بہت پیچھے ہیں اور مسلمان اپنی اس کمزوری کا بجائے اس کے کہ یہ بانگ دہل اعلان کریں، اور اپنے اس بنا پر تحفظ کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہ کیا ایسی بات نہیں ہے جس پر اس بڑے نبی اکرم کے پیرووں اور ان اسلاف کے جانشینوں کو شرم آئے۔ کسی قوم کو کمزور رہنے کا حق نہیں ہے اور اگر کسی کو یہ حق حاصل ہے تو وہ اس بنا پر دوسری قوموں کی ترقی میں حائل ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتی ہے۔ علاوہ اس کے اگر یہ خیال کہ مسلمان بہ حیثیت مسلمان کے ہمیشہ پسماندہ اور پیچھے رہیں گے، ہمارے نوجوانوں کے دلوں میں بیٹھ گیا تو یہ افسانہ ایک واقعہ بن جائے گا۔ اور کل کو ہماری یہ قوم دراصل وہی ہو جائے گی جس کا آج اس کو گمان ہو رہا ہے۔ دنیا میں اس سے زیادہ افسوسناک اور کوئی واقعہ نہ ہوگا جتنا یہ کہ ایک نوجوان کے دل میں یہ خیال اپنی نااہلی اور پست ہمتی کی وجہ سے پیدا ہو۔ لیکن کیا "حقیقت ہم پیچھے اور کمزور ہیں"؟ ایک بات کم سے کم بالکل صاف ہے اور وہ یہ کہ ہم میں بڑے اور قابل افراد کا کبھی قحط نہیں رہا ہے اور نہ آج ہے؟ اپنی مجموعی تعداد کے تناسب سے دیکھا جائے تو زندگی کے تمام شعبوں میں ہمارے بہترین افراد مشرق یا مغرب کی کسی قوم کے افراد سے دوسرے نمبر پر نہیں رہتے ہیں۔ ہمارے جسم یا دماغ میں کوئی خلقی انحطاط کا مادہ نہیں ہے۔ ہماری ظاہری کمزوری اپنے لائق افراد کی کمی کے سبب سے نہیں ہے بلکہ منظم طور پر جماعتی کام کی کمی کی وجہ سے ہے اور یہ درحقیقت ایک ایسی کمزوری ہے جسے ہم اپنی کوششوں سے رفع کرسکتے ہیں۔ میں مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ گزشتہ زمانہ میں ہمارا سب سے بڑا امتیاز ہم میں نظم و نسق کی صلاحیت رہی ہے۔ آج بھی ہم کو چاہیئے کہ اس میں ہم کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہیں۔

لڑکیوں کی تعلیم

میں یہاں پر آپ کے سامنے مسلمانوں کی کمزوریوں کی فہرست پیش کرنا نہیں چاہتا لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ ہمارے نوجوان اپنے سماجی فرائض کے احساس سے بالکل غافل ہیں اور اسی وجہ سے ہم میں آج وہ منظم کوششیں نظر نہیں آتی ہیں جو دوسری قوموں میں عام ہیں۔ ان کی سماجی خرابیاں غالباً ہم سے تعداد میں زیادہ ہی ہوں لیکن وہ ہماری طرح سے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ نہیں گئے ہیں اور یہ نہیں کہتے ہیں کہ ہم اپنی سوسائٹی کی ضروریات کے مطابق اپنے کو منظم اور تیار نہیں کرسکتے ہیں۔ میں صرف چند مثالیں دینی چاہتا ہوں۔ آپ میں سے شاید ہی کوئی شخص ہو جو یہ نہ سمجھتا ہو کہ اگر ہماری قوم کو ہندوستان کی دوسری قوموں کے دوش بدوش چلنا ہے تو ہمیں اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانے کی کتنی ضرورت ہے۔ آپ میں سے جو زیادہ غور و فکر کرنے والے لوگ ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہونگے کہ جس قسم کی تعلیم لڑکوں کو دی جاتی ہے، وہ لڑکیوں کے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے، اسلئے کہ زندگی میں ان کے فرائض لڑکوں سے بالکل جداگانہ ہیں۔ اور یہ کہ تعلیم خواہ لڑکوں کیلئے ہو یا لڑکیوں کے لئے، اگر اسکا مقصد دفتروں کے لئے کلرک ہی پیدا کرنا ہو تو ایسی تعلیم سے تہذیب و شائستگی ہرگز نہیں پیدا ہوسکتی جسکی متمدن مسلمان گھرانوں کیلئے سخت ضرورت ہے۔ لہذا لڑکیوں کی تعلیم کیلئے جس چیز کی ضرورت ہے وہ ایک دوسری قسم کی تعلیم ہے جو ایک بالکل جداگانہ مقصد پر مبنی ہو۔ اسکولوں کی سرکاری تعلیم ہمارے لئے کچھ کام نہ دیگی۔ ہماری جماعت میں لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بہت کم مدارس ہیں اور جو ہیں وہ آیندہ نسلوں کی ماؤں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں جس سے دوم درجے کے کلرک پیدا ہوسکیں یہ فخر مسلمانو

کو نہیں بلکہ مرہٹوں کو حاصل ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے، اور اگر آپ یونانی زنانہ یونیورسٹی کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ کن اصول اور مقاصد پر مبنی ہے جس سے مرہٹہ لڑکیاں بجائے مغربی اثر میں رنگ جانے کے اپنے قدیم تمدن و تہذیب کے اثر کو اپنے اندر باقی رکھتی ہیں۔

برادرانِ وطن کی علمی سیاسی سرگرمیاں

یہ سینکڑوں میں سے ایک مثال ہے۔ ہمارے ہندو ہموطن اپنی معاشرتی زندگی کے مطالعہ اور معاشرتی اصلاح کے لئے بہت متعدد کوششیں کر رہے ہیں۔ آپ نے سیوا سمیتیوں کا نام تو سنا ہی ہوگا بوائے اسکاؤٹ اور بھارت سیوک سماج کی تحریکیں کس قدر تیزی سے ترقی کر رہی ہیں۔ ہر تعلیمیافتہ شخص واقف ہوگا کہ گوکھلے آنجہانی کی قائم کی ہوئی سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی (انجمن خدام الہند) لاجپت رائے آنجہانی کی قائم کی ہوئی پیپلز سوسائٹی ملک و قوم کی کیا خدمات انجام دے رہی ہیں۔ مسلمانوں نے بھی آج تک کوئی اکیڈمی یا سوسائٹی ایسی قائم کی ہے جس سے ان کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کا حال معلوم ہو سکے جس سے ان کے ان معاملات پر ملک میں صحیح معلومات اور خیالات پھیل سکیں؟ کیا اعداد و شمار اور واقعات و حالات کا معلوم کرنا اور انھیں لکھنا کرنا صرف ہندوؤں ہی کا حصہ ہے اور مسلمانوں کی قوم صرف اخبارات کے چھپنے والے مضامین پر جینا چاہتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خواہ تعلیم کا میدان ہو یا سیاست کے میدان میں، ہم میں رہنماؤں کی کمی نہیں ہے (؟) بلکہ ہم میں جس چیز کی کمی ہے وہ نظام کی ہے اور اسی کمی کی وجہ سے ہماری قوم ترقی نہیں کر رہی ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ پہلی اور واحد کوشش ہے جو اب تک عام مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لئے کسی استوار بنیاد پر کی گئی ہے۔

میں آخری شخص ہوں گا جو عثمانیہ یونیورسٹی، دارالمصنفین، اعظم گڈھ اور انجمن ترقی اردو کو نظر انداز کروں لیکن ساتھ ہی اس کے اس کا بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ ہماری یہ علمی کوششیں اپنے ہموطنوں کے علمی کارناموں کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ بحیثیت طالبعلم کے آپ واقف ہونگے ان سنسکرت و ہندی کی تصنیفات سے جو ہر سال شائع ہوتی ہیں، وہ قدیم نسخے جو حواشی و مقدمہ کے ساتھ دوبارہ چھپتے ہیں اور ان قدیم ادب و علوم کے تحقیقی کام جو برابر ہو رہے ہیں،

قدیم ہندو فلسفہ اور علوم کا دوبارہ احیا اور اسی طرح کے بے شمار علمی مشاغل جنھیں بجا طور پر ہندوستان کی تحریک علمی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے قدیم مسلمان شعرا اور علما بھی ان جذبات سے پر ہوتے تھے لیکن ان کے اخلاف آج بالکل خاموش ہیں اور اسی خاموشی کا یہ نتیجہ ہے۔ نیز انگریزی میں مسلمان اہل علم کا جو لٹریچر ہے اس کی بنا پر یہ خیال روز بروز تقویت پکڑتا جا رہا ہے کہ ہندو تہذیب و تمدن ہی ہندوستان کا اصل سرمایہ ہے۔ حتیٰ کہ ہندوستان میں اپنی قوم کی تاریخ کے لئے بھی ہم بیشتر انھی انگریز اور ہندو مصنفین کے رہین منت ہیں۔

مسلم یونیورسٹی

سنہ ۱۹۱۹ء سے قبل دو نسلوں تک ہماری قوم کا یہ خیال تھا کہ جس دن ایم اے او کالج، مسلم یونیورسٹی بن جائے گا، بس اسی دن ایک ایسی تہذیب کا سنگ بنیاد پڑیگا جو ہندی مسلمانوں کی علمی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مظہر ہوگا اور جس کے بعد مسلمانوں میں اعلیٰ خیالات اور بلند پایہ کتابیں پیدا ہونے لگیں گی۔ آٹھ نو سال اس واقعہ کو اب تک گزر چکے ہیں، اس عرصہ میں ان امیدوں کا اب تک کوئی حصہ پورا نہیں ہوا ہے۔ ہم اب تک وہیں ہیں جہاں ہم سنہ ۱۹۱۸ء میں یا اس سے پیشتر تھے۔ برعکس اس کے دوسری درسگاہیں تحقیق و ریسرچ میں برابر ترقی کر رہی ہیں اور ملک و قوم کی اصلاح کے جو فرائض ان کے ذمہ ہوتے تھے انکو باحسن انجام دے رہی ہیں۔ ایک ایک یونیورسٹی کی مطبوعہ کتابیں اتنی ہیں جن سے ایک پورا کتب خانہ بن سکتا ہے۔ ہماری قوم میں بھی اہل علم و فضل موجود ہیں جنھیں اگر مواقع اور ذرائع حاصل ہوں تو وہ اسی قدر بہتر کام کر سکتے ہیں جس قدر دوسرے لیکن بدقسمتی سے ہماری تعلیمگاہ اپنے پیش نظر دوسری قسم کے مشاغل و مقاصد بھی رکھتی اور جن اغراض کے لئے سر سید احمد نے اس درسگاہ کو قائم کیا تھا اور جس کے لئے ہماری غریب قوم سے جو کچھ ہو سکا اسے دیا، وہ افسوس ہے کہ سب بھلا دی گئیں۔ یہی موقع ہے جب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ ہم کدھر جا رہے ہیں۔ اگرچہ وقت بہت بہت جا چکا ہے لیکن پھر بھی ہم کو اپنے اندر اصلاح کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ اکثر شکایتیں کی جاتی ہیں کہ علی گڑھ کی زندگی اور روایات اب وہ نہیں رہیں تو پہلے تھیں۔ میں اس بیان کے صحیح و غیر صحیح ہونے پر بحث نہیں کروں گا لیکن آپ یقین کیجئے کہ آپ کے متعلق آپ کی قوم کی رائے کا تمام تر دار و مدار اس پر ہے کہ آپ کے اندر کس قدر ڈسپلن یا نظم ہے۔ ڈسپلن سے یہاں میری مراد زندگی کے تمام شعبوں

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱ کالم ۲ پر ملاحظہ ہو)

مذہب

ایفائے وعدہ

قرآن کریم:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ
۱- اے مومنو اپنے پختہ عہدوں کو پورا کرو۔

۲- وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ
۲- اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

۳- وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا
۳- وعدے کو پورا کرو، وعدے کی بازپرس ہوگی۔

۴- وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا
۴- جب وہ (مومن) وعدہ کرتے ہیں اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں۔

۵- وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ
۵- جو (مومن) اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں۔

٦- وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ
٦- اسمعیل کو کتاب میں یاد کرو، وہ وعدے کا بڑا سچا تھا،

احادیث:-

۱- حسن الوعد من الایمان
۱- وعدے کا خوبی سے پورا کرنا ایمان میں داخل ہے۔

۲- عَلَيْكَ بِصِدْقِ الْحَدِيثِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَحِفْظِ الْأَمَانَةِ فَإِنَّهَا وَصِيَّةُ الْأَنْبِيَاءِ
۲- سچی گفتگو، ایفائے وعدہ اور امانت کا پورا کرنا تم پر لازم ہے۔ اسلئے کہ یہ انبیاء کی وصیت ہے۔

۳- العِدَةُ دَيْنٌ
۳- وعدہ قرض ہے۔

۴- العِدَةُ عَطِيَّةٌ
۴- وعدہ بخشش ہے۔

۵- لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ
۵- جس کا وعدہ نہیں اس کا ایمان نہیں۔

امثال وحکم:-

۱- خُلُوصُ الْوَعْدِ مِنْ حُسْنِ الْعَهْدِ
۱- محبت خالص وعدے کے پورا کرنے سے ہوتی ہے۔

۲- الوَعْدُ نَافِلَةٌ وَالْإِنْجَازُ فَرِيضَةٌ
۲- وعدہ نفل ہے اور پورا کرنا اس کا فرض ہے۔

۳- أَنْجَزَ حُرٌّ مَا وَعَدَ
۳- شریف جو وعدہ کرتا ہے پورا کرتا ہے۔

۴- وَعْدُ الْكَرِيمِ أَلْزَمُ مِنْ دَيْنِ الْغَرِيمِ
۴- شریف کا وعدہ قرض خواہ کے قرض سے زیادہ لازم ہوتا ہے۔

۵- إِنْجَازُ الْوَعْدِ مِنْ دَلَائِلِ الْمَجْدِ
۵- وعدے کا پورا کرنا شرافت کی علامتوں میں سے ہے۔

سائنس

ہوا بازی

انسان نے چڑیوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھکر ہمیشہ یہ رشک کیا ہے کہ کاش وہ بھی ہوا میں اڑ سکتا اور واقعہ یہ ہے کہ جس وقت ریل گاڑیاں نہیں تھیں اور بڑے بڑے سمندروں میں جہاز نہیں چلا کرتے تھے اس وقت اڑنا بہت مفید ہوتا۔ ہندوؤں کے پرانے نقشوں میں لکھا ہے کہ قدیم زمانے میں ہوائی یا اڑن کھٹولے ہوا کرتے تھے جن پر ان کے دیوتا اڑا کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق بھی پرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کی حکومت ہوا پر بھی تھی اور آسمان کے تمام پرندے ان کے قبضہ میں تھے۔ لیکن ان میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ وہ کس طرح اڑتے تھے تاکہ اس سے بعد کے لوگوں کو کوئی سبق ملتا۔ اب لوگوں نے اڑنا سیکھا تو وہ بالکل اپنے علم اور تجربہ سے سیکھا ہے۔

اٹھارہویں صدی سے پیشتر ہوا میں اڑنے کا کہیں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ سنہ ۱۷۶۶ء میں ہائڈروجن گیس ایجاد ہوا۔ اور سنہ ۱۷۸۳ء میں سب سے پہلی بار ایک غبارہ مجمع عام کے سامنے ہوا میں بھیجا گیا لیکن وہ ہائڈروجن کے ذریعہ نہیں بلکہ دھوئیں کے معمولی طریقہ پر۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہوا کہ دو فرانسیسی اشخاص نے جو ایک کاغذ ساز کے لڑکے تھے ایک دن چمنی سے دھواں نکلتے دیکھا اور انھیں یکبارگی خیال آیا کہ یہ چونکہ ہوا سے ہلکا ہوتا ہے اس لئے یہ کوئی چیز ہوا میں ضرور اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کا تجربہ کیا اور ایک کاغذ کا تھیلا پھلا کر اس میں دھواں بھر دیا اور وہ ہوا میں اٹھنے لگا لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس سے زیادہ دھواں کیسے سما سکتا ہے۔ چنانچہ ایک پڑوس کی عورت نے ایک دن انھیں یہ بات بتائی کہ تھیلے کے اندر کابی میں جلتی ہوئی آگ رکھ دی جائے جس سے برابر دھواں پیدا ہوتا رہے گا۔ ان بھائیوں نے ویسا ہی کیا، چنانچہ غبارہ دیر تک ہوا میں رہنے لگا۔ سات سال بعد ہائڈروجن گیس ایجاد ہوا جس کے ذریعہ سے ایک شخص نے صابن کے بلبلے ہوا میں بھیجے لیکن آگ اور دھوئیں کا استعمال ابھی تک ترک نہیں ہوا اور نومبر سنہ ۱۷۸۳ء میں پیرس میں پہلی بار ایک شخص دھوئیں کے غبارے میں بیٹھکر ہوا میں اڑا۔ غبارے کے ساتھ نیچے ایک ٹوکری لٹکا دی گئی تھی جس میں برابر آگ جلتی رہتی تھی۔ اس میں سب سے بڑا اندیشہ غبارے میں آگ لگ جانیکا تھا جس کے لئے پانی میں تر کئے ہوئے اسفنج رکھ لئے گئے تھے۔

غرض اس کامیابی کے بعد فرانس کے دو اور شخص ہائڈروجن سے بھرے ہوئے غبارے میں بیٹھکر ۹ ہزار فٹ کی بلندی تک اڑے اور ۳۰ میل ہوا میں سفر کرنے کے بعد واپس آئے۔ اب تو فرانس کے لوگوں میں شوق کی آگ بھڑک اٹھی اور ہر شخص یہ اسکیم بنانے لگا کہ کس طرح غبارہ کے ذریعہ چاند تک پہونچا جائے! ہائڈروجن کے ذریعہ سے ہوا میں اڑنے پر تو قابو ہو گیا تھا لیکن ہوا میں سمت کے بدلنے پر کوئی اختیار نہ تھا پرندوں کی طرح ہوا میں اڑنے کی آرزو تو پوری ہو گئی تھی لیکن پھر بھی وہ ہوا کا پابند تھا۔ ہوا جس طرف چاہتی اسے لیجاتی۔ اپنے سے وہ رخ نہیں بدل سکتا تھا۔

بہرحال اس طرح سے انھوں نے ایک بڑے راز کا پتہ لگا لیا اور وہ یہ کہ ہر فضائے آسمانی میں ہوا کی تہیں ہیں ممکن ہو کہ ایک معین بلندی پر مشرق سے مغرب کی جانب غبارہ بہت آہستہ آہستہ اڑے لیکن اس سے کچھ اوپر اگر مغرب سے مشرق کی طرف اڑایا جائے تو ہوا بہت تیز ہو۔ اس سے آگے چلکر انجن کے ذریعہ ہوا میں اڑنے میں بہت مدد ملی۔

غبارے سے تو صرف ہوا میں اوپر اٹھ سکتے تھے یا جس طرف ہوا لے جائے جا سکتے تھے لیکن پرندوں کی طرح ہوا میں تیرنا ابھی نہیں آیا تھا۔ اس کی مشق بعض لوگوں نے اس طرح کی کہ بازوؤں کی طرح تختے باندھکر کسی اونچی جگہ سے ہوا میں کود پڑے اور کود کر پرندوں کی طرح آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ اس طرح تھوڑی بہت کامیابی ہوئی لیکن آگے چلکر آدمی گر پڑتا۔ غرض اب ہوائی جہاز سے انسان بہت قریب پہونچ گیا تھا۔ اور ہوائی جہاز اور اس منزل میں بہت تھوڑا فاصلہ رہ گیا تھا جسے لیلنگے نامی ایک سائنس داں نے پورا کیا۔ اس مشہور ہواباز کا حال ہم آیندہ سنائیں گے جو نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہے۔

جغرافیہ

زمین کیونکر بنی؟

ایک عرصہ تک لوگوں کا خیال تھا کہ یہ نظامِ شمسی جس میں سورج اور ہماری زمین بھی شامل ہے، ہمیشہ سے ایسا ہی ہے جیسا یہ آج ہم کو نظر آرہا ہے۔ لیکن اب یہ خیال نہیں ہے اور ہر اسکول کا طالب علم سمجھتا ہے کہ یہ آفتاب و ماہتاب اور زمین رفتہ رفتہ اس حالت کو پہنچے ہیں۔ اس کی تصدیق کرنی ہو تو ایک دوربین ہاتھ میں لے لو اور آسمان میں دیکھو تو تمہیں بہت سے ایسے نورانی اجرام نظر آئیں گے جن کے شکل مدتوں پہلے ہمارا یہ چاند و سورج اور زمین کا کرہ تھا۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کے اجرام کی تعداد میں لاکھ ۲ ہزار ہیں۔

لیکن ہمارا نظامِ شمسی ان سے بالکل ہی جداگانہ ہے۔ اس نظام میں بہت سی باتیں باہم مشترک نظر آتی ہیں، مثلاً یہ کہ اس کے تمام سیاروں کی حرکت ایک ہی سمت کی جانب ہے۔ علاوہ اس کے تمام سیارے ایک ہی قسم کے مادے سے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور ایسا نظر آتا ہے کہ تمام سیارے آفتاب ہی سے ٹوٹ کر بنے ہیں۔ ایک چیز اس نظامِ شمسی میں اور نظر آتی ہے اور وہ قوتِ کشش ہے جو تمام سیاروں کو باہم ملائے ہوئے ہے۔

اس قوت کا پتہ انگلستان کے ایک مشہور ریاضی داں سر آئزک نیوٹن نے ایک نہایت عجیب طریقہ سے چلایا۔ ایک دن وہ اپنے باغ میں لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا کہ ایک سیب درخت سے زمین پر گرا۔ نیوٹن کی توجہ یکبارگی اس طرف پھری اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ سیب آسمان کی طرف کیوں نہیں گیا؟ زمین ہی کی جانب اسے کیوں آنا تھا! اس سے پہلے ہزاروں آدمیوں نے سیب کو درخت سے گرتے ہوئے دیکھا ہوگا لیکن کسی کے دل میں یہ بات نہیں پیدا ہوئی تھی۔ سوچتے سوچتے اس نے معلوم کیا کہ زمین کے اندر کوئی ایسی قوت ہے جو ہر شے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور یہ قوت نہ صرف زمین ہی اور زمین کی ہر شے کے درمیان ہے بلکہ ہر دو مادی اجسام کے مابین ہے۔ آفتاب کے گرد جتنے سیارے حرکت کرتے ہیں، وہ سب اسی قوت کی وجہ سے باہم ملک اور متحد ہیں، ورنہ آپس میں ٹکرا کر کبھی کے پارہ پارہ ہو جاتے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ زمین کی شکل کیا تھی؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ سیب کی مانند تھی۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ نارنگی کی طرح دونوں سروں پر کسی قدر چپٹی تھی۔ بہرحال اُس وقت خواہ یہ سیب رہی ہو یا نارنگی، یہ اس سے بالکل مختلف تھی جیسی یہ اب ہم کو نظر آرہی ہے۔ اس وقت یہ بہت کچھ آفتاب کے مشابہ تھی فرق صرف اتنا تھا کہ یہ آفتاب کے مقابلہ میں بہت چھوٹی تھی اور اس گرم دہکتے ہوئے کرے میں وہ تمام اجزا موجود تھے جن سے اس زمین کی مختلف چیزیں مثلاً ہوا، پانی، پہاڑ، میدان وغیرہ سب بنے ہیں۔

ہزاروں، لاکھوں برس بعد یہ دہکتا ہوا انگارہ رفتہ رفتہ ٹھنڈا ہونے لگا اور جس طرح آگ میں سے سرخ دہکتا ہوا لوہا نکالا جائے تو پہلے پہل اس میں سے روشنی بھی نکلے گی اور پھر رفتہ رفتہ روشنی کم ہوتی جائے گی اور صرف گرمی باقی رہ جائے گی۔ اسی طرح یہ حرارت بھی مٹ جائے گی اور وہ لوہا ٹھنڈا ہو کر کالا سیاہ ہو جائے گا۔ یہی حال زمین کا بھی ہوا، اب وہ سرد تاریک مادے کی ایک گول چیز ہے جس میں نہ روشنی ہے اور نہ گرمی۔

جس طرح منہ کے اندر کی گرم بھاپ سلیٹ یا شیشے پر لگنے سے قطرے کی صورت اختیار کر لیتی ہے، اسی طرح اس کرۂ آتشی سے نکلی ہوئی گیس بھی اس کرے کے ٹھنڈے پڑ جانے پر پانی کی شکل میں تبدیل ہو گئی ہوگی۔ یہ زخار سمندر جو تین چوتھائی اس کرے کے حصہ کو گھیرے ہوئے ہیں، اسی اثر کے نتیجے ہیں۔ اسی طرح پہاڑ اور میدانوں کا بھی حال ہوا۔ جس طرح سیب کو بھوبل میں بھوننے کے بعد اس کے سرد ہو جانے پر اونچی نیچی جھریاں پڑ جاتی ہیں اسی طرح اس زمین کے لاکھوں برس بعد ٹھنڈے ہو جانے پر بھی اس کی سطح پر اونچے نیچے نشانات بن گئے ہوں گے۔ اب وہی اونچے نشانات پہاڑ سمجھے جاتے ہیں، اور نیچے نشانات میدان اور سمندروں کے پاٹ ہو گئے ہیں۔

تاریخ

محمد بن قاسم

محمد بن قاسم ہندوستان کا سب سے پہلا عرب فاتح گزرا ہے جس نے سندھ کے راستہ ہندوستان پر حملہ کیا اور تین سال کے قلیل عرصہ میں تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ یوں تو ہندوستان کے ساتھ عربوں کے تجارتی تعلقات بہت قدیم زمانہ سے چلے آتے تھے لیکن جب سے اسلام کا ظہور ہوا ہندوستان کے ساتھ عربوں کے سیاسی تعلقات بھی قایم ہو گئے۔

خلیفہ ولید بن عبد الملک کا زمانہ بنی امیہ میں نہایت امن وسکون کا زمانہ گزرا ہے۔ اس وقت عراق کے صوبہ پر حجاج بن یوسف گورنر تھے۔ عراق اور ہندوستان کے درمیان کا راستہ سب سے بہت پیشتر صاف ہو چکا تھا اور دو ایک کوششیں ہندوستان پر حملہ کرنے کی بھی کی گئیں لیکن وہ کامیاب ثابت نہیں ہوئیں بالآخر حجاج بن یوسف نے اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو ایک چھوٹی سی فوج دیکر ہندوستان کی طرف بھیجا جنھیں اس حملہ میں کامیابی ہوئی اور اسوقت سے ہندوستان پر عربوں کی سلطنت قایم ہو گئی۔

اس حملہ کی وجہ یہ ہوئی کہ مکران میں کچھ لوگوں نے وہاں کے حاکم سعید بن اسلم کو قتل کر ڈالا اور ہندوستان بھاگ کر راجہ داہر کے ہاں پناہ گزین ہو گئے۔ راجہ سے اس کی بازپرس کی گئی لیکن اس نے اس کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا۔ اسی اثناء میں ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔ جزیرہ سیلون سے ایک جہاز پر خلیفہ کے لئے کچھ سامان اور بہت سی چیزیں آرہی تھیں۔ راستہ میں جب جہاز ساحل سندھ کے قریب پہونچا تو بعض لٹیروں نے جہاز لوٹ لیا۔ اس پر راجہ سے جب جواب طلب کیا گیا تو پھر وہی غیر اطمینان بخش جواب ملا۔ اب تو حجاج نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ راجہ کو اپنی ان زیادتیوں کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ چنانچہ اس نے اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم کو فوج کا ایک دستہ دیکر روانہ کیا اور عمان اور مکران کے والیان کو لکھ دیا کہ وہ اپنی اپنی فوجوں سے اس کی مدد کریں۔

محمد بن قاسم کی عمر اس وقت کوئی پندرہ سال کی تھی۔ اس سے پیشتر وہ ایران تک کچھ عرصہ گورنر رہ چکے تھے۔ لیکن باوجود اس کمسنی اور ناتجربہ کاری کے انھوں نے نہایت ہمت اور بہادری سے اس مہم کو انجام دیا۔ سب سے پہلے انھوں نے شہر دیبل پر حملہ کیا جس میں انھیں بہت جلد کامیابی ہوئی۔ یہ مہم محمد بن قاسم نے خالص اسلامی فوج سے سر کی تھی۔ اس کے بعد سے تو بہت سے ہندو بھی فوج میں بھرتی ہو گئے اور وہ بھی مسلمانوں کے دوش بدوش اسی وفاداری اور بہادری سے لڑے۔

اس کامیابی کے بعد تو یکے بعد دیگرے تمام علاقے فتح ہوتے گئے۔ ہندو مسلمانوں کے جوش وخروش سے اس درجہ مرعوب ہو گئے تھے کہ وہ ایک لمحہ بھی ان کے سامنے ٹک نہ سکتے تھے۔ علاوہ اس کے ان میں طرح طرح کے بیہودہ اوہام اور غلط خیالات پھیلے ہوئے تھے، کہ وہ اپنے ہر کام میں فال اور شگون ڈھونڈھا کرتے تھے۔ وہ اپنے کسی کام کا دارومدار کسی پختہ عقیدہ یا اپنی قوت بازو پر نہیں رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر قبل از وقت میدان سے بھاگ جاتے تھے۔

برعکس اس کے مسلمانوں کے تمام خیالات اور افعال نہایت مضبوط اور راسخ بنیاد پر قایم ہوتے تھے۔ علاوہ اس کے انکا سلوک مفتوحہ علاقوں کے ساتھ نہایت بہتر ہوتا تھا۔ وہ مذہبی لوگوں اور مذہبی عبادت گاہوں کا پورا پورا احترام کرتے تھے اور تمام غیر مسلموں کے ساتھ اسی قسم کا ذمیوں کا سلوک رکھتے تھے جیسا کہ عرب میں یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ غیر مذہب اور غیر قوم والوں نے بھی مسلمانوں کا ساتھ دیا اور ان سے اس درجہ گرویدہ تھے کہ جب محمد بن قاسم کو یہاں سے گرفتار کر کے لیجایا جا رہا تھا، تو خیرج کے لوگ زار و قطار روتے اور اس کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے ان کو معبود بنا کر پوجا۔

افسوس ہے کہ محمد بن قاسم کا زمانہ اب تک جس شہرت اور عزت کے ساتھ گزرا انجام بخیر نہیں ہوا۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے بعد ان کے بھائی سلیمان بن عبد الملک جانشین ہوئے جن کے تعلقات حجاج بن یوسف سے کچھ اچھے نہیں تھے۔ اسوجہ سے حجاج کے جتنے اعزہ واقربا تھے، ان سب کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا گیا۔ انہیں محمد بن قاسم بھی تھے جنھیں سلیمان نے برسر اقتدار آتے ہی معزول کر کے شہر واسط میں قید کر دیا۔

ایک بلی کا حملہ شیرنی پر

ایک بلی نے شیرنی سے کہا کیا کرے گی مقابلہ میرا
دیتی اک جھول میں ہوں دس بچے تو نے دیکھے نہ خواب میں ہونگے

میں نے مانا کہ بن کی رانی ہے ہر طرف تیری حکمرانی ہے
شکل بالکل مری تیری سی ہے فرق کی بات مجھ میں کون سی ہے
جو خدا نے غذا تجھے بخشی وہی قسمت میں میری بھی لکھی
تجھ کو گر ناز ہو کہ طاقت ہے چار مردوں کی مجھ میں قوت ہے
جانور تجھ سے خوف کرتے ہیں سب پرندے بھی مجھ سے ڈرتے ہیں
کم نہیں میں کسی بھی حالت میں شکل و سیرت میں اور طاقت میں
شیرنی نے کہا یہ بلی سے سچ ہے بالکل کہا ہے جو تو نے
اس میں شک کیا تری طرح بچے نہیں ہوتے ہیں دس کبھی میرے
اس پہ بھی کم نہیں ہوں میں تجھ سے فرق کی بات جو ہے وہ یہ ہے
تیرے ہوتے ہیں جس قدر بچے وہ ہیں بلی سدا بنے رہتے
میرے بچہ جو ایک ہوتا ہے وہ بڑا ہو کے شیر ہوتا ہے

دس نکموں سے فائدہ کیا ہے
ہو جو لائق تو ایک اچھا ہے

(نامی نگرامی)

نظم

نمودِ صبح

طے کر چکا جو منزلِ شب کاروانِ صبح | ہونے لگا افق سے ہویدا نشانِ صبح
گردوں سے کوچ کرنے لگے اخترانِ صبح | ہر سو ہوئی بلند صدائے اذانِ صبح
پنہاں نظر سے روئے شبِ تار ہو گیا
عالم تمام مطلعِ انوار ہو گیا

یوں گلشنِ فلک سے ستارے ہوئے رواں | چنتے چمن سے پھولوں کو جس طرح باغباں
آئی بہار میں گلِ مہتاب پر خزاں | مرجھا کے گر گئے ثمرِ شاخِ کہکشاں
دکھلائے طور بادِ سحر نے سموم کے
پژمردہ ہو کے رہ گئے غنچے نجوم کے

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ نور کا ظہور | یادِ خدا میں زمزمہ پردازیٔ طیور
وہ رونق اور وہ سرد ہوا وہ فضائے نور | خنکی ہو جس سے چشم کو اور قلب کو سرور
انساں زمیں پہ ملک آسماں پہ
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زباں پہ

وہ سرخیٔ شفق کی ادھر چرخ پر بہار | وہ بارور درخت وہ صحرا وہ سبزہ زار
شبنم کے وہ گلوں پہ گہر ہائے آبدار | پھولوں سے سب بھرا ہوا دامانِ کوہسار
نافے کھلے ہوئے وہ گلوں کی شمیم کے
آتے تھے سرد سرد وہ جھونکے نسیم کے

انیس

دادی سدابہار

بہت دنوں کا قصہ ہے کہ ایک ماں تھی اس کے دو چھوٹے چھوٹے بچے تھے ماں بیمار ہوگئی اور بہت دن بیمار رہی۔ حکیموں نے پرہیز کرایا اور مہینوں مونگ کی کھچڑی کھلائی۔ بیچاری ماں کی نیت کھچڑی کھاتے کھاتے ایسی بھر گئی کہ ایک نوالہ بھی منہ سے نہ اترتا۔ اور سب چیزوں سے بھی جی ہٹ گیا۔ کسی چیز کو دل نہ ہوتا۔ آخر میں ایک حکیم جی آئے انھوں نے کہا اچھا تم جو کہو وہ کھلانے کو دینگے۔ ماں نے بہت سوچا۔ اور تم بتا سکتے ہو کہ کیا چیز کھانے کو مانگی جھربیریاں۔ لیکن رہنے والے تھے یہ لوگ شہر کے جھربیریاں جنگل میں ہوتی ہیں اور شہروں میں کوئی انھیں پوچھتا بھی نہیں۔ بہت تلاش کیں مگر جھربیریاں کہیں نہیں ملیں۔ ماں کے دونوں بچوں نے جب سنا کہ اماں کا جی جھربیریوں کو چاہتا ہے اور کہیں پر نہیں ملتیں تو آپس میں صلاح کی کہ چلو جنگل چلیں اور وہاں سے اماں کے لئے جھربیریاں توڑ لائیں۔

دونوں چپکے سے صبح صبح شہر سے نکل گئے۔ ساتھ ایک چھوٹی سی ڈلیا لے لی۔ اور جنگل میں ہو کر بڑی محنت سے جھربیریاں جمع کیں۔ ہاتھوں میں کانٹے لگ گئے۔ لیکن یہ برابر توڑتے گئے اور ایک جھربیری بھی اپنے منھ میں نہ رکھی۔ جب ڈلیا بھر گئی تو انھوں نے گھر کا رخ کیا۔ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک بڑی بی ملیں۔ ان کے بال سب سفید تھے۔ بھویں اور آنکھیں اور پلکیں بھی سفید ہوگئی تھیں۔ لیکن چہرہ بڑا خوبصورت تھا۔ اور سر سے پاؤں تک ہرے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ دونوں بچوں سے ان بڑی بی نے کہا "بیٹو۔ دیکھو میں بہت بڈھی ہوں۔ خود جھک کر کچھ توڑ نہیں سکتی۔ اور بھوکی ہوں۔ یہ جھربیریاں مجھے دیدو" بچوں کو بڑی بی پر ترس آیا اور انھوں نے ساری ڈلیا بڑی بی کے ہرے دامن میں اندیل دی۔ اور اپنی ماں کے لئے پھر جلدی جلدی جھربیریاں چننے لگے۔ لیکن بڑی بی نے انھیں آواز دی اور کہا "بیٹا لو۔ یہ جھربیریاں لے لو۔ مجھے اب اور مل جائنگی تم دونوں بڑے اچھے بچے ہو۔ اچھا یہ دو پھول لو۔ لو میاں تم یہ سفید پھول لو اور تم یہ نیلا پھول۔ ان پھولوں کا خوب خیال رکھنا اور ان کی اچھی طرح سیوا کرنا۔ روز صبح ان میں پانی ڈالا کرنا اور آپس میں لڑنا مت"

دونوں بچے خوش خوش گھر آئے۔ ماں نے جو دیکھا کہ دونوں کہیں سے جا کر جھربیریاں لے آئے تو بہت خوش ہوئی۔ اور جھربیری کا ایک دانہ منہ میں رکھا ہی تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ بیماری چلی گئی۔ بچوں نے سب قصہ سنایا تو معلوم ہوا کہ یہ اچھی بڑی بی سدابہار کے ہاتھوں کی برکت ہے۔ ماں نے دل سے ہزاروں شکر بجا لائی۔ اور یہ بچے پھولوں کی خوب خبر گیری کرتے رہے اور جب ان پھولوں کو دیکھتے تو بڑی بی سدابہار کا یہ کہنا یاد آجاتا کہ آپس میں لڑنا مت۔

ایک دن کھیلتے کھیلتے دونوں بچوں میں کچھ تکرار ہوگئی۔ اور شام کو سونے سے پہلے یہ ایک دوسرے سے روٹھ گئے۔ صبح اٹھکر جو پھولوں کو پانی دینے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ پھول تو دونوں کے دونوں ایسے کالے ہیں جیسے کوئل۔ دونوں رونے لگے اور جانے کتنے آنسو ان پھولوں پہ گرے۔ پھولوں پر جو آنسو گرے تو یہ پھر جیسے کے تیسے ہوگئے ایک سفید ہوگیا اور ایک نیلا۔

وہ دن ہے اور آج کا دن یہ دونوں بچے کبھی نہیں لڑے۔ بڑی بی سدابہار کے کہنے کا انھیں ہمیشہ خیال رہتا ہے اور یہ سدابہار پھول ہمیشہ ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

اُسی سے ٹھنڈا اُسی سے گرم

ایک لکڑہارا تھا۔ جنگل میں جاکر روز لکڑیاں کاٹتا اور شہر میں لاکر شام کو بیچ دیتا تھا۔ ایک دن اس خیال سے نزدیک نزدیک سے تو سب لکڑہارے لکڑی کاٹ لے جاتے ہیں سوکھی لکڑی آسانی سے ملتی نہیں یہ دور جنگل کے اندر چلا گیا اور وہاں جاکر لکڑیاں کاٹنے لگا۔ سردی کا موسم تھا۔ کڑکڑی کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے۔ اور کلہاڑی پکڑتے پکڑتے اسکی انگلیاں تو بالکل سُن ہو ہو جاتی تھیں۔ یہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کلہاڑی رکھ دیتا اور دونوں ہاتھ منہ کے پاس لے جاکر [illegible] زور سے ان میں پھونکتا کہ ذرا گرما جائیں۔

جنگل میں نہ معلوم کس کس قسم کی مخلوق رہتی ہے۔ سنا ہے اس میں چھوٹے چھوٹے سے بالشت بالشت بھر کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ ان کے داڑھی مونچھ سب کچھ ہوتی ہے مگر ہوتے ہیں بس بیچ ہی سے۔ ہم تم جیسا کوئی آدمی ان کی بستی میں چلا جاتا ہے تو اسے بڑی حیرت سے دیکھتے ہیں اور برابر ادھر ادھر لگے رہتے ہیں کہ دیکھیں یہ کرتا کیا ہے۔ لیکن ہم لوگوں سے ذرا اچھے ہوتے ہیں کہ ان کے لڑکے کسی پردیسی کے پیچھے پڑکر اسے لوٹو نہیں بنا لیتے نہ اس پر تالیاں بجاتے ہیں، نہ پتھر پھینکتے ہیں۔ خود ہمارے یہاں بھی اچھے بچے ایسا نہیں کرتے۔ لیکن ان کے [illegible] تو سب ہی اچھے ہوتے ہیں۔

پھر۔ لکڑہارا جب جنگل [illegible] کاٹ رہا تھا تو ایک میاں بالشتیے بھی کہیں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ میاں بالشتیے نے جو دیکھا کہ یہ بار بار ہاتھ میں کچھ پھونکتا ہے تو سوچنے لگے کہ یہ کیا بات ہے۔ دیر تک اپنی بتاشہ سی ٹھوڑی پر اپنا ننھا سا ہاتھ دھرے بیٹھے [illegible] مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا، تو یہ اپنی جگہ سے اٹھے اور کچھ دور چل کر پھر [illegible] گئے کہ نہ معلوم کہیں پوچھنے سے یہ آدمی برا نہ مانے۔ مگر پھر نہ رہا گیا [illegible] ٹھمک ٹھمک لکڑہارے کے پاس گئے اور کہا "سلام علیکم۔ برا نہ مانو تو ایک بات پوچھیں" لکڑہارے کو یہ ذرا پورے برابر آدمی دیکھکر تعجب بھی ہوا، ہنسی بھی آئی۔ مگر اس نے ہنسی کو روک کر کہا "ہاں ہاں بھئی ضرور پوچھو" "بس یہ پوچھتا ہوں کہ یہ تم منہ سے ہاتھوں میں پھونک سی کیوں مارتے ہو" لکڑہارے نے جواب دیا: "سردی بہت ہے۔ ہاتھ ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ میں منہ سے پھونک کر انھیں ذرا گرما لیتا ہوں۔ پھر ٹھٹھرنے لگتے ہیں پھر کر لیتا ہوں" میاں بالشتیے نے اپنا سوپاری جیسا سر ہلایا اور کہا "اچھا اچھا۔ یہ بات ہے" یہ کہہ کر بالشتیے میاں وہاں سے کھسک گئے مگر رہے آس پاس ہی اور کہیں سے بیٹھے برابر دیکھا کئے کہ لکڑہارا اور کیا کرتا ہے۔

دوپہر کا وقت آیا۔ لکڑہارے نے کھانا پکانے کے لئے لکڑی جلانے کی فکر کی۔ ادھر اُدھر سے دو پتھر اٹھاکر چولہا بنایا اور اس کے پاس چھوٹی سی ہانڈی تھی آگ سلگا کر اسے چولہے پر رکھا اور اس میں آلو ابلنے کے لئے رکھ دیئے۔ تازہ لکڑی تھی اس لئے آگ بار بار ٹھنڈی پڑنے لگتی تو لکڑہارا منہ سے پھونک کر اسے تیز کر دیتا تھا۔ "ارے" بالشتیے نے دور سے دیکھ کر اپنے جی میں کہا "اب یہ پھر پھونکتا ہے کیا اس کے منہ میں سے آگ نکلتی ہے" لیکن خیر بیٹھا دیکھا کیا۔ لکڑہارے کو بھوک زیادہ لگی تھی اس لئے چڑھی ہوئی ہانڈی میں سے ایک آلو جو ابھی پورے طور پر ابلا بھی نہ تھا نکال لیا ملے کھانا چاہا تو وہ تو ایسا گرم تھا جیسے آگ۔ اس نے جلدی سے اپنی ایک انگلی اور انگوٹھے سے دباکر توڑا اور منہ سے فو فو اس پر پھونکنے لگا۔ "ارے" بالشتیے نے پھر جی میں کہا "یہ پھر پھونکتا ہے۔ اب کیا اس آلو کو پھونک کر جلائیگا" لیکن آلو جلا ولا کچھ نہیں۔ وہ تو تھوڑی دیر فو فو کرکے لکڑہارے نے اسے اپنے منہ میں رکھ لیا اور غپ غپ کھانے لگا۔ اب تو اس بالشتیے کی حیرانی کا حال نہ پوچھو۔ اس سے پھر نہ رہا گیا اور ٹھمک ٹھمک پھر لکڑہارے کے پاس آیا اور کہا "سلام علیکم۔ برا نہ مانو تو ایک بات پوچھیں" لکڑہارے نے کہا برا کیوں مانوں گا۔ پوچھو" بالشتیے نے کہا تم نے صبح مجھ سے کہا تھا کہ منہ سے پھونککر اپنے ہاتھوں کو گرماتا ہوں۔ اب اس کو کیوں پھونکتے تھے۔ یہ تو خود بہت

گرم تھا۔ اسے اور گرمانے سے کیا فائدہ" لکڑ ہارے نے ہنس کر کہا "نہیں میاں تم۔ یہ تو بہت گرم ہے۔ میں اسے منہ سے پھونک پھونک کر ٹھنڈا کر رہا ہوں" بات تو کچھ ایسی نہ تھی مگر یہ سن کر میاں بالشتیے کا منہ پیلا پڑ گیا۔ ڈر کے مارے سٹی گم ہو گئی اور کپ کپ کانپنے لگے۔ وہ برابر پیچھے ہٹتے جائیں جیسے لکڑ ہارے سے ڈر کر سہم سے گئے ہوں۔ ذرا سا آدمی یوں تو جھک کر ہنسی آئے لیکن اس مختصر کپ کپ کی حالت میں دیکھ کر تو ہر کسی کو ہنسی بھی آئے رنج بھی ہو۔ لکڑ ہارے کو بھی ہنسی آئی لیکن وہ بھی بھلا مانس تھا۔ اس نے آخر پوچھا کہ کیوں میاں۔ کیا ہوا۔ کیا جاڑا بہت لگ رہا ہے۔ وہ ... پلٹے اس کی جیب میں بیٹھ جاؤ۔ اور ذرا گرما لو" مگر میاں بالشتیے کہ برابر پیچھے ہٹتے چلے گئے اور جب خاصہ دور ہو گئے تو بولے "یہ نہ جانے کیا بلا ہے۔ کوئی بھوت ہے۔ یا جن ہے۔ اسی منہ سے گرم بھی اسی سے سرد۔ ہماری عقل میں نہیں آتا" اور واقعی یہ بات ان میاں بالشتیے کی ننھی سی عقل میں آنے کی تھی بھی نہیں۔

طوطا اور درخت

کسی زمانہ میں بنارس شہر کے قریب ایک بہت بڑا جنگل تھا۔ ایک دن اندر دیوتا اس جنگل میں سیر کرتے ہوئے آئے اور اس جنگل کی شادابی اور سایہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسا گھنا اور سرسبز جنگل تو ہماری بہشت میں بھی کوئی نہیں ہے۔

جنگل کے سایہ میں ٹہلتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ اتفاق سے ایک ٹنڈ منڈ سوکھے مرجھائے ہوئے درخت کے پاس پہنچے جس میں پھول، پتیوں کا نام نشان بھی نہ تھا۔ لیکن انھوں نے اس کی سوکھی ہوئی ڈالیوں پر ایک دبلے پتلے طوطے کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اسے دیکھ کر حیرت سے پوچھا: "بیوقوف پرندے! تو یہاں بیٹھا ہوا کیا کر رہا ہے؟ کیا اس جنگل میں اور ہرے اور سایہ دار درخت نہیں ہیں؟ ایک ایسے ٹھنڈ پر بیٹھنے سے کیا حاصل!"

طوطے نے جواب تک اپنے سر کو جھکایا اور کہا "مہاراج! ایک زمانہ میں اس درخت سے بڑھ کر شاداب اور سایہ دار اس جنگل میں کوئی دوسرا درخت نہ تھا۔ میں اس کی پتیوں میں پیدا ہوا، میں نے اس کی ڈالیوں پر اڑنا سیکھا، غرض شروع سے کر اب تک میں اس درخت کے سایہ میں پلا ہوں، لیکن بدقسمتی سے ایک دن کسی شکاری کا زہریلا تیر اس کی چھال میں چبھ گیا ہے اور اس وقت سے یہ درخت سوکھنے لگا ہے۔ پھر مہاراج ایسی اس مصیبت کے وقت اب اس درخت کا ساتھ کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟"

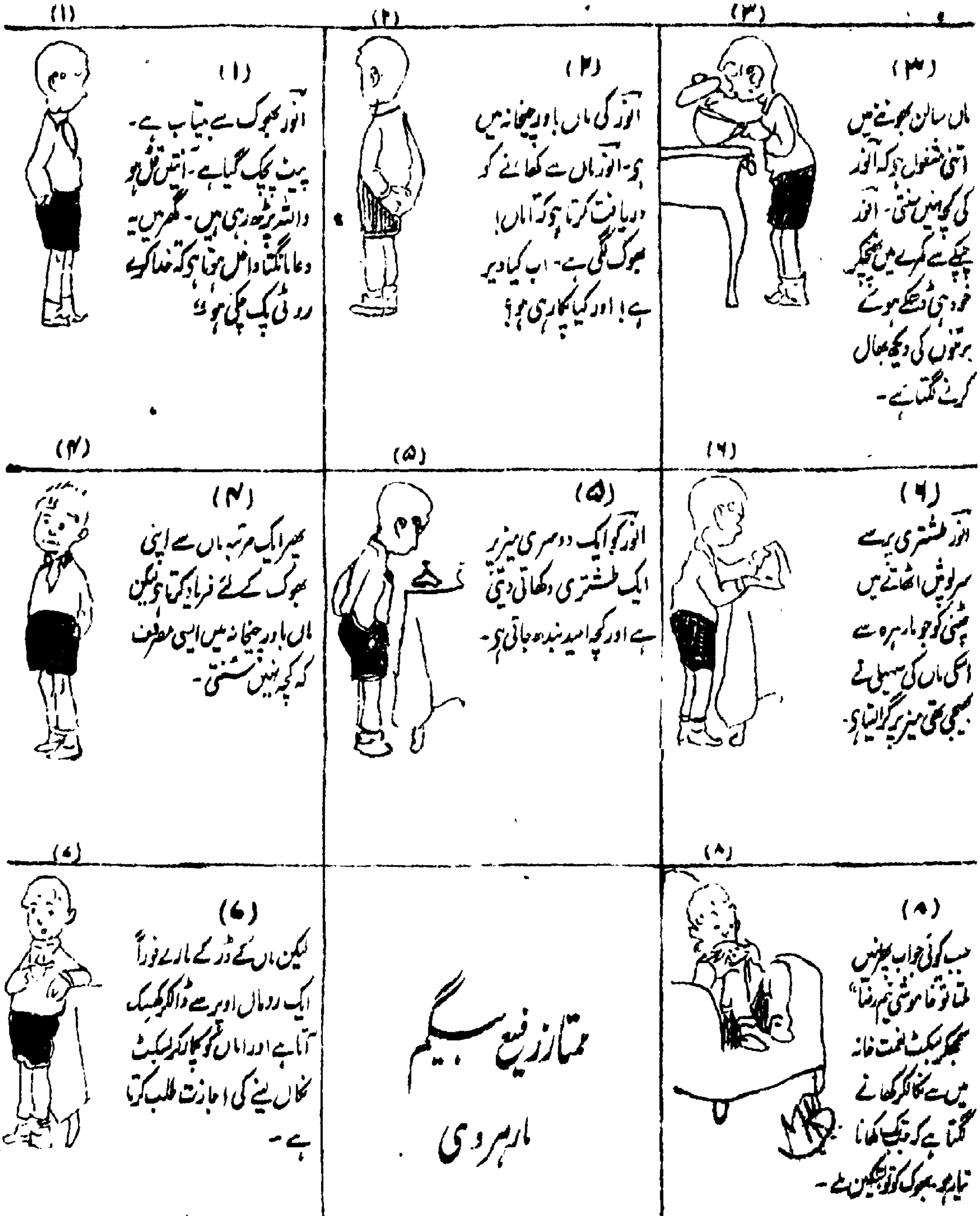
اندر طوطے کی ان باتوں سے بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے "اے چھوٹے پرندے! کاش انسان بھی اپنے دوستوں کے ساتھ ایسے ہی رحمدل اور سچے ہوتے! اچھا تو میں تیری اس وفاداری کا صلہ دینا چاہتا ہوں۔ کوئی ایک چیز مانگ جو تو مانگنا چاہتا ہے؟" طوطا فوراً بول اٹھا کہ "اچھا پھر یہ درخت ویسا ہی ہرا بھرا ہو جائے اور میں ہمیشہ آپ کی تعریف کے گانے اس پر گایا کروں گا۔"

اندر نے درخت پر اپنا ہاتھ لگایا اور وہ آناً فاناً سرسبز و شاداب ہو گیا۔ عقل مند ہے وہ شخص جس کے درخت جیسا دوست ہو اور مبارک ہے وہ شخص جس کا طوطے جیسا رحم سے بھرا ہوا اور شکر گزار دل ہے۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۵ کالم ۲ کا ملاحظہ ہو)

میں اپنے اوپر قابو رکھنے سے ہے۔ ایک فرد کے لئے اس سے مراد اپنے اوپر ان اخلاقی قوانین کی پابندی عاید کرنا ہے جن پر اس کا یقین ہے اور ایک درسگاہ کے لئے اس سے مراد ان ڈسپلن قوانین کی پابندی ہے جن پر اس درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی ہو۔ میں بہ لحاظ ایک ہندوستانی اور مسلمان ہونے ہی کے نہیں بلکہ ایک ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ سب سے بڑی فکر اپنی قوم کے متعلق جو مجھے ہے وہ یہ ہے کہ اس میں ڈسپلن اور نظم نہیں ہے اور اس چیز کا ہونا افراد اور اسی طرح درسگاہوں میں تمام خرابیوں اور بیماریوں کی جڑ ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اگرچہ ہماری مشکلات بہت زیادہ ہیں لیکن میں اس سے مایوس نہیں ہوں۔ آپکی باہر کی دنیا جس سے آپ اسقدر وابستہ نہیں ہیں جتنا پہلے رہا کرتی تھی، بہت تیزی سے بدل رہی ہے۔ فرقہ وارانہ کشیدگی جو گزشتہ چند سالوں ... کی سب سے بڑی لعنت رہی ہے وہ اب کم ہوتی جا رہی ہے۔ عورتوں میں تعلیم برابر بڑھ رہی ہے۔ معاشرتی اصلاحات کی طرف قدم اٹھایا جا رہا ہے۔ غرض ایک ایسی نئی نسل پیدا ہو رہی ہے جو فرقہ وارانہ خیالات و جذبات کو سب سے ... ہو۔ اسی نسل کے ہاتھ میں ہمارا مستقبل ہے۔ آپ یا اس کیا قدر کریں ... سب سے بڑا سوال ہے لیکن مجھے امید ہے کہ حقیقت آپ اس ... آپ ...

انور کی بھوک کا وقت



کوائف جامعہ

جامعہ کے اکثر حلقوں میں **پروفیسر محمد مجیب** صاحب بی اے (آکسن) کی شادی خانہ آبادی کی خبر نہایت مسرت کے ساتھ سنی جائیگی شادی کے بعد سے آپ نے اپنا پرانا مکان چھوڑ دیا اور ایک نئے مکان میں خانہ آبادی کی تیاریاں کررہے ہیں کچھ عرصہ ہوا آپ نے "نیا مکان" کے عنوان سے رسالہ جامعہ میں ایک نہایت دلچسپ افسانہ لکھا تھا۔ کسے خبر تھی کہ چند مہینوں بعد وہ افسانہ واقعہ کی شکل اختیار کرے گا۔ ہمدل سے دعا ہے کہ یہ شادی اور خانہ آبادی دونوں آپکو مبارک ہو!

ماسٹر عبدالغفار صاحب مولوی جامعہ کے جونیر اساتذہ میں بعض حیثیتوں سے ایک نہایت نمایاں شخصیت رکھتے ہیں۔ آپ کو جامعہ ملیہ نے اپنے خرچ پر طریقہ تسلیم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے موگا (گجرانوالہ) بھیجا ہے جہاں عیسائی مشنریوں کا نہایت اچھا اور جدید اصولوں پر ایک ٹرینگ اسکول ہے۔ آپ ایک سال تک وہاں تعلیم حاصل کرینگے جسکے بعد آپ اپنے کو جامعہ ہی کی خدمت کے لئے وقف کردیں گے۔

جامعہ کے **سالانہ کھیلوں** کا سلسلہ اپریل کے آخری ہفتہ بھر رہا تقسیم انعامات کا جلسہ ۳۰ اپریل کو ہوا جس میں مسز آصف علی نے لڑکوں کو اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم کئے۔ جامعہ نے باوجود اپنے محدود ذرایع آمدنی کے تقریباً ڈھائی سو روپے انعامات میں صرف کئے۔ اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ انعامات زیادہ سے زیادہ طلبا کو ملیں ان کھیلوں کے سلسلہ میں ہمیشہ ایک اساتذہ کی دوڑ بھی ہوا کرتی ہے جس میں شیخ الجامعہ اول آتے ہیں۔ اب کی بار عہدہ کے اعتبار سے نہیں بلکہ سن کے لحاظ سے شیخ جامعہ مولنا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری اول آئے جس کے صلہ میں انکو بھی مسز موصوفہ کے ہاتھ سے ایک خوشنما انعام ملا۔ جامعہ میں ورزش اور کھیلوں کی یہ تمامتر دلچسپی پروفیسر ای جے کیلاٹ صاحب کی کوششوں کی رہین منت ہے جس کے لئے وہ قابل مبارکباد ہیں۔

جناب شیخ الجامعہ صاحب اپنے زنگون کے دورے سے اب تک واپس تشریف نہیں لائے ہیں، ورنہ اس سشن کے ختم ہونے سے قبل آپ کی واپسی کی کوئی امید، آپکے تازہ خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ برابر لوگوں سے مل جل رہے ہیں اور وہاں لوگوں میں جامعہ سے دلچسپی پیدا کررہے ہیں۔ مولنا محمد علی صاحب مدظلہ بھی باوجود اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے جامعہ کے خیال سے غافل نہیں ہیں۔ امید ہے کہ یوں ممدوح کی توجہ سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو برما میں خاصی کامیابی ہوگی۔

اب کے تعطیلات گرما میں اساتذہ جامعہ کے **وفود** بھی ملک کے مختلف حصوں میں جائینگے جناب شیخ الجامعہ کی یاددہانی پر اساتذہ کرام اپنے اپنے حلقوں اور تاریخ روانگی کے متعلق فیصلے کررہے ہیں۔ امید ہے کہ جن جن حلقوں میں جامعہ کے ہمدرد و بہی خواہ ہونگے وہ ان وفود کی پوری مدد فرمائیں گے۔

مدرسہ جامعہ کے سالانہ **امتحانات** ۴ مئی سے شروع ہونگے اور ۱۲ مئی تک جاری رہیں گے۔ ۱۶ مئی سے گرمیوں کی بڑی تعطیل شروع ہوگی۔ جامعہ جونیر میٹرک کے امتحانات اپریل سے شروع ہوتے اور اپریل تک جاری رہے جسکا نتیجہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

آج کل طلبا کی صحت بہت خراب ہورہی ہے اور اس کا ایک بہت بڑا سبب دہلی کی آب وہوا کی خرابی ہے۔ اکثر لڑکے بخار میں بیمار ہوتے اور اچھے ہوگئے اور کئی ایک اب بھی بیمار ہیں۔ طبیہ کالج کے ڈاکٹر اور اطبا صاحبان بالخصوص **ڈاکٹر ظفریاب صاحب** ہاؤس سرجن کے ہم بہت ممنون ہیں کہ آپ نہایت توجہ اور مہربانی کے ساتھ ہمارے مریضوں کا علاج کرتے رہے آئندہ سال سے انشاءاللہ جامعہ خرابی صحت کے اسباب دور کرنے اور علاج وغیرہ کی طرف مخصوص طور سے توجہ کرے گی۔

نتیجہ امتحان سالانہ سنہ ۱۹۲۹ء

مدرسہ جامعہ ملیہ اسلامیہ

ثانوی چہارم

نمبر سلسلہ	نام طالب علم	اسلامیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	معاشیات ۱۰۰	تاریخ	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۱	مرزا عزیز احمد بیگ	۴۴	۴۰	۳۵	۳۴	۶۰	۲۱۷	پاس
۲	فضل حق قریشی	۳۰	۲۴	۳۳	۲۵	غیر حاضر	۱۰۷	فیل

ثانوی دوم

نمبر سلسلہ	نام طالب علم	اسلامیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	ریاضی ۱۰۰	تاریخ و جغرافیہ	معلومات عامہ یا کاروبار	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۳	شاہ عزیز الرحمن	۶۷	۴۷	۳۵	۱۴	۴۲	۷۵	۲۷۷ - اول	پاس
۴	اشفاق حسین	۵۴	۳۴	۳۰	۲	۱۵	۷۰	۲۰۵	فیل
۵	سراج الہدیٰ	۶۵	۲۹	۴۵	۲۴	۲۵	۳۰	۲۱۸	پاس
۶	مطیع اللہ	۳۸	۳۳	غیر حاضر	۴	۴۵	۱۷		
۷	محمد عمر	۳۵	۳۴	۲۵	۲۲	۲۹	۳۰	۱۷۱	ترقی نہیں ہوگی جبتک کہ حسابات صاف نہ ہوں
۸	نذیر حسین احمد	۵۵	۵۱	۶۵	۱۸	۱۲	۳۴	۲۳۵ - دوم	

ثانوی اول

نمبر سلسلہ	نام طالب علم	اسلامیات ۱۰۰	اردو ۱۰۰	انگریزی ۱۰۰	ریاضی ۱۰۰	تاریخ و جغرافیہ	معلومات عامہ یا کاروبار	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۹	مرزا محمود احمد بیگ	۵۷	۳۸	۴۳	۴۹	۳۱	۶۵	۲۸۳ - اول	پاس
۱۰	محمد حسین دلوی	۵۰	۳۱	۳۴	۵	۱۵	۲۸ ½	۱۲۶ ½	فیل
۱۱	محمد سعید	۵۳	۳۴	۳۱	۴۸	۲۳	۷۰	۲۵۹	پاس
۱۲	ذوالفقار علی	غیر حاضر	·	·	·	·	·	·	〃
۱۳	اسمعیل حاجی یوسف	·	·	۶۹	·	۳۵	۳۰ ½	·	〃
۱۴	یوسف احمد ملا	·	·	۶۱	·	۳۴	۲۸	·	〃

ابتدائی ششم

نمبر شمار	نام طالب علم	۱۰۰ [illegible]	۱۰۰ [illegible]	۱۰۰ [illegible]	۱۰۰ [illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۱۵	عزیز الدین	۴۳	۳۰	۴۳	۳۰	۲۴	۲۸	۰	۱۹۸	ترقی نہیں دیجائیگی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۱۶	خبیر احمد	۲۲	۳۰	۳۱	۹	۵۲	۳۰	۳۶	۲۵۶	مشروط ترقی۔
۱۷	ساجد علی	۳۴	۳۰	۲۵	۱۵	۳۰	غیر حاضر	غیر حاضر	۱۳۴	مشروط ترقی۔
۱۸	محمد صادق	۲۸	۳۰	۳۳	۱۳	غیر حاضر	۳۴	۵۸	۱۸۶	مشروط ترقی۔
۱۹	نور الدین	۴۰	۳۰	۴۵	۱۳	۲۴	۳۴	۴۰	۲۲۶	ترقی نہیں دیجائیگی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۲۰	مسعود اختر	۳۷	۳۵	۳۱	۳۰	۵۰	۸۰	۷۸	۳۳۴	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۲۱	عرفان الحق	۶۳	۴۰	۷۰	۱۵	۶۰	۳۰	۲۰	۲۹۸-دوم	پاس
۲۲	محمد طیب	۶۰	۵۰	۴۷	۳۰	۵۴	۵۸	۷۲	۳۷۰-اول	"
۲۳	نبی احمد	۲۷	۳۰	۳۶	۱۴	۴۴	۳۴	۳۴	۲۱۹	"
۲۴	محمد اسحٰق	۳۷	۳۰	۳۱	۹	۳۲	۶۰	۶۰	۲۵۶	"
۲۵	معین الدین	۲۲	۲۸	۱۱	۱۰	۳۴	۹۰	۴۰	۲۳۵	حساب صاف ہونا چاہیے۔
۲۶	مرتضیٰ کریم	۳۵	۳۳	۴۳	۳۰	۴۰	۳۴	غیر حاضر	۲۱۵	"
	حسن سعدی	۴۲	۴۵	۳۰	۱۱	۴۸	غیر حاضر	غیر حاضر	۲۱۶	"
	ابتدائی پنجم									
۲۷	شاہ میر خاں	غیر حاضر	۴۰	۳۰	۳۴	۶۰	۸۰	۷۰	۳۱۴	ترقی نہیں دیجائیگی جبتک کہ عربی میں کامیاب نہ ہوں۔
۲۸	محمد عقیل جعفری	۴۲	۶۰	۴۲	۲۰	۶۰	۳۶	۴۰	۳۰۰	پاس
۲۸	عین الدین	۳۴		۴۰	۳۶	۸۲	۴۰	۳۰	۲۵۶	ترقی نہیں دیجائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۳۰	سید باوید عباس	۲۸	۳۴	۵۰	۳۴	۶۰	۶۰	۳۰	۲۹۶	پاس
۳۲	ضیاء الحق	۵۸	۵۶	۴۰	۳۹	۷۸	۵۰	۶۰	۳۷۱-دوم	"
۳۳	عبد الماجد	۳۶	۳۰	۳۷	۳۸	۳۴	۷۰	۵۶	۳۰۱	"
۳۴	کلیم اللہ	۳۹	۳۴	۴۳	۳۰	۲۶	۵۲	۲۴	۲۴۸	"
۳۵	ممتاز احمد	۳۵	۵۰	۵۱	۱۵	۲۰	۷۸	۳۶	۳۲۵	"
۳۶	مختار احمد	۳۵	۳۴	۳۵	۳۳	۱۳	۳۴	۴۲	۲۲۵	"
۳۷	محمد اسمٰعیل	۱۰	۳۴	۳۰	۱۳	۱۶	۸۴	۴۸	۳۰۴	فیل
۳۸	رضوان الحق	۳۸	۸۰	۲۵	۳۰	۷۰	۳۸	۲۸	۲۳۴	حساب صاف ہونا چاہیے۔

ابتدائی پنجم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۳۹	نور الدین	۳۲	۳۰	۲	۳۰	۷۰	۳۸	۲۸	۲۳۴	پاس
۴۰	شاکر علی	۳۶	۵۴	۴۰	۳۰	۸۰	۸۸	۴۰	۳۶۸	؍؍
۴۱	کرامت علی	۳۷	۶۴	۵۲	۱۳	۶۰	۹۰	۵۰	۳۶۹	؍؍
۴۲	محمود احمد	۴۳	۴۶	۱۸	غیر حاضر	غیر حاضر	۳۴	۲۱	۱۶۲	تمام مضامین دوبارہ امتحان ہوگا۔
۴۳	مجتبیٰ کریم	۳۰	۱۸	۳۰	۵۰	۶۰	۳۵	۴۴	۲۶۷	پاس
۴۴	اسمٰعیل حاجی یوسف	۰	۰	۵	۰	۰	۰	۰		
۴۵	یوسف احمد ملا	۰	۰	۱۲	۰		۰	۰		
۴۶	عبد الخالق	۶۵	۵۳	۵۴	۷۶	۶۸	غیر حاضر	۴۴	۳۵۹-اول	پاس
	ابتدائی چہارم									
۴۷	سراج ولی	۵۰	۵۸	۳۰	۵۲	۷۶	۵۴	۴۸	۳۶۸	پاس
۴۸	رضی الحق	۸۰	۶۸	۳۰	۳۸	۳۴	۳۵	۴۹	۳۴۴	؍؍
۴۹	منظور الحق	۷۰	۷۱	۴۹	۳۸	۴۲	۴۸	۳۵	۳۵۳	؍؍
۵۰	محمد ابراہیم	۶۴	۶۱	۳۰	۴۲	۴۲	۵۵	۴۹	۳۴۳	ترقی نہیں دی جائیگی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۵۱	عبد الرحمٰن	۷۹	۷۰	۳۷	۳۶	۵۰	۴۴	۵۵	۳۶۸	پاس
۵۲	صغیر حسین	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	–	فیل
۵۳	ابو الحسن	۳۴	۱۳	۳۰	۳۴	۳۲	۳۳	۳۰	۲۰۶	پاس
۵۴	محمد احمد	۴۰	۴۰	۳۳	۴۰	۳۶	۵۰	۵۱	۲۹۰	؍؍
۵۵	سلیم الدین	۸۴	۸۲	۳۰	۳۴	۳۸	۴۷	۴۲	۳۵۷	؍؍
۵۶	ابو البرکات	۵۶	۹۴	۵۴	۸۰	۶۴	۷۲	۶۳	۴۷۵-اول	؍؍
۵۷	محمد امین	۷۴	۸۲	۷۰	۳۴	۸۰	۵۱	۵۰	۴۴۹-دوم	؍؍
۵۸	مزمل حسین	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	غیر حاضر	۰	حساب صاف ہونا چاہیئے۔
۵۹	ریاض الحق	۴۶	۷۱	۱۵	۲۲	۶۰	۳۹	۴۲	۲۹۷	پاس
۶۰	شوکت علی	غیر حاضر	۲۴	۱۷	۶۰	۵۶	۵۲	۲۵	۲۳۴	؍؍
۶۱	ماشاء اللہ	۶۰	۳۸½	۵½	۴۸	۳۰	۴۸	۷	۲۳۶	حساب صاف ہونا چاہیئے۔
۶۲	محمد ظریف	۲۴	۳۳	۳۰	۲۰	۳۶	۳۴	۳	۱۸۰	فیل

ابتدائی چہارم

شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۶۳	قیوم محمد خاں	۵۷	۵۷	۱۵	۴۶	۳۰	۵۰	۴۵	۳۰۰	پاس
۶۴	ریاض الدین	۲۲	۱۱	۱۴	۳۴	۲۸	غیر حاضر	۳۰	۱۳۹	فیل
۶۵	انیس الرحمٰن	۴۰	۴۷	۳۰	۲۰	۲۲	۲۳	۴۵	۲۲۷	پاس
۶۶	عبد الرزاق	۳۴	۲۱	۱۲	۴۴	۴۶	۵۸	۳	۲۱۸	فیل
۶۷	اقبال احمد	۴۲	۴۹	۴۰	۵۰	۴۴	۴۹	۴۳	۳۱۷	پاس
۶۸	محمد اعظم	۴۲	۵۴	۷	۳۴	۳۸	۴۱	۲۱	۲۳۷	
	ابتدائی سوم									
۶۹	محمد بشیر	۳۴	۴۶	۵۷	۵۴	۶۸	۴۷	۲۸	۳۳۴	پاس
۷۰	اصغر محمد خاں	۳۸	۶۱	۳۱	۵۶	۵۶	۴۵	۲۹	۳۲۰	〃
۷۱	ابو سہیل	۳۰	۳۹	۳۰	۳۰	۴۴	۳۶	۵۲	۲۶۷	〃
۷۲	محسن فریدی	۳۰	۳۳	۳۴	۶۰	۳۴	۳۷	۲۵	۲۵۱	〃
۷۳	محمد عظیم	۴۰	۳۰½	۳۰½	۳۶	۳۴	۴۲	۳۷	۲۵۶	〃
۷۴	شفیق احمد	۵۰	۳۸	۵۹	۸۶	۳۴	۴۸	۴۸	۳۶۳	〃
۷۵	نبی الدین	۳۴	۱۲	۴۲	۴۸	۵۸	۳۶	۳۷	۲۶۸	〃
۷۶	ابو الفرید	۳۰	۳۶½	۱۷	۴۶	۵۰	۴۰	۳۷	۲۵۶½	〃
۷۷	عبد الرحمٰن (دہلوی)	۳۴	۳۱	۳۱	۴۰	۵۰	۳۵	۴۴	۳۶۵	〃
۷۸	مسعود حسین خاں	۳۶	۴۵	۳۰	۵۸	۴۰	۳۸	۴۸	۲۹۵	〃
۷۹	غلام حسین	۶۰	۷۴	۵۲	۵۲	۶۶	۴۰	۵۵	۳۹۹	〃
۸۰	سعد الدین	۲۰	۵۹	۶۳	۳۴	۳۴	۳۳	۵۷	۳۰۰	
۸۱	نور الدین	۳۰	۲۴	۵۲	۳۴	۴۸	۳۴	۲۱	۳۴۳	
۸۲	علی ابن حسین	۳۶	۳۰	۲۰	۴۶	۳۲	۳۸	۳۲	۲۲۵	
۸۳	سراج الحق	۲۶	۳۷	۵۵	۷۰	۴۲	۴۷	۳۴	۳۲۳	〃
۸۴	اکرام الحق	۳۸	۴۳	۵۷½	۳۴	۳۴	۴۱	۴۸	۲۹۵½	〃

ابتدائی سوم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۸۵	مکارم حسین	۲۴	۳۶	۷۴	۶۴	۳۴	۴۸	۳۶	۳۱۴	پاس
۸۶	ملک محمد صدیق	۲۲	۵۰	۴۳	۴۲	۳۴	۵۲	۴۲	۲۸۵	″
۸۷	محمد رشاد	۳۶	۲۷	۱۲½	۲۴	۴۲	۲۰	۳۷	۲۰۲½	″
۸۸	محمد ابوبکر	۳۸	۴۵½	۶۱½	۹۰	۴۰	۴۱	۳۴	۳۵۰	″
۸۹	ابراہیم داؤد	۵۰	۴۲	۴۹	۳۶	۳۴	۳۹	۵۰	۲۵۰	″
۹۰	عبدالستار	۴۰	۳۲	۵	۶۲	۴۲	۴۷	۳۴	۳۱۷	″
۹۱	انوار علی	۲۰	۴۴½	۵۷	۳۸	۶۶	۳۵	۲۶	۲۸۶½	″
۹۲	محمد صادق	۲۰	۵	۴۶	۳۴	۵	۲۹	غیر حاضر	۱۴۲	
۹۳	محمود الحسن	۳۰	۳۰	۳۰	۴۸	۳۸	۲۸	۳۷	۲۴۱	پاس
۹۴	مجید احمد خاں	۲۸	۱۵	۴۲	۸۰	غیر حاضر	۴۷	۴۳	۲۶۶	″
۹۵	تاج محمد خاں	۲۸	۳۵	غیر حاضر	۳۴	غیر حاضر	۳۰	۱۴	۱۲۱	

ابتدائی دوم

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۹۶	انوار الحسن	۸۰	۷۴	۳۰	۹۲	۸۰	۶۰		۴۱۶ - اول	پاس
۹۷	محمود احمد	۶۶	۴۰	۳۸	۹۰	۷۵	۳۸		۳۴۷ - دوم	″
۹۸	ریحان الحق	۶۶	۸۰	۳۸	۳۸	۵۰	۲۵		۲۹۷	ترقی نہیں دی جائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۹۹	خلیل الرحمٰن	۴۲	۲۶	۴۲	۳۴	۳۰	۱۲		۱۸۶	پاس
۱۰۰	یوسف	۷۰	۴۴	۳۸	۹۶	۴۵	۴۹		۳۴۲	
۱۰۱	عباس فریدی	۷۲	۶۶	۵۲	۵۰	۳۵	۲۳		۲۹۸	ترقی نہیں دی جائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۱۰۲	دلاور عباس	۳۸	۵۶	۳۰	۴۰	۳۵	۳۳		۲۳۲	پاس
۱۰۳	رشید الدین	۴۶	۵۰	۳۴	۳۰	۳۰	۱۹		۲۰۹	ترقی نہیں دی جائے گی جب تک حساب صاف نہ ہو۔
۱۰۴	محمد	۶۶	۳۶	۷۲	۳۸	۴۵	۴۵		۳۰۲	پاس
۱۰۵	اخلاق الرحمٰن	۶۴	۴۸	۵۹	۴۰	۵۰	۲۹		۲۹۰	″
۱۰۶	ابوالکلام	۳۸	۲۴	۱۰	۲۰	۱۵	۲۰		۱۱۸	فیل
۱۰۷	محمد صدیق	۴۰	۴۸	۶۳	۶۰	۲۵	۳۷		۲۸۳	پاس

نمبر شمار	نام طالب علم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کل نمبر حاصل کردہ	کیفیت
۱۰۸	قمرالدین	۷۰	۶۴	۵۴	۶۰	۲۴۸	پاس
۱۰۹	محمد ابراہیم	۷۶	۶۰	۵۲	۸۰	۲۶۸	〃
۱۱۰	فضل الرحمٰن	۹۰	۸۰	۱۴	۱۰۰	۲۸۴	〃
						مکتب:—	
۱۱۱	مظہرالحق	۶۰	۶۴	۶۰	۶۰	۲۴۴ - اول	〃
۱۱۲	ممتازالدین	۵۰	۳۰	۶۲	۵۰	۱۹۲	〃
۱۱۳	محمد سلیم	۶۰	۶۸	۸۸	۴۰	۲۵۶ - دوم	〃
۱۱۴	علی محمد	۴۸	۷۶	۷۴	۳۸	۲۳۶	〃
۱۱۵	محمد عمر فاروق	۵۲	۷۴	۴۲	۸۰	۲۴۸	〃
۱۱۶	عبدالرحمٰن	۷۰	۳۲	۶۴	غیر حاضر	۱۶۶	〃

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۴

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا

نرخنامہ چندہ

سالانہ عمار

ششماہی عہ ر

فی پرچہ ۱ر

پیامِ تعلیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

سنہ ۲۹ء

پندرہ روزہ تعلیمی

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ ۱۲ر

نصف صفحہ عہ ر

چوتھائی صفحہ ے ر

ایڈیٹر:- سعید انصاری بی اے (جامعہ)

جلد ۔ | ۷ر جولائی سنہ ۱۹۲۹ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	نام طالب علم	کتب جو اس نے مطالعہ کی ہیں					
		۱	۲	۳	۴	۵	۶ وغیرہ

اس کے علاوہ ہر ایک لڑکے کے پاس ایک کاپی ہو۔ جو کتب اس نے مطالعہ کی ہیں اس پر بطریق ذیل اندراج کرے۔

نمبر شمار	نام کتاب	لینے کی تاریخ	تاریخ واپسی	ختم کی یا نہیں	کیفیت

طالب علم ایک ماہ متواتر مطالعہ شدہ کتاب کا اندراج مندرجہ بالا طریق سے مطابق کرے۔ یا ہر ایک ماہ کے اختتام پر انچارج نامہ بری جس طرح عام متواردہ متعلقہ حالات تعلیمی وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ طلبہ کی کاپی دیکھ کر باقاعدہ اندراج کرے۔ اور ریکارڈ رکھے۔

اوصاف لائبریرین۔ (۱) لائبریرین ایسا مدرس ہو۔ جو درحقیقت لائبریری کو ہر دل عزیز بنانا چاہتا ہو۔ اور تہ دل سے کام کرنے کیلئے تیار ہو۔ ایسے مدرس جو کتابوں کے گم ہو جانے کے خیال سے الماری کا دروازہ کھولنے سے ہچکچاتے ہیں۔ ان کو انچارج بنانا سراسر نقصان ہے۔

(۲) لائبریرین مطالعہ کرنے کا شائق ہو۔ گویا ہر وقت طالب علم ہے جو مدرس لائبریری کے صرف کردہ وقت کو ضائع خیال کرتے ہیں۔ وہ بھی انچارج بننے کے مستحق نہیں۔

(۳) خوش خلق ہو۔ جو بچہ یا پبلک میں سے کوئی شخص برائے مطالعہ ریڈنگ روم میں آئے۔ اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ اگر کوئی بیجا حرکت کرتا ہے۔ یا لائبریری کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتا ہے تو کسی احسن طریق سے اس کو سمجھائے۔ کہ اس کی دل شکنی کا باعث نہ ہو۔

(۴) صفائی پسند ہو۔ اکثر دفعہ دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ کتب خانے کی الماریاں گرد سے اٹی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور کتابوں کی کوئی ترتیب مقررہ نہیں ہوتی۔ اس طرح کتابوں کے نسخے بہت تلف ہو جاتے ہیں۔ لائبریرین کو اسکولوں میں دستکاری سکھاؤ" کے مقولہ کو مدنظر رکھ کر طلبا سے جلدیں بندھوانی چاہئیں۔ تاکہ زیادہ عرصہ تک کتابیں کام آسکیں۔

(۵) شیریں مقال ہو۔ ہر ایک کو خوش کر سکے۔ اور مطالعہ کے اوصاف بیان کر کے ہر ایک خواندہ کے دل میں مطالعہ کا شوق پیدا کر سکے۔ اور آئے دن کے واقعات کا اظہار پبلک اور لڑکوں کے روبرو اسی طریق سے کر سکے۔ جس سے جلدی متاثر ہوں۔

(۶) مستقل مزاج ہو۔ زیادہ کام سے اس کے دل میں گھبراہٹ پیدا نہ ہو۔ بلکہ متحمل اور مستقل مزاج رہے۔ اگر لائبریرین گھبرانے والا ہوگا۔ تو وہ اس ڈیوٹی کا اہل نہیں ہوگا۔

(۷) لائبریرین چست و چالاک ہو۔ تاکہ سنٹر سے دو تین میل کے فاصلہ پر پہنچ کر تعلیم کی اشاعت بذریعہ لکچر۔ ڈرامہ جات وغیرہ کر سکے۔

جلد بندی۔ ہر ایک لائبریرین کو کتابوں کی جلد کرانے کا خاص خیال ہونا چاہیئے۔ مطالعہ کرنے کرانے سے پہلے جلد بندی کا خیال لازم ہے۔ اس کا نہایت آسان طریق ہے۔ یعنی ہر ایک لڑکے کو ایک کتاب کی جلد بندی کا سامان ہمراہ لانے کی ہدایت کرے۔ اور ایک جماعت کو بعد از اوقات مدرسہ صرف آدھ گھنٹہ رکھنے سے اپنی زیر نگرانی جلد بندی کرا سکتا ہے۔ حصہ مڈل کے دو تین دوروں میں تمام لائبریری کی کتب جلد ہو سکتی ہیں۔ اس طرح سے طلبا کو جلد بندی کا طریق آجائے گا۔ دوسرے لائبریری کی الماریاں صاف رہ سکیں گی۔ لیکن اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ بڑی بڑی جلدیں تیار نہ کرائی جائیں۔ میرے خیال میں اگر دو کتابیں ہوں۔ تو دونوں کی تعداد صفحات ۱۵۰ تا ۲۰۰ سے تجاوز نہ کرنے پائے۔

اصول لائبریری۔ ہر ایک ریڈنگ روم میں ذیل کے اصول خوشخط لکھ کر آویزاں کرنے چاہئیں۔

(۱) ریڈنگ روم میں آکر باادب خاموش مطالعہ کیا جائے۔

(۲) اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی ہو۔ تو لائبریرین سے دریافت کر سکتا ہے۔

(۳) کوئی کتاب یا رسالہ گھر پر لے جانے کی اجازت نہیں۔ اور کوئی کتاب ایک ہفتہ یا دو ہفتہ (جیسا مناسب خیال فرمائیں) سے زیادہ مستعار نہیں رہ سکتی۔

(۴) اگر کوئی کتاب گم ہو جائے گی۔ تو اس کی قیمت داخل خزانہ کرانی پڑے گی۔

(۵) اسکول لائبریری کھلنے کا وقت سردیوں میں ۲ بجے سے لیکر ۳ بجے تک اور گرمیوں میں ۴ سے لے کر ۵ بجے شام تک ہے۔ وغیرہ

(ملاحظہ ہو صفحہ ۶)

رفتار تعلیم

مدراس جمعیت مقننہ کا اجلاس

تعلیم جبری اور مفت ہونیکا سوال

مدراس لیجسلیٹو کونسل کے منتخب ارکان کا ایک جلسہ وزیر تعلیم نے "ڈرافٹ ایلیمنٹری ایجوکیشنل بل" پر غور کرنے کے لئے منعقد کیا۔ اس امر پر بحث ہوئی کہ آیا تعلیم جبری اور مفت ہونی چاہیئے یا نہیں کسی نتیجہ پر پہنچے بغیر جلسہ برخاست ہوگیا۔

ادارت تعلیمی کا بورڈ

دہلی میں دوسری کانفرنس کا افتتاح

ہز ایکسیلینسی وائسرائے ہند نے ادارت تعلیمی کے دعوت نامہ کو قبول کرلیا ہے اور ۳۰ راکتوبر ۱۹۲۹ء کو وہ اس بورڈ کی دوسری کانفرنس کا افتتاح کریں گے۔

بمبئی میں گریجوئیٹ عورتوں کا اجلاس

ہندوستانی عورتوں کی یونیورسٹی کا گیارہواں اجلاس ۲۴ رجون کو منعقد ہوا اور بنارس یونیورسٹی کے پرو وائس چانسلر نے نہایت عمدہ تقریر کی جس میں انھوں نے فارغ التحصیل خواتین کو مبارکباد دی۔

ہندو یونیورسٹی کو ایک بیش بہا کتبخانہ کا عطیہ

مسٹر پی۔ چودھری بیرسٹر کلکتہ نے ہندو یونیورسٹی کو فرانسیسی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ عطا کیا ہے جسکی قیمت ۲۰ ہزار روپیہ ہے۔

مصری وزیر اعظم کو اعزازی تعلیمی ڈگری

انگلستان کی سیاحت کے دوران میں محمود پاشاہ وزیر مصر کو جامعہ آکسفورڈ۔ ڈاکٹر آف "سول لا" کی ڈگری عنایت کی۔

کوائف جامعہ

مجلس تعلیمی منعقدہ ۱۵ رمئی ۱۹۲۹ء کے مطابق حسب ذیل ترمیم نصاب تعلیم میں منظور کی گئی ہے، ابتدائی دوم سے ابتدائی پنجم تک، دوران سال میں مختلف ہدایات اساتذہ کے نام جاری کی جایا کریں گی جن کی اطلاع پیام تعلیم کے ذریعے بھی ہوتی رہا کریں گی۔

ثانوی دوم دسوم میں اردو میں "مقدمہ شعر وشاعری" کی بجائے "تحفہ اردو" پڑھائی جائے اور فارسی کی دوسری اور تیسری کتاب شائع کردہ "پنجاب یونیورسٹی" کی بجائے انجمن حمایت اسلام لاہور کی فارسی چوتھی پڑھائی جائے۔

ریاضی جیسا کہ جامعہ جونیر کے پرچوں سے معلوم ہوا ہوگا کہ ہم نے ریاضی کی تعلیم اور امتحانات کو رفتہ رفتہ اردو میں رائج کیا ہے اور گزشتہ سال کل پرچے اردو زبان میں دیئے گئے تھے۔ لہذا آیندہ ریاضی کی کل تعلیم اردو زبان میں دی جائے۔

جیومیٹری (علم ہندسہ) میں پیرپوئنٹ کی جیومیٹری (جس کا اردو ترجمہ مکتبہ جامعہ ملیہ سے ملسکتا ہے) نہایت مفید ثابت ہوگی اس کتاب کا پہلا حصہ حسب ذیل طریق سے پڑھایا جائے۔ مختصر تجربات اور فصل عملی بلا ثبوت ابتدائی ششم تک اور فصل عملی مع ثبوت و فصل نظری ثانوی اول میں پڑھایا جائے اس کتاب کا دوسرا حصہ ثانوی اول کے بعد جماعتوں میں شروع کیا جائے۔

جامعہ کا آیندہ سیشن ۳ راگست سے شروع ہوگا مگر انتظامات ابھی سے شروع ہوگئے ہیں۔ جامعہ کے ثانوی طلبا کے لئے ایک شاندار دو منزلہ کوٹھی کرایہ پر لی جارہی ہے بڑے طلبا کے لئے بھی دوسرے مکان کی تلاش کی جارہی ہے۔

اس ہفتہ جناب شیخ الجامعہ صاحب یو۔ پی کے دورہ کے لئے تشریف لے جارہے ہیں چنانچہ یہاں سے آپ علی گڑھ اور علی گڑھ سے بنارس وغیرہ ہوتے ہوئے اعظم گڑھ جائیں گے، واپسی آخر ماہ تک ہوگی۔

مذہب

اسلام

(بسلسلہ اشاعت گزشتہ)

تقدیر پر ایمان لانا تقدیر کے معنی ہیں اندازہ مقرر کرنا۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ہر چیز اندازے کے ساتھ پیدا کی ہے۔ یہ خدا ہی کا اندازہ ٹھہرایا ہوا ہے کہ آفتاب ایک وقت میں نکلتا اور دوسرے وقت میں غروب ہوتا ہے۔ چاند کبھی گھٹتا کبھی بڑھتا ہے۔ کبھی دن ہوتا ہے کبھی رات۔ کوئی مرتا ہے۔ کوئی بیمار ہوتا ہے۔ کوئی شفا پاتا ہے غرض دنیا میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوگا سب خدا کے علم میں ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اسی پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور کوئی پتّا درخت سے نہیں جھڑتا مگر وہ اسکو معلوم ہے۔"

یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ جب ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے تو پرستش اور جزا اور سزا کیوں ہے؟ یا یہ کہ جو تقدیر میں ہوتا ہے ہو رہتا ہے اپنی جانب سے کسی بات کی کوشش کرنے یا عمل صالح کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ دیکھو! کوئی شخص کاٹھ کی پتلی کی طرح بے اختیار نہیں ہے کہ کسی کے ہلانے کے سوا ہل ہی نہ سکتا ہو۔ سب آدمی اپنے ارادے سے اٹھتے اپنے ارادے سے بیٹھتے۔ اپنے ارادے سے بولتے۔ اپنے ارادے سے نماز پڑھتے اور اسی قسم کے دین و دنیا کے تمام کام اپنے ارادے سے کرتے ہیں۔ خدا نے انسان کو عقل دی ہے انھیں اختیارات اور سمجھ کے سبب اس نے انسان کو اپنے احکام کی بجا آوری کا پابند کیا ہے۔ ایک جگہ خدا کا ارشاد ہے جس نے خیرات کی اور (خدا سے) ڈر رکھا اور بھلی بات کو سچ جانا تو ہم اس پر نیکی کرنی آسان کریں گے اور جس نے بخل کیا اور نہ دیا تو ہم اس کو سختی میں پہنچا دیں گے۔"

تقدیر کے مسئلے میں دراصل اس بات کی تعلیم ہے کہ خدا کو تمام حالات موجودہ اور گزشتہ اور آیندہ کا عالم سمجھا جائے۔ یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے اور ہوگا۔ سب ازل سے ابد تک اس کو معلوم ہے۔ اور یہ کہ ہر بات اس کے قبضہ قدرت میں ہے اور وہ جس طرح چاہے ہر چیز میں تصرف کر سکتا ہے۔ لیکن لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یعنی انسان کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے تو اس کی کوشش ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

روز قیامت پر ایمان لانا خدا نے دنیا کو دار جزا اور مقام انتقام نہیں ٹھہرایا بلکہ ایمان، یقین، اعمال اور اقوال کے بدلے کے لئے ایک اور دن مقرر فرمایا ہے۔ قیامت کا دن وہی دن ہے۔ اس روز تمام لوگوں کو خواہ کوئی مرنے کے بعد آگ میں جلا دیا گیا ہو یا زمین میں دفن کیا گیا ہو۔ یا پانی میں گر کر مرا ہو۔ یا درندوں نے پھاڑ کھایا ہو غرض سب کو خدا از سر نو زندہ کرے گا تاکہ ان کے اعمال کا جو وہ دنیا میں کرتے رہے حساب کرے اور سب کو بدلا دے۔

دوزخ اور جنت پر ایمان لانا دوزخ نہایت عذاب اور تکلیف کی جگہ ہے یہ اللہ کی سلگائی اور بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو مشرکوں، کافروں، منافقوں، بے ایمانوں، ظالموں، گناہ گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

بہشت عجیب دل کش اور راحت بخش مقام ہوگا۔ خدا کو ایک جاننے، اس کی عبادت کرنے، گناہوں سے بچنے، ماں باپ کی عزت و ادب کرنے، ابنائے جنس کا بھلا چاہنے، ان کا بھلا کرنے۔ غرض تمام نیکیوں کا یہی صلہ ہے،

ریڈنگ روم۔ ریڈنگ روم میں ہر ایک کلاس کے متعلق علیحدہ علیحدہ فہرستیں تیار کر کے لگائی جائیں۔ علاوہ ازیں کمرہ مطالعہ کو مختلف قطعات اور پند ہائے سود مند سے مزین کیا جائے۔ اور بڑی بڑی میزوں پر اخبارات و رسائل نہایت صفائی سے ترتیب دیئے جائیں۔ تمام اخبارات و رسائل متواتر ایک میز پر پڑے رہیں۔ ایک ماہ بعد ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ فائل تیار کی جائے۔ ایک سہ ماہی یا ششماہی کے رسائل و اخبارات اکٹھے کر کے ایک جلد کرائی جائے۔ اور رجسٹر لائبریری میں درج کر دیئے جائیں۔ علاوہ ازیں کمرے کے باہر ایک نوٹس بورڈ ہو جس پر روزانہ چیدہ چیدہ خبریں درج ہوں۔ اگر کوئی رسالہ کا نفیس اور پر معنی اور نصیحت آمیز مضمون ہو۔ تو وہ بھی درج کیا جائے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴)

سائنس

کیا اور کیوں؟

احمد۔ دیکھو سلیم آج تالاب میں کتنا پانی ہے۔ اور کس قدر صاف شفاف آٹھ فٹ سے زیادہ ہی ہوگا۔

سلیم۔ کیا کہتے ہیں۔ آج تو میں تالاب کے تین چکر ضرور لگاؤں گا۔ ڈوبنے کا تو کچھ ڈر ہی نہیں۔ اگر تھک گئے تو بس دیوار کو پکڑ لیا۔

احمد۔ تو بھئی میں پیچھے رہنے والا تھوڑا ہی ہوں۔ بس جہاں تم وہاں میں۔ دونوں دوستوں نے کپڑے اتارے اور تیرنا شروع کیا۔ ابھی سلیم نے دو ہی چکر لگائے تھے کہ تھک گیا اور سیڑھیوں پر بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔

احمد۔ بس۔ کہاں گئے آپ کے دعوے۔

سلیم۔ بھئی میں بہت تھک گیا ہوں۔ میرے دل کی حرکت بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا۔ آدمی تھکتا کیوں ہے؟ اور اس کے دل کی حرکت کیوں زیادہ ہو جاتی ہے؟

احمد۔ بس اتر آئے فیلسوفیانہ گفتگو پر۔

سلیم۔ مذاق مت سمجھو۔ میں تو جا کر ماسٹر صاحب سے پوچھوں گا،

دو گھنٹے کے بعد سلیم اور احمد بورڈنگ پہنچے اور سلیم سیدھا ماسٹر صاحب کے کمرے میں گیا اور کہا ماسٹر صاحب مجھے دو باتیں بتلا دیجئے۔ ہم تھکتے کیوں ہیں اور زیادہ دوڑنے یا تیرنے کے بعد ہمارے دل کی حرکت کیوں تیز ہو جاتی ہے؟

ماسٹر صاحب۔ تمہارے دل میں یہ خیالات کیسے پیدا ہوئے؟

سلیم۔ آج میں نے تالاب کے دو ہی چکر لگائے تھے کہ میرا سانس پھول گیا اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

ماسٹر صاحب۔ تھکنے کی دو وجوہات ہیں۔ لیکن تمہیں عام وجہ بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جب ہم کوئی کام کرتے ہیں تو مختلف تبدیلیوں کی بنا پر ہمارے جسم میں ایسے مادے پیدا ہو جاتے ہیں جو زہریلے ہوتے ہیں۔ یہی زہریلے مادے ہمارے جسم پر اثر کرتے ہیں۔ اور ہم تھک جاتے ہیں۔ تم نے دیکھا ہوگا کہ جب ہم کوئی سخت کام کرتے ہیں تو جسم کے دوسرے حصوں سے زیادہ ہمارا دماغ اثر پذیر ہوتا ہے۔ اور تھک جاتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ "ہمارا دماغ کام نہیں دیتا" دماغ میں اسوقت زہریلے مادے پیدا ہوتے ہیں جب ہمارا جسم کام میں مشغول ہو۔ اگر تم کسی ایسے کتے کا خون جو تھکا ہوا ہو کسی دوسرے کتے کے دماغ میں جسے تھکاوٹ نہ ہو ڈالو تو دوسرے کتے کو فوراً تھکاوٹ محسوس ہوگی۔

اب رہی دل کی دھڑکن تو دل کبھی تھک ہی نہیں سکتا ہے اس کی حرکت تیز نہیں ہو سکتی اگر ہم اس پر زیادہ بوجھ نہ ڈالیں، دل کی ایک مقررہ حرکت ہی سے ظاہر ہے کہ اگر ہم دل سے زیادہ کام لیں گے تو اس کی حرکت بھی تیز ہو جائیگی یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ "یہ زیادہ حرکت کہاں سے آتی ہے؟" دل کے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس میں ایک مخفی قوت ہے جو ایسے موقعوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ لڑکے جب زیادہ دوڑتے یا تیرتے ہیں تو اس مخفی قوت کا ظہور ہوتا ہے یعنی دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ جہاں تم دیکھو کہ یہ مخفی قوت ظاہر ہوگئی ہے تو تم دوڑنا یا تیرنا بند کردو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو تمہاری صحت پر برا اثر پڑے گا اور اکثر اوقات تم بے ہوش بھی ہو جاؤگے۔

سلیم۔ ماسٹر صاحب، یہ بیہوشی کیا چیز ہے اور آدمی بیہوش کیوں ہوتا ہے۔

ماسٹر صاحب۔ سلیم واقعی بیہوشی ایک چیز ہے۔ جب آدمی زیادہ تیز دوڑتا یا تیرتا ہے تو اس کے دل کی مخفی قوت ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ اس وقت دل دماغ کو زیادہ خون نہیں پہنچاتا۔ دل اور دماغ کا آپس میں تعلق ہے اور دل کا یہ فرض ہے کہ وہ دماغ کو خون پہنچائے۔ جب دماغ کو کافی خون نہیں پہنچتا تو دماغ کام نہیں کرتا اور وہ زمین پر گر جاتا ہے۔ اور بیہوش ہو جاتا ہے لیکن گرنا اس کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ جب ہم کھڑے یا بیٹھے ہوں تو دل کو دماغ تک خون پہنچانے میں کافی دقت ہوتی ہے۔ کیونکہ زمین تمام چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اسلئے جب آدمی گر جاتا ہے تو دل کا کام آسان ہو جاتا ہے۔ اور جیسے ہی دماغ کو خون پہنچتا ہے دماغ اپنا کام شروع کر دیتا ہے جسکو ہم کہتے ہیں کہ ہوش و حواس درست ہوگئے۔"

جغرافیہ

آبادی

دنیا کے ہر ایک حصہ میں یکساں آبادی نہیں۔ پھر ایک ہی ملک کے سب حصوں میں ایک سی آبادی نہیں ہوتی۔ جس طرح کوئی شہر بڑا ہوتا ہے اور کوئی چھوٹا۔ اسی طرح دنیا کا کوئی حصّہ زیادہ آباد ہے اور کوئی کم۔ اس کی وجہ سمجھنے کے لئے سب سے پہلے یہ سوچ لینا چاہئیے کہ لوگ رہتے کہاں ہیں؟ ظاہر ہے کہ انسان کی آبادی شہروں میں ہوتی ہے یا گانوں میں۔ اب اگر ہم یہ معلوم کر سکیں کہ دنیا کے مختلف حصص میں شہروں اور گاؤں اور پھر شہروں اور گاؤں میں آبادی کی کمی بیشی کا کیا سبب ہے تو ہم یہ سمجھ سکیں گے کہ آبادی کا انحصار کن باتوں پر ہے۔ فرض کرو تم سے یہ کہا جائے کہ کسی ایسے ویرانے میں اپنا گھر بناؤ جہاں کوئی چیز پیدا نہوتی ہو تو کیا تم وہاں رہنے کے لئے تیار ہو جاؤ گے۔ ہرگز نہیں۔ اسیطرح اونچے اونچے پہاڑ جہاں سال بھر تک سوائے برف یا گھنے جنگلوں کے اور کچھ نہیں ہوتا، دشوار گذار گھاٹیاں، دشت وصحرا، سنگلاخ ساحل اور گھنے جنگل آبادی کے لئے موزوں نہیں ہوتے، نتیجہ اس کا یہ ہے کہ دنیا کے کوہستانی سلسلوں کا بیشتر حصہ، ایشیا اور افریقہ کے صحرا، ایمیزن اور کانگو کے جنگل اور متعدد سواحل آبادی سے بالکل خالی ہیں ایسے ہی شمالی اور جنوبی سمندروں کے اکثر جزائر، قطبی علاقے اور افریقہ کے اکثر حصص آب وہوا کی ناموزونیت کی وجہ سے آبادی کے لائق نہیں۔ مثلاً انتہائی شمال اور انتہائی جنوب میں تو اس قدر سردی پڑتی ہے کہ انسان اسے برداشت نہیں کر سکتا صوبجات متحدہ کے شمال میں ہمالیہ کے ساتھ ساتھ ایک نشیبی علاقے میں جو ترائی کے نام سے موسوم ہے لیکن یہاں کی آب وہوا صحت کے لئے نہایت مضر ہے۔ ان سب علاقوں میں یا تو سرے ہی سے آبادی نہیں یا ایسے ہی کہیں خال خال کچھ لوگ بستے ہیں۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو جائے گا کہ کرۂ ارضی کے بعض حصے آبادی سے کیونکر محروم ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہم یہ بھی بتا سکیں گے کہ دنیا کے جن حصوں میں کثرت سے آبادی ہے اس کی کیا وجہ ہے صاف ظاہر ہے کہ انسان ہمیشہ جنگلوں اور پہاڑوں سے دور سرسبز اور شاداب وادیوں، مرتفع ونشیبی میدانوں اور ایسے سواحل پر آباد ہوگا جہاں آمد و رفت میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔ انسان اپنی ضروریات زندگی جب ہی پوری کر سکتا ہے اگر کھیتی باڑی بھی ہوتی رہے اور لوگ صنعت وحرفت میں حصہ لیتے رہیں۔ یہی ایک صورت ہے تجارت، کاروبار، ذرائع آمد و رفت اور شہروں اور گاتوؤں کے قایم ہونے کی۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ کہیں کہ ہم نے تو صحراؤں اور جنگلوں اور دشوار گذار پہاڑوں میں بھی انسانوں کو بستے دیکھا ہے! اس کی وجہ یہ ہے کہ صحراؤں میں کہیں کہیں عمدہ نخلستان بھی ہوتے ہیں جہاں آدمی بآسانی رہ سکتا ہے اور دوسرے ملکوں میں آجا سکتا ہے اسی طرح جنگلوں میں ایسی چیزوں کی کمی نہیں ہوتی جن سے انسان اپنا پیٹ بھی بھر سکتا ہے اور جن کی تجارت سے وہ روپیہ کما سکتا ہے۔ اسی لئے لوگ کبھی جنگلوں ہی میں آباد ہو جاتے ہیں اور زیادہ تر شکار پر گزر کرتے ہیں۔ بعض ساحلوں کے کنارے کنارے ماہیگیر قومیں ہمیشہ حرکت کرتی رہتی ہیں۔ ان کی گذر مچھلی کے شکار پر ہوتی ہے۔ پہاڑوں کی گھاٹیوں اور چھوٹی چھوٹی تنگ وادیوں میں بھی تھوڑی بہت جگہ آبادی کے قابل نکل آتی ہے اور وہاں کچھ آدمی آباد ہو جاتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئیے کہ ان تمام مقامات پر میدانوں کے مقابلے میں آبادی بہت کم ہوگی۔ بہرکیف جس طرح ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ بعض علاقوں میں جو آبادی کے قابل نہیں ہوتے کہیں کہیں کیوں تھوڑے بہت لوگ آباد ہو گئے۔ اسیطرح ہم یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک یا ایک ہی ملک کے مختلف حصوں میں آبادی کی کمی بیشی کے کیا وجوہ ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جسقدر کسی ملک میں یا کسی ملک کے کسی حصے میں پہاڑوں، صحراؤں، وادیوں اور بنوں کی کثرت ہوگی اسیقدر وہاں آبادی بھی کم ہوگی۔

(بقیہ آیندہ)

تاریخ

سلطان غیاث الدین بلبن

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

پایہ تخت کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد اس نے بیرونِ شہر کی طرف رخ کیا۔ دہلی کے مضافات میں کچھ میواتی رہا کرتے تھے اور مغربی دروازے سے باہر ان کا کمین گاہ تھا۔ یہ وقت بے وقت جہاں موقع پاتے، شہر کے اندر گھس آتے اور شہر والوں کو لوٹ مار کر پھر اپنے کمین گاہ میں واپس چلے جاتے۔ بادشاہ نے ایک چھوٹا سا فوجی دستہ لیکر ان کا سراغ لگایا اور بالآخر انھیں وہاں سے منتشر کرکے شہر کو مامون و محفوظ کر دیا۔ علاوہ اس کے قرب و جوار میں جہاں اور کہیں قیام امن اور تحفظ جان و مال کی ضرورت تھی، بادشاہ نے فوجیں بھیج بھیجکر اسے درست کیا۔ کام پلیہ اور پٹیالہ کے درمیان جو سڑک تھی، اس پر غارتگری کی شکایت تھی، بادشاہ نے اس کی روک تھام کی۔ بدایوں کے قریب کچھ لوگوں نے سر اٹھایا، بادشاہ نے عین وقت پر پہنچکر ان کی سرکوبی کی۔ شیر خاں نامی ان چالیس غلاموں میں ایک غلام تھا جس کی طرف سے بادشاہ کو بغاوت کا خطرہ تھا، بادشاہ نے اس کانٹے کو راہ سے دور پھینکا۔

لیکن سب سے زیادہ فکر و تردد کا باعث لکھنوتی (بنگالہ) کا علاقہ تھا جو پایۂ تخت سے اس قدر دور ہونے کی وجہ سے ہمیشہ سرکشی اور بغاوت کا مرکز بنا رہتا تھا۔ اس وقت جب کہ بادشاہ قرب و جوار میں قیام امن کی تدبیروں میں مصروف تھا، طغرل نامی ایک شخص کے علم بغاوت بلند کرنے کی خبر بجلی کی طرح گری۔ مخبروں نے آکر خبر دی کہ طغرل نے حضور کے مقابلہ میں مغیث الدین کے لقب سے خود مختاری کا اعلان کر دیا ہے اور خطبہ میں اپنا نام رکھا ہے اور اپنے ہی نام کا سکہ بھی جاری کر دیا ہے۔ بادشاہ نے یہ سنتے ہی امیر خاں نامی ایک افسر کی سرکردگی میں فوج بھیجی، امیر خاں کو شکست ہوئی اور وہ عتاب شاہی کے مورد ہوئے۔ اس کے بعد پھر دوسری فوج بھیجی گئی لیکن اس کا بھی یہی انجام ہوا۔ اب تو بادشاہ کا جوش انتقام بھڑک اٹھا۔ پایۂ تخت کا انتظام قاضی شہر کے سپرد کیا۔ چھوٹے بیٹے بغرا خاں کو سامانہ سے بلایا اور ایک بڑے لشکر کو ہمراہ لے کر لکھنوتی کی طرف روانہ ہوا۔

طغرل نے کوکبہ سلطانی کی آمد کی خبر سنی تو فوراً راہ فرار اختیار کی اور جاجنگر میں جاکر پناہ لی۔ لشکر سلطانی نے طغرل کا تعاقب کیا اور ابھی بہت دور نہیں پہنچے تھے کہ بعض جانباز سرداروں نے اسے جا لیا۔ طغرل اس بدحواسی کے عالم میں ایک دریا میں کود پڑا اور چاہا کہ پار اتر جائے۔ لیکن قضائے الٰہی سر پر آگئی تھی، ایک سردار نے اسی حالت میں اپنی تیغ بے نیام سے اس کا سر تن سے جدا کر لیا اور وہیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سر لاکر لکھنوتی کے بازار میں لٹکا دیا گیا تاکہ سرکشوں اور باغیوں کو عبرت ہو اور بغاوت و سرکشی کا سودائے خام ان کے دماغ سے نکل جائے۔ طغرل کے جتنے رفیق اور شریک کار باقی رہ گئے تھے ان سب کو سخت سے سخت سزاؤں کا حکم دیا۔ چنانچہ دہلی میں قطار کی قطار پھانسیاں کھڑی کر دی گئیں تاکہ غدارانِ سلطنت اور بے وفایانِ دولت کی گردنیں ان سے لٹکا دی جائیں، لیکن بلبن جیسا سخت مزاج تھا، ویسا ہی رحمدل بھی تھا۔ قاضی شہر نے جب یہ قیامت برپا دیکھی تو بہ تن سفارش بنکر سامنے آکھڑے ہوئے۔ بادشاہ نے آنے کا سبب پوچھا تو دبی زبان سے عرض کیا کہ "اگر اتنے انسانوں کی جان بخشی کر دی جائے تو یہ عفو و کرم ہمیشہ کے لئے ان کی گردنوں میں اطاعت و وفاداری کا پھندا ڈال دے گا"۔ بادشاہ نے قاضی کی اس سفارش پر سب کو یکقلم معاف کر دیا۔ (باقی آئندہ)

نظم

بچپن

(میر نذر علی صاحب ...د ہماری اُردو اکادمی کے رکن ہیں، وہ اس لحاظ سے اس نظم پر ان کا شکریہ ایک رسمی بات ہوگی البتہ یہ درخواست ضرور ہے کہ "پیام تعلیم" کے لئے ایسی دلچسپ نظموں کی ابھی اور ضرورت ہے (ایڈیٹر)

اے مرے بچپن، مرے ہمدرد، میرے غمگسار
اک زمانہ تک رہا ہے تو۔ تو میرا یارِ غار
تو مری شخصی حکومت کی ہے نادر یادگار

تو غنی، اور فکریں رہتے سبھی تیرے لئے
کون سی شے تھی نہ جو موجود تھی تیرے لئے
تو نے جو ضد کی، وہ پوری کی گئی تیرے لئے

تو قیودِ عالمِ تہذیب سے آزاد تھا
جلوۂ آغوشِ فطرت بس ترا گہوارہ تھا

سچ تو یہ ہے تو بھی اپنے وقت کا ہے بادشاہ
اب اثر تیرا نہ وہ تیری حکومت، آہ آہ

ایک وہ دن تھا کہ تجھ سے عقل بھی تھی کوسوں دور
ایک وہ دن تھا کہ بالکل ہی نہ تھا تجھ کو شعور
ایک وہ دن تھا کہ جب ہوتا تھا کچھ تجھ سے قصور

واریاں دیکھے ماں تجھ پہ ہوا کرتی فدا
تجھ کو جھولے میں لٹا کر گیت گاتی نیند کا
شمع سے باتیں کیا کرتا تھا تو گھنٹوں پڑا

مارنا کیسا؟ کوئی تجھ کو جھڑکتا بھی نہ تھا
مطلعِ امید روشن فعل تھا ہر اک ترا

تیرا ہر اک فعل سب کو اس قدر محبوب تھا
جرم کرنے پر بھی کچھ تجھ کو نہ ملتی تھی سزا

کھیلتی ہونٹوں پہ تیرے جب مسرت کی لہر
باپ خوش ہوتا تو ماں مسرور ہوتی دیکھ کر
پھر مچل کر روٹھ جانے سے ترے ہر بات پر

تھے یہ سب تیرے ہنر، جب تک سمجھ آئی نہ تھی
جب سمجھ آئی۔ تو کس حرکت میں رسوائی نہ تھی
خندہ زن تجھ پر اکیلی یاس و تنہائی نہ تھی

ماں اسی دم جھنجھنا کر مناتی پھر تجھے
اور گھنٹوں گُدگُدا کر وہ ہنساتی پھر تجھے

شانِ استقلال بھی ہنستی رہی آٹھوں پہر
حیف تجھ میں آج تک باقی ہے بچپن کا اثر

صبح سے پھر دوپہر تک یہ ترا رہتا نظام
کھیلتا رہتا تو مٹی کے کھلونوں سے مدام
پھر اسے توڑا اسے پھینکا اسی میں ہوتی شام

کیسے ہیں ہمدرد، کچھ ہم، کر گزرتے ہی نہیں
نقشِ ہستی میں بقا کا رنگ بھرتے ہی نہیں
حیف ہے ہم۔ کام کوئی جم کے کرتے ہی نہیں

تیری ہستی لذتِ عالم سے لذت کش نہ تھی
تیری خوش کیفی کسی حالت کی منت کش نہ تھی

پھر ترقی کس طرح ہو کس طرح پھولیں پھلیں
جب قدم راہِ عمل میں ڈگمگاتے ہی رہیں

احسان کی قید

سردی کا موسم ہے۔ شام کے آٹھ بجے ہیں۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ شملہ کی شاہی سڑک کے دورویہ جابجا خوشنما پھول لگے ہیں جو اپنی خوشبو سے سڑک کی فضا کو معطر کر رہے ہیں۔

افضل باہر نکلا۔ وہ غریب اور محتاج بیکس تھا۔ ایک دفعہ چوری کے الزام میں دو سال کے طویل عرصہ تک جیل میں قید رہا۔ چوری کرنے کے وقت ایک ۱۶ سالہ نوجوان تھا اب وہ ۱۸ برس کا ہے۔ چوری کی عادت اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ وہ اپنے دل میں طرح طرح کے خیال لا رہا ہے اور ہر کام سرانجام دینے کی قوت اپنے اندر پاتا ہے۔ وہ ایک موٹا سا ڈنڈا لے کر ایک جانب کو روانہ ہوا اس کا اس وقت کا خیال چوری تھا۔ اور پریشانی کی حالت میں کبھی ادہر اور کبھی ادہر جاتا تھا۔ اتنے میں گھڑیال نے دس بجائے۔ تو وہ چونک پڑا۔ ہر طرف نظر دوڑائی۔ اور پانچ دس سکنڈ سوچکر ایک طرف کو چل پڑا ایک بازار سے ہوکر ایک تنگ گلی میں پہنچا۔ یہاں اس نے چپ چاپ ایک ٹوٹا سا دروازہ کھولا۔ اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ آخری سیڑھی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ مالک مکان جو ایک شریف اور مدبر بیرسٹر تھا۔ سویا نہیں تھا۔ بلکہ اپنے مطالعہ میں مشغول تھا۔

تھوڑے عرصے بعد بارش ہونے لگی۔ اور افضل سردی برداشت نکر سکا کیونکہ اس کے پاس کوئی اوڑھنے کا کپڑا نہ تھا۔ سردی کی وجہ سے اس کے دانت کٹ کٹانے اور ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ تنگ آکر اس نے مالک مکان سے رہائش کی جگہ مانگی۔

بیرسٹر کے دریافت کرنے پر "جناب میں ایک لاچار یتیم اور غریب آدمی ہوں۔ بوجہ گردش ایام میرے پاس کپڑا نہیں۔ سردی کے مارے مرتا ہوں۔ اور تنگ آکر آپ کے پاس پناہ گزین ہوا ہوں اس وقت میری حالت قابل رحم اور آپ کے ترس کی محتاج ہے"

یہ سن کر بیرسٹر کو بہت رحم آیا۔ پہلے اس کو چائے پلائی پھر سونے کے لئے ایک بستر دیا۔ تھوڑی دیر اور مطالعہ کے بعد بیرسٹر صاحب بھی سو گئے۔

افضل نے لحاف سے منہ نکالا۔ شمع جل رہی تھی۔ اور اس کی چمک دار روشنی میں دو نقرئی گلدستے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ اور ایک طرف ایک سونے کا گلدستہ رکھا تھا جو جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ مگر افضل کی نگاہ صرف ان دونوں نقرئی گلدستوں پر پڑی۔ یہ دیکھ کر اسے لالچ نے آدبایا۔ کہ بیرسٹر صاحب اب خواب میں مدہوش ہیں۔ یہ چرا لے جانے کا اچھا موقع ہے۔ ادہر بیرسٹر کی مہمان نوازی اسے ملامت و مذمت کر رہی تھی۔ مگر آخر اس پر چوری کی عادت غالب آئی۔ وہ بستر سے اٹھا۔ اور دونوں گلدستے اٹھا کر دروازے کی طرف چل دیا۔ اس کا دل ضمیر پر فتح پا گیا۔ حرص اس کو گلدستے دکھا کر حوصلہ دلا رہی تھی۔ اس نے چپکے سے دروازہ کھولا۔ اور سیڑھیوں پر سے اترنے لگا۔ ہر ایک سیڑھی اسے ملامت کرتی تھی بالآخر وہ باہر چلا گیا۔

صبح سویرے بیرسٹر صاحب اٹھے۔ گلدستے نہ پاکر بہت گھبرائے لیکن پھر بھی افضل پر رحم آیا۔ اور وہ اطمینان سے مطالعہ میں مشغول ہو گئے دفعتاً سیڑھیوں سے کسی کے اوپر آنے کی آواز آئی۔ اور جلد ہی ایک پولیس کانسٹبل افضل کو پکڑے ہوئے لایا۔ اور بولا۔ "بیرسٹر صاحب۔ یہ شخص آپ کو اپنا دوست بتا رہا ہے۔ اور کہتا ہے کہ بیرسٹر صاحب نے یہ دونوں گلدستے تحفے کے طور پر دئے ہیں۔ مجھے شک و شبہ ہوا۔ اس لئے اس کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ بیرسٹر نے کہا:۔

"اوہو۔ انھیں جلدی چھوڑ دو۔ یہ تو میرے عزیز دوست ہیں۔ میں نے انکو یہ دو نقرئی گلدستے تحفے میں دئے ہیں۔ اور ایک اور بھی طلائی گلدستہ دینا تھا۔ مگر یہ صاحب اس گلدستے کو بھول گئے تھے۔ اچھا ہوا۔ جو واپس آگئے" یہ کہکر بیرسٹر صاحب نے ایک اور طلائی گلدستہ لاکر افضل کے ہاتھ میں دیا۔ اسدن سے افضل نے توبہ کی۔ کہ آیندہ چوری نہ کروں گا۔

"بن باسی قلندر"

چودھویں رات کا چاند فلک پر کمال اوج پر تھا - قریب بارہ کے بج چکے تھے شہر کی ساری وسعت پر شب کی خاموشی چھائی ہوئی تھی - راہروں کی آمدورفت کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا - آسمان صاف و شفاف صورت بلور بنا ہوا تھا - فضا نہایت خاموش اور ہوا کی رفتار نہایت نرم اور خنکی آمیز تھی -

اس پُراثر کیفیت کو دیکھتے ہوئے میں آنگن کے صحن میں چارپائی پر پڑا ہوا تھا - بجائے اس کے کہ اس منظر سے میں متاثر ہوتا عجب بے قراری اور بیکلی تھی طبیعت پر انتہائی وحشت کا غلبہ تھا اور تفکرات چند در چند کی گھٹا چھائی ہوئی تھی ہر چند تکیہ کوشش کی کہ نیند آ جائے اور یہ بیقراری دور ہو لیکن نیند نہ آنی تھی نہ آئی اور بے چینی سے چھٹکارہ نہ ملا -

آخر اکتا کر گنگا جی کی راہ لی - گنگا جی کا منظر عجب سحر آگین اور دل خوش کن تھا ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی - موجیں اُٹھ اٹھ کر اپنے جوبن کو دیکھ کر اکڑ رہی تھیں - مہتاب کا عالم بھی عجب ہوشربا تھا - دودھ سی چاندنی پھیلی ہوئی تھی - موجوں کے تلاطم سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ چاندنی کے پتھر ہیں یا بلوری آئینہ - یہ بلوری آئینہ اتنا مرغوب تھا کہ جس میں خوبانِ فلک بھی اپنا جلوہ دیکھ رہے تھے -

ان پُراثر مناظر کو دیکھ کر میری تمام بیقراری اور تفکرات مبدل بخوشی و فرحت ہو گئے اور میں اس تنہائی کی حالت میں آگے بڑھتا چلا گیا - قریب ایک میل راستہ طے کرنے کے بعد مجھے ایک مدور پہاڑی نظر آئی جو جنگل سے متصل تھی - جب اس کے قریب پہونچا کیا دیکھتا ہوں کہ اس پہاڑی پر چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی ہے اور سامنے کچھ فاصلے پر آگ روشن ہے پہلے تو کسی قدر خوف پیدا ہوا اور آگے بڑھنے کو طبیعت ہچکچائی - آخر دل مضبوط کر کے اس پہاڑی پر چڑھا - پہاڑی اوپر کی جانب نہایت مسطح تھی - ہر طرف جھاڑی ہی جھاڑی نظر آتی تھی - اس طرح دشت و جبل کا دلکش منظر میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا - ہوا کے جھونکوں سے درختوں سے عجیب سہانے راگ نکلتے تھے ہر طرف ہرے ہرے سبزے کی بہار بھی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے سنجاب و سمور کا فرش کر دیا ہے پہاڑی کے اطراف بہت بھاری چشمے تھے چاندنی میں ان کا پانی ایسا معلوم ہوتا کہ گویا سیماب بہ رہا ہے چاروں طرف نالوں نے دھوم مچا رکھی تھی - غرض فطرت کی تمام چیزیں وہاں موجود تھیں -

میں ان چیزوں کا حظ اٹھاتے ہوئے اور آگے بڑھا جہاں وہ جھونپڑی واقع تھی جب جھونپڑی کے پاس پہنچ چکا دیکھا کہ اس جھونپڑی کے سامنے ایک "بن باسی قلندر" بیٹھا ہوا ہے - سامنے بڑی بڑی راکھ آلود جٹیں چھوٹی ہوئی ہیں - انگ پر بھبوت ملا ہوا ہے اور ایک گھٹنے تک لنگوٹی باندھے ہوئے مستانہ نگاہوں سے ادہر ادھر دیکھ رہا ہے جب میری اور اس بن باسی کی آنکھیں دوچار ہوئیں تو میں نے ادب سے جھک کر سلام کیا بن باسی نے نہایت حیرت سے دیکھتے ہوئے سلام کا جواب دے کر اپنے پاس بڑی مہربانی سے بلایا اور ہرن کے چمڑے کو میرے لئے بچھا دیا - میں اس کے اصرار کرنے پر اس پر بیٹھ گیا - کچھ دیر بعد بن باسی مجھ سے اس طرح مخاطب ہوا "کیوں بابا تم اس طرف اتنی رات کو کدھر نکلے"

میں - باباجی یونہی طبیعت جو اکتا گئی اور وحشت کا غلبہ ہوا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دریا کا منظر بھایا -

بن باسی - تم کچھ کھاؤ گے ؟

میں - جی نہیں مہاراج مجھے بالکل اشتہا نہیں ہے - آپ کے دیدار سے ہی طبیعت سیر ہو گئی -

غرض بن باسی نے بڑے اصرار سے بے وقت کھانے پر مجبور کیا بھر بگھ جی (چیلہ) نے کئی قسم کے پھل لا کر سامنے رکھے - کھانے سے فارغ ہو چکنے بعد میں نے بن باسی کے اس طرح تنہائی میں رہنے کی وجہ پوچھی اور دریافت کیا کہ آپ نے اس طرح آبادی سے منہ پھیر کر اس پہاڑی پر رہنا کیونکر پسند کیا

کیا شہر میں ایسے لوازمات میسر نہیں آسکتے تھے؟ کیا شہروں میں رہکر خدائے تعالےٰ کو نہیں پاسکتے۔

میرے اس طرح سوال کرنے پر بن باسی نے جواب دیا بابا! جو چیزیں ہم بن باسیوں کو جنگل میں رہ کر میسر ہوتی ہیں وہ شہر والوں کو عمر بھر کبھی میسر نہیں ہوسکتیں۔ تم لوگوں کے دن رات دنیا کے فکروں میں۔ مکاری۔ دغابازی اور حرص و ہوا میں گزرتے ہیں۔ کسی کو مال حیاتی کی شکایت ہے۔ کسی کو تنگی سامان کا شکوہ ہے۔ غرض ہر وہ ناقص اور ذلیل افعال جو انسان کو گناہوں میں مبتلا کرتے ہیں دنیا میں رہکر اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

مجھ کو دیکھو کہ کسی سے سروکار نہیں۔ سنسار سے ہم نے منھ پھیر لیا اور ساجن کی طرف رجوع ہوگئے۔ اس جنگل میں ہماری زندگی نہایت اطمینان اور آرام کے ساتھ گزرتی ہے جنگل کے پھل ہماری غذا ہیں۔ چشموں کے پانی سے ہم اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔ سونے کیلئے ہمیں سبزہ مخمل کا فرش ہے۔ دن کو سورج کی محفل ہے۔ رات کو ستاروں کی سبھا ہے۔ ہمیشہ خوش گوار ہوا ہمارے لئے موجود ہے۔ پرندے آکر عرفان کی تانیں اوڑاتے ہیں۔ کیا ایسی زندگی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ کیا آبادی میں رہ کر ایسی پاک زندگی بسر ہوسکتی ہے۔ کیا ہم اس اطمینان کے ساتھ پیتم کی یاد کرسکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

دنیا کی تو یہ حالت ہے کہ ہر دم پیٹ کے دھیان میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ دغا فریب دروغگوئی ان کا رات دن مشغلہ ہے۔ کبھی بھی بھگوان کی یاد نہیں ہوتی حالانکہ سب چیزیں فانی ہیں صرف خدا ہی کی ذات کو بقا ہے۔

بن باسی کی تقریر سے میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اور مجھ پر تھوڑی دیر کے لئے غنودگی چھاگئی۔ انھیں باتوں اور دیگر مختلف تصوروں میں آسمان کا رنگ بدل گیا۔ چاند ستارے ماند پڑنے لگے۔ طائران خوش نوا اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔ میں نے بن باسی سے اجازت لی اور جدھر سے آیا تھا اسی طرف روانہ ہوگیا۔

انعامی مضامین

۲۹؍اکتوبر ۱۹۲۹ء کو ہماری عزیز درسگاہ کا یوم تاسیس ہے اور اس خوشی میں "پیام تعلیم" کا بھی تاسیس نمبر اسی تاریخ کو شائع ہوگا۔ اس خاص نمبر کے لئے ابھی سے نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تیاریاں کی جارہی ہیں۔ اچھے اچھے مضامین جمع کئے جارہے ہیں۔ طلبا کے مذاق اور دلچسپی کی تصاویر کا انتظام ہو رہا ہے۔ اس نمبر کی کتابت اور طباعت بہت دیدہ زیب ہوگی اور اگر ممکن ہوا تو بعض صفحات کی دوہری رنگین چھپائی کرائی جائے گی۔ اس خوشی میں کہ جامعہ اپنی زندگی اور خدمت خلق کے نو سال بخیر و خوبی ختم کررہی ہے آج ہم بعض انعامی مضامین کا اعلان کرتے ہیں جن کا نتیجہ ۲۹؍اکتوبر ۱۹۲۹ء کے "پیام تعلیم" میں شائع ہوگا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ "پیام تعلیم" کے تمام خریدار اس مقابلے میں ضرور شریک ہوں گے اور انعامات حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔

(۱) پانچ روپے کا پہلا انعام اس طالبعلم کو دیا جائے گا جو دنیا کے مذہب مثلاً اسلام، عیسائیت وغیرہ وغیرہ میں سے کسی ایک پر بہترین مضمون لکھے گا۔

(۲) پانچ روپے کا دوسرا انعام پیام تعلیم کے سائنس کے صفحہ کیلئے بہترین مضمون لکھنے والے کو ملیگا۔ عنوان کا انتخاب ہر طالبعلم خود کرے۔

(۳) پانچ روپے کا تیسرا انعام اس طالبعلم کو دیا جائیگا جو کسی بڑے محقق ( ) مثلاً کولمبس وغیرہ کی تفتیش اور سفر کے حالات بہترین انداز میں لکھے گا۔

(۴) پانچ روپے کے چوتھا انعام کا مستحق وہ طالبعلم ہوگا جو کسی تاریخی موضوع پر بہترین مضمون سپرد قلم کریگا۔

(۵) پانچ روپیہ کا پانچواں انعام اس طالبعلم کو دیا جائیگا جو بہترین نتیجہ خیز کہانی لکھے گا۔

شرائط (۱) مقابلہ میں صرف دسویں جماعت تک کے طالبعلم شریک ہوسکتے ہیں جماعت کا حوالہ دینا بھی ضروری ہے۔

(۲) خریداران "پیام تعلیم" اپنے خریداری نمبر کا ضرور حوالہ دیں۔ دوسرے طالبعلم اپنے ہر مضمون کے ساتھ ۳؍ کا ٹکٹ بھیجیں۔

(۳) انعامات ۱۵؍ستمبر ۱۹۲۹ء تک "دفتر پیام تعلیم۔ دہلی" کے پتہ پر بھیج جانا ضروری ہیں۔

انعامی معمّا

دائیں سے بائیں

۱- یورپ کی ایک قوم
۲- ٹھہرنا
۳- حرف ندا
۵- کھیلنے کی چیز
۷- چکی
۹- چہرہ
۱۲- چادر
۱۴- ناپید
۱۶- آواز
۱۷- کھیل (انگریزی)
۱۸- یہی
۲۰- پرانا

۲۳	■	۱۵		۱۰	۸	۶	۱
	۲۱	۱۶	■				۲
■			۱۲	■		■	
۲۴		۱۷	■	۱۱	■		۳
		۱۸	■		۹	■	
■	■	■	۱۳			۷	■
۲۵	۲۲	۱۹	۱۴	■		■	۴
		۲۰	■				۵

اوپر سے نیچے

۱- ایک شاعر کا نام ۲۳- روانہ ہو
۴- آتش ۲۴- شرب
۶- بانسری ۲۵- جسم
۸- راست
۹- انگریز شاعر
۱۰- دوڑ
۱۱- کوئی
۱۳- شان
۱۵- حیات
۱۹- ایک
۲۱- بچوں کی پرورش کرنے والی
۲۲- برداشت کر

شرائط

۱- صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ۵ر کی کتابیں بھیجی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائیگا۔ پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔

۲- خریدار "پیام تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۳ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہو سکتے ہیں۔

۳- روز اشاعت سے پندرہ یوم کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں۔

۷ر جون کے معمے کا حل

ل	د	ہ	د	ن	ز	ی	گ	و	ن	ز
ی	م	■	م	و	ب	■	ل	و	ا	■
ک	ن	خ	■	ج	ر	د	■	ل	خ	ن
ا	■	ر	ز	■	و	ا	گ	■	د	ی
ہ	م	د	■	ا	س	م	■	ن	ا	ہ
ے	ل	■	ک	ر	ت	■	م	ی	■	ے
ن	ح	م	■	ا	ی	ر	■	و	ف	ت
ا	■	ن	م	ی	■	س	ا	ی	■	ر
م	س	ق	■	ش	ا	م	■	ا	ر	ک
■	ک	ا	ب	■	ع	■	م	ر	ز	ا
م	ر	و	ہ	د	ل	خ	ا	ک	ج	ی

نتیجہ

۷ر جون ۲۹ء کے معمے کا صحیح حل تو کوئی موصول نہیں ہوا البتہ مندرجہ ذیل اصحاب کے حل تقریباً صحیح ہیں۔ شرائط کے مطابق انعام برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے:-

۱- ابوالکلام محمد فخر عالم صاحب - آرہ
۲- ساجد علی صاحب بھیوڈر لاج - دہلی
۳- سعید احمد صاحب - بالاگھاٹ
۴- محمد عبد السلام صاحب - بالاگھاٹ
۵- محبوب الرحمٰن صاحب - دیوبند

انعامات ایک ہفتہ کے اندر روانہ کر دیئے جائیں گے۔

بحکم جناب شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلیشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں چھپکر دفتر پیام تعلیم سے شائع ہوا -

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۶۱

ٹیلیفون نمبر ۲۵۱۹

پیامِ تعلیم

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ اشتہارات

فی صفحہ للعہ ر

نصف صفحہ صہ ر

چوتھائی صفحہ سے ر

نرخنامہ خریداری

سالانہ للعہ

ششماہی صہ ر

فی پرچہ ار ر

ایڈیٹر:- سعید انصاری بی اے (جامعہ)

نمبر ۷ | ۷ر اگست ۱۹۲۹ء | جلد

فہرست مضامین

انعامی مضامین ، ۲۰ر جولائی ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں جن انعامی مضامین کا اعلان کیا گیا تھا ان کے متعلق شرائط میں مندرجہ ذیل دو باتیں مد نظر رکھی جائیں:-

(۱) مضامین ۱۵ر اکتوبر ۱۹۲۹ء تک بھیجے جا سکتے ہیں۔

(۲) مضامین "پیام تعلیم" کے دو صفحے سے زاید نہ ہوں۔

خریداران پیام تعلیم اور مدارس کے دوسرے طلبا سے توقع ہے کہ انعامی مضامین کے اعلان کو بغور پڑھ کر ضرور اپنے اپنے مضمون بھیجیں گے۔

معذرت - ہم کو افسوس ہے کہ پچھلے پرچہ میں ہماری غلطی سے بعض مضامین کے لکھنے والوں کا نام درج ہونا رہ گیا۔ اب لکھا جاتا ہے:-

محاسن اسلام	سعد انصاری صاحب
خادمہ بجلی	سید نصیر احمد صاحب
خرگوش کا ہونٹ	محمد اسلم صاحب پشاور
مقبرہ رابعہ دورانی	نور المہتدی صاحب اورنگ آباد
جہانگیر کا انصاف	ارشد بدایونی
نقل کرنے کا نتیجہ	" "

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

لاہور کے مشہور و معروف مقدمہ سازش کے ملزمین ابھی تک فاقہ کر رہے ہیں اُن میں سے بعض اتنے کمزور اور نحیف ہوگئے ہیں کہ وہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتے، چنانچہ کئی دفعہ مجسٹریٹ کو مقدمہ کی کارروائی ملتوی کرنی پڑی۔ ملزمین کو ہلاکت سے بچانے کے لئے اکثر اوقات حکام جیل انکو جبرًا خوراک پہنچاتے ہیں۔

لاہور کے اس مقدمہ کی وجہ سے ملک بھر میں شورش پیدا ہورہی ہے، لیکن حکومت پنجاب ابھی تک ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ ابھی حال میں حکومت نے سرکاری طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ مقدمہ سازش کے ملزمین کے مطالبات کو حق بجانب نہیں سمجھتی اس لئے وہ اپنے رویہ کو بدلنے کے لئے تیار نہیں۔

کانگرس کے مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ الہ آباد میں یہ طے پایا ہے کہ کونسلوں اور اسمبلی میں شمولیت اور عدم شمولیت کے مسئلہ کو کانگرس کے سالانہ جلسہ تک ملتوی کیا جائے۔ کانگرس کا سالانہ جلسہ دسمبر میں بمقام لاہور ہوگا

کانگرس کی صدارت کے لئے اکثر صوبوں سے مہاتما جی کا نام پیش کیا گیا ہے۔ ینگ انڈیا کی تازہ اشاعت میں مہاتما جی نے اس بار کو اٹھانے سے اپنی معذوری ظاہر کی ہے، اور لکھا ہے کہ اس کے لئے پنڈت جواہر لال موزوں اور مناسب ہیں۔

امسال یوم میلاد النبی منانے کیلئے غیرمعمولی اہتمام کیا گیا ہے۔ ہر قصبہ اور شہر میں سیرت نبی پر ایک تقریر پڑھی جائیگی جو خاص طور پر اس موقع کیلئے لکھی گئی ہے، اسکے ترجمے ہندوستان کی اکثر زبانوں میں ہو رہے ہیں، اور اسکی اشاعت ہزاروں کی تعداد میں ہوگی۔

ہندوستان کے باہر

مصر کی سیاسیات میں ایک غیرمعمولی انقلاب رونما ہوا ہے، لارڈ لائڈ جو اپنی سخت گیری اور متشددانہ حکمت عملی کیوجہ سے سامراجی حلقوں میں خاص شہرت رکھتے ہیں، مصر کی ہائی کمشنری کے عہدہ سے مستعفی ہوگئے مزدوروں کی حکومت نے اس جابر شخص کی پالیسی سے اتفاق نہیں کیا۔

مصر و برطانیہ کے درمیان ایک جدید عہد نامہ ہوا ہے جس کی رو سے مصر کو پہلے سے نسبتاً کچھ اور حقوق ملجائیں گے اور برطانیہ کا فولادی پنجہ بھی قدرے ڈھیلا پڑ جائے گا۔

غازی امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان ابھی تک اٹلی میں مقیم ہیں۔ فی الحال افغانستان میں انکی واپسی کی بہت کم امید کیجا سکتی ہے، آپنے اپنے مستقبل کے متعلق ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا۔

افغانستان کی خانہ جنگی ابھی تک جاری ہے، جنرل نادر خاں اور اُنکے بھائی بچہ سقہ کے خلاف ابھی تک کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں کرسکے اخبارات میں بالکل متضاد خبریں آتی ہیں۔ دونوں طرف کے ایجنٹ اپنے مطلب کی خبریں مشہور کرتے ہیں جن پر اعتماد کرنا مناسب نہیں۔ قرائنا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال جلد ختم ہونے والی نظر نہیں آتی۔

سائمن کمیشن کے ساتھ کام کرنے کیلئے مرکزی مجلس قانون ساز کے چند اراکین کی ایک کمیٹی مقرر ہوئی تھی، شروع میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ کمیشن اور کمیٹی میں کوئی فرق مراتب نہیں ہوگا، لیکن واقعات بالکل اس کے خلاف جا رہے ہیں، سر شنکرن نائر جو ہندوستانی کمیٹی کے صدر ہیں سائمن کمیشن کے طریقہ کار سے سخت برہم ہیں۔

ننھے بچوں کی تعلیم و تربیت

والدین کے عام فرائض

۱۔ انسان کے پیدا ہوتے ہی قدرت اس کی جسمانی، عقلی اور اخلاقی تعلیم و تربیت ساتھ ساتھ کرنے لگتی ہے۔ جب تک وہ چل پھر نہیں سکتا۔ بول نہیں سکتا۔ اس وقت تک قدرت بچہ کو ہاتھ پاؤں ہلانے رونے چلانے کی تعلیم دیکر جسمانی نمو کا انتظام کرتی ہے وہ مختلف چیزیں دیکھتا ہے۔ مختلف آوازیں سنتا ہے۔ غذائیں چکھتا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ تجربات اپنا نقش و اثر چھوڑتے ہیں۔ پس اگر ماں باپ منشائے قدرت کو سمجھ کر شروع ہی سے اپنے بچے کا ماحول ایسا بنادیں جو اس کی جسمانی اور عقلی قوائے کی نمو اور جذبات کی درست تربیت کا ضامن ہوسکے تو یقیناً دنیا کی بہت سی مصیبتیں اور پریشانیاں کم ہوجائیں۔ کیونکہ نسلیں اب سے بہتر ہوں گی یہ کام آسان نہیں۔ ماہرین تعلیم مغرب میں گزشتہ صدی کے وسط سے خصوصاً چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت پر تحقیقات کرتے رہے ہیں چند مشاہیر نے انہی اصولوں کو ایک نظام کی شکل میں بھی پیش کیا ہے۔ اسی پرچے میں فروبل کے کارناموں پر تبصرہ ہوچکا ہے میڈم مانٹیسوری اور ڈاکٹر ڈیوی کی ہستیاں بھی قابل ذکر ہیں۔ تا حال اس قسم کے تجربات و تحقیق۔ انکشاف اور ترمیم کا زور قائم ہے۔ وہ اب تک صرف چند اصولوں کو تعلیم یافتہ طبقہ نے بالعموم تسلیم کرکے اپنی دلچسپی کا ثبوت دیا ہے۔ مگر مغرب کے اکثر ممالک میں ان اصولوں پر سرکاری و پبلک مکاتیب جدیدہ میں عمل کیا ہونے لگا۔ کوشش اور تجربہ کرنے والی معلمات اپنی اپنی قوموں سے خراج تحسین بھی حاصل کررہی ہیں کیونکہ ان کی کاوش اور مصروفیت سے ملک کے دور ترقی کی نئی بنیادیں قائم ہونے لگیں سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں۔؟

اس سلسلہ مضامین میں جسمانی۔ دماغی اور معاشرتی تربیت کے سوالات والدین کی توجہ کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ جدید تعلیمی تجربوں کا خلاصہ بھی بطور ضابطہ یا لائحہ عمل پیش کیا جائے گا مگر مقصد حاصل ہونا دشوار ہے اگر تعلیم یافتہ والدین اولوالعزم نہیں۔ اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں رکھتے اور سرکار عالیشان کی شکایت کہ اچھے مدارس کا انتظام کیوں نہیں ہوا۔ پر صبر کرلیتے ہیں۔

چند اصول تو مشرق میں بھی مسلمہ تھے اور اگرچہ ان پر عمل کم ہوتا ہے لیکن سب ذی ہوش والدین ان کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔

مثلاً والد یا والدہ کے طرز زندگی کو بچہ اپنے لئے نمونہ سمجھتا ہے اگر وہ خود صاف ستھری ہیں۔ تو ان کی کوششیں بار آور ہونگی۔ ورنہ آیندہ نسلوں میں صفائی و پاکیزگی خصلت ثانیہ نہیں بن سکتے۔ بچوں میں بڑوں کی نقلیں اتارنے۔ ان سے تعریف حاصل کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ نیز چیزوں کی دریافت۔ بنانا۔ بگاڑنا یہ سب باتیں ہوشیار ماں اور استاد کے لئے برکت ہیں۔ وہ ان ہی آلات سے مدد لیکر بچہ کو بڑا یا بھلا بنا سکتے ہیں۔

(۲) بچہ سے غیر معمولی محبت کرنا اس کا حق ہے۔ لیکن لاڈ پیار اگر اس کی تربیت میں حارج ہے تو مضر ہے۔ محبت بغیر علم کے کم مفید ہے اب چند اصول ایسے بھی ہیں کہ ان کو علمائے مغرب نے تسلیم کرلیا۔ اور ہم ان کی اہمیت میں شبہ کرتے ہیں۔ مثلاً (۱) روک ٹوک۔ ڈانٹ ڈپٹ سے بچہ کے اخلاق بہتر نہیں بنتے بلکہ غلط مشغلہ کی جگہ درست اور دلچسپ شغل کا بچہ کے سامنے پیش کرنا خوب ہے بچوں کی دنیا چونکہ ہر کس و ناکس کی سمجھ سے باہر ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص جو کہ قدرت کی عنایت یا ستم ظریفی سے "والدین" کے با اثر طبقہ میں شمار ہوتا ہے۔ ہرگز حقدار نہیں کہ بچوں کے ظاہرا بے معنی یا غلط کاموں کو ایک موہوم مستقبل یا بڑوں کی روایات و تہذیب پر قربان کردے معلوم نہیں لوگ اپنا بچپن کیوں اتنا بھول جاتے ہیں کہ والد صاحب یا استاد بزرگ کی عنایات تازیانہ کا انتقام اپنی اولاد سے لیتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ بلکہ اس ظالمانہ رسم اور اظہار ناقابلیت کے طریقہ

کی تائید میں عقلی دلائل تک پیش کرنے لگتے ہیں! کاش مستقبل کے نقصانات کا دھندلا سا خاکہ ہی ان کے نظر کے سامنے آجایا کرتا۔ اور بزدل۔ چڑچڑے زود رنج۔ غیر مستقل مزاج۔ ریاکار نوجوان اپنی زبان حال سے بچپن کے سخت برتاؤ پر محاکمہ کر سکتے۔ (۲) ۳ ماہ کی عمر سے ۵ سال تک بچہ کے چال چلن اور اس کی شخصیت کی تشکیل ہو چکتی ہے۔ پس اس زمانے کو جو ماں باپ کی تربیت میں مدرسہ سے پہلے صرف ہوتا ہے بہت اہمیت دیجا رہی ہے۔ بلکہ ڈاکٹر فلاسفر تو اس زمانہ کو لڑکپن کے آنے والے سالوں سے زیادہ لائق توجہ تسلیم کرتے ہیں۔ کیا عمر کے اس دسویں حصہ میں جسم اور دماغ کے بڑھنے کی رفتار غیر معمولی نہیں بچہ کو فطرت نے نہ اچھا پیدا کیا ہے نہ برا۔ (ورنہ خدا ظالم ٹھہریگا معاذ اللہ) اس کو ایک کھیت سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس میں مختلف بیج۔ کھاد۔ اور پانی کی مقدار مختلف قسم اور مقدار کی پیداوار کا باعث ہوتے ہیں اس کے دماغ کو ایک خالی صفحہ کہنا بجا ہے۔ ماحول اور ہماری کوششیں جو بھی نقش بنائیں ذمہ داری ہم پر ہی رکھی جائے گی۔ اس نقش بنانے کے طریقوں میں خشک وعظ (جس میں بچہ کو بالطبع شریر و شیطان فرض کر لیا جاتا تھا) اور مار دھاڑ کامیاب ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ بچوں کو خوش و خرم اور تندرست۔ نیز برے اثرات کو دور رکھنے میں زیادہ کامیابی ہوئی۔

(۳) جس طرح باوجود تحقیق و کاوش کے ہم ایک کلیہ نہیں بنا سکتے کہ یہ بچہ بڑا ہو کر ضرور فلاں پیشہ اختیار کرے گا۔ اسی طرح ہمارا ارادہ کہ فلاں ماہ میں بچہ کو فلاں علم اور اگلے سال فلاں علم سکھا دیں اکثر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دماغی مراکز اپنے اپنے وقت پر جاگتے ہیں اور ماہرین نفسیات اب تک محض اندازہ ہی کر سکے ہیں کہ کیا کیا خواہشات بچپن کی کس کس حصہ میں نمایاں رہا کرتی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ بچوں کو جلدی چلانا۔ یا بلانا ان کے لئے مضر ثابت ہوا ہے آپ فطرت کے انجن کی رفتار کو دھکا دے کر تیز نہیں کر سکتے۔ پھر بھلا بچہ کو کتاب پڑھنے یا پہاڑہ سمجھنے میں سست دیکھ کر آپ اسے کودن کہنے کا کیوں دعوی کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنی کوشش سے اپاہج اور گونگا نہ رہا یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ ہمارا طریقہ تعلیم کسی بچہ کی دماغی ہیولی کے مطابق نہ ہو بمقابلہ اس امر کے کہ وہ فطرتاً ہماری بات سمجھنے کی اہلیت ہی نہ لایا ہو پس ذرا صبر و انتظار کیجئے۔ اپنے طریقوں میں اصلاح کیجئے اور غریب کو پھر موقع دیجئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر ماں نے ایام شیر خوارگی اور اس کے بعد کے ۳۔۴ سال کے زمانہ میں بچہ کی تینوں قسم کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا۔ مثلاً کھیل کود سے جسمانی تربیت۔ حواس خمسہ ظاہری سے مشاہدہ قدرت کرا کے قدرتی مصنوعی اشیا پر کشش کرائی اور ساتھ ہی باطنی حواس کو خوابیدہ نہ رہنے دیا۔ فضول باتوں کی ضد سے خوش اسلوبی کے ساتھ روکا۔ اچھے کام۔ برتاؤ اور ہمدردانہ رویہ کا جوش اور جذبۂ صادق پیدا کر دیا۔ تو یہ بنیاد۔ اس بچہ کی ترقی کی عمارت کو کبھی متزلزل نہ ہونے دے گی لیکن۔ اگر ماں نے بچہ پیدا کرنا اور بلا اصول دودھ پلانا۔ وقت بے وقت غذا کھلانا۔ صبح شام غسل اور صاف کپڑوں کا انتظام نہ کرنا۔ آوارہ بچوں میں ویسے ہی آزاد پھرنے دینا یعنی طعام و خواب کے علاوہ وقت فرصت کو تربیت نہ صرف کرنا۔ اپنا شعار بنا لیا ہے تو نتیجہ برا نکلے گا۔ ایسی اولاد مختلف امراض جسمانی و دماغی کی آماجگاہ رہے گی اخلاقی بنیاد تباہ ہو جائے گی۔ ۵ برس کے بعد وہ جب درس گاہ میں پہنچے گا تو استادوں اور دیگر باوری تربیت یافتہ طلباء کے لئے سنگ راہ ہوگا اور اس بگڑے ہوئے بچہ کو دوسرے صلاحیت یافتہ نونہالوں کے ساتھ چلانا اساتذہ کے لئے کس قدر موجب رنج اور ناکامیابی کا موجب ہوگا ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

وفد بہار کے حالات

جامعہ ملیہ اسلامیہ نے تعطیلات شروع ہونے سے پیشتر ہندوستان کے بعض اضلاع اور شہروں کا دورہ کرنے کے لئے جو چھوٹے چھوٹے وفود بھیجے گئے تھے ان میں سے ایک وفد جو مولوی ارشاد الحق صاحب اور خاکسار (اڈیٹر) پر مشتمل تھا، بہار گیا تھا۔ اس کی کارگزاریوں کا خلاصہ مع ہمدرد حضرات کے شکریہ کے ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

یکم جولائی سنہ ۱۹۲۹ء کو ہمارا وفد پٹنہ اور گیا کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور تین ہفتے صرف کرکے ۲۲ رجولائی کو واپس ہوا۔ اس عرصہ میں ہم نے صوبہ بہار کے مختلف اضلاع، مقامات کا دورہ کیا مثلاً پٹنہ، بانکے پور، پھلواری شریف، گیا، باڑھ، بہار شریف وغیرہ لیکن کام صرف ایک جگہ جمع کرلیا یعنی گیا شہر میں۔ پٹنہ اور بانکے پور کو ہم نے اس وجہ سے چھوڑ دیا کہ ان دنوں وہاں کی انجمن اسلامیہ کے لئے ایک ہال کی تعمیر کا چندہ ہونے والا تھا۔ ہم نے یہ مناسب خیال نہ کیا کہ مقامی اور غیر مقامی مفادوں میں کوئی تصادم ہو، اگرچہ بہترے جامعہ کے ہمدرد ایسے بھی تھے جو کسی حالت میں دونوں کے تصادم کا امکان نہیں سمجھتے تھے۔ قصبات و دیہات میں بھی ہم نے کام نہیں کیا۔ اس وجہ سے کہ یہ زمانہ آج کل چاول کی کاشت کا تھا۔ تمام لوگ بوائی، دیہائی میں مصروف تھے اور سال بھر کی جو کچھ پونجی تھی، وہ نئی فصل کی کاشت میں لگا چکے تھے۔ انھوں نے نہایت سچائی اور خلوص سے فرمایا کہ زمینداران و کاشتکاران سے مالی امداد حاصل کرنے کا بہترین وقت جنوری کا آخری اور فروری کے شروع کا زمانہ ہے جب کہ چاول کی فصلیں تیار ہو کر گھروں میں بھری جا چکتی ہیں اور لوگوں کے ہاتھ تحصیل کے روپیوں سے گرم رہتے ہیں۔ غرض اپنے مقصد کا جو ابتدائی جزو تھا، یعنی غلط فہمیوں کا ازالہ اور معلومات کا دینا، پٹنہ، بانکی پور اور دیہات و قصبات میں ہم نے صرف اسی پر اکتفا کیا۔ ان حضرات کی ذاتی خاطر و مدارات اور جامعہ کے ساتھ ان کی دلچسپی اور سچی ہمدردی کا نقش ہمارے دلوں پر ایک عرصہ تک باقی رہیگا۔ اسی مقصد کی پوری تکمیل یعنی ہمدردی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فراہمی سرمایہ کا کام، وہ ہم نے صرف شہر گیا میں کیا۔ بحمداللہ کہ ہفتہ عشرہ کی کوشش سے صرف ایک گیا سے چھ، سات سو روپے نقد وصول ہوئے۔ ہم نے بڑے پیمانہ پر کام شروع نہیں کیا تھا اور نہ اسکا ارادہ تھا بلکہ نجی طور پر زیادہ سے زیادہ جتنے لوگوں سے مل سکتے تھے ملے تھے اور ان سے بحث و گفتگو کے بعد جس قدر جامعہ کی طرف انھیں مائل کر سکتے تھے، اسی لحاظ سے وہ ہماری امداد کرتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ گیا کی تمامتر کامیابی کا سہرا جامعہ سے غائبانہ ہمدردی رکھنے والے اور ہم پر حد سے زیادہ عنایت فرما جناب قاضی احمد صاحب ایم۔ ایل۔ سی کی ذات پر ہے۔ آپ کی امداد و اعانت اور گہری دلچسپی اگر شامل حال نہ ہوتی (یا بہ الفاظ دیگر اگر آپ ہمارے شامل نہ ہوتے) تو یہ کامیابی ناممکن تھی۔ آپ کی ذات ستودہ صفات ہمارے رسمی شکریہ سے بالاتر ہے۔ آپ نے اس اثنا میں جس قدر عملاً حصہ لیا ہے، اسی قدر آپ کی دلچسپی اور جامعہ کے ساتھ آپ کا تعلق بڑھتا گیا ہے۔ آپ کا اصرار ہے کہ اگر جامعہ اپنی عمارتوں کی تعمیر کا سلسلہ شروع کرے تو سال نو ایک وفد پھر آئے جو قصبات و دیہات کا دورہ کرکے ڈھائی تین ہزار نہایت آسانی سے فراہم کر سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ کے چھوٹے بھائی قاضی محمود حسن صاحب کی کوششیں اور محنتیں بھی کچھ کم قابل ذکر نہیں۔ آپ بھی جامعہ کیساتھ پرانے ہمدردی رکھنے والوں میں ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے بھی جامعہ میں پڑھتے ہیں۔ آپ حضرات نے ذاتی و شخصی طور پر ضرورت سے زیادہ وفد کی خاطر و تواضع کرنے کے علاوہ پچاس روپے جامعہ کو دے اور اپنے خاندان سے ایک تین چار سو کتابوں کا ذخیرہ بھی کتب خانہ کو عنایت فرمایا جس میں بعض عربی کتابوں کے علاوہ زیادہ تر رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی چھپی ہوئی کتابیں ہیں۔

اس کے علاوہ بعض اور ہستیاں بھی ہیں جنھوں نے جامعہ کو مالی امداد دینے کے علاوہ جامعہ کے ساتھ اپنی ذاتی اور شخصی تعلق کا اظہار فرمایا۔ ان میں جناب شاہ مصطفےٰ احمد صاحب کی ذات ہیں جنھوں نے جامعہ کو ایک سو روپے دینے کے علاوہ آیندہ بھی مدد دیتے رہنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دوسرے جناب خان بہادر

محاسن اسلام

تیسری قسم

آداب اخلاق

(بسلسلۂ اشاعت گزشتہ)

یہاں جس طرح پیدائش، ہدایت اور کھلانے پلانے کی نسبت خدا تعالےٰ کی طرف ہے اسی طرح بیماری کی بھی ہونی چاہیئے۔ لیکن بندے کی طرف سے یہ ادب ہوتا اس لئے باوجود اس یقین و اعتقاد کے کہ تمام چیزیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں صرف غایت احترام سے مرض کو اس کی طرف منسوب نہیں کیا، حالانکہ ظاہر طرز ادا اور بندش کلام کا اس موقع پر بھی تقاضا تھا کہ مرض کی نسبت بھی اللہ عزوجل کی طرف ہو۔

ایک جگہ اور اللہ تعالےٰ نبی کریم صلعم پر ایمان لانے والے جنوں کا کلام اس طرح نقل فرماتا ہے۔

وانا لا ندری اشر ارید بمن — ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے
فی الارض ام اراد بھم ربھم — ساتھ برائی مطلوب ہے یا ان کا پروردگار
رشدا ۰ — ان کو راہ راست دکھانا چاہتا ہے۔

یہاں بھی برائی کا بیان صیغہ مجہول کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اعتقاد کا تسمی کے ساتھ یہ تقاضا ہے کہ خیر کی شر بھی اس کی طرف منسوب ہونا چاہیئے، اس لئے کہ ہر شے اس کے کرشمہ قدرت سے ہے۔ لیکن یہیں صرف تعظیم و تکریم کے خیال سے برائی کو مجہول کے صیغہ سے ظاہر کیا اور بھلائی کو کمال صراحت سے اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا، قرآن حکیم میں اس طرح کی مثالیں بہتری ہیں۔

دوم۔ اللہ تعالےٰ کے تمام احکام اور امر و نواہی کو ٹھکانے سے بجا لانا، ہر عمل اور ہر ادنیٰ نقل و حرکت میں اللہ عزوجل کا پورا دھیان رکھنا، اگر کار ثواب ہے تو اس طرح پر دھیان ہو کہ دل میں عظمت رکھنے کی پوری تصویر ہو، اعضا و جوارح سے عاجزی و درماندگی کا کامل اظہار ہو۔ دل میں اتنا اخلاص اور امور دنیا سے اتنی یکسوئی ہو کہ اپنی ہر نقل و حرکت پر جلوہ الٰہی پیش نظر ہو، یہی مطلب درحقیقت احسان کا ہے جس کو آن حضرت صلعم نے اپنی اس حدیث میں بیان کیا ہے۔

الاحسان ان تعبد اللہ — احسان یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی
کانک تراہ فان لم تکن تراہ — اس طرح کر کہ تو گویا اس کو دیکھ رہا
فانہ یراک — ہے اگر تو اس کو نہیں دیکھ سکتا
(تو یہ سمجھ) کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

اگر کار گناہ ہے تو یہ دھیان کرے کہ اس کے سر پر ایک زبردست محافظ و نگراں، جو نفس کی ہر سرگوشی اور دل کے ہر بھید سے باخبر ہے۔ ظاہر و باطن سب اس پر یکساں ہے، ایسا خیال کرنے سے اس کے دل میں عاجزی اور اعضا و جوارح پر ایک ایسی شکستگی طاری ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کا خوف اس کے سامنے اس طرح آئے گا کہ باوجود عزم و ارادے کے فعل قبیح سے باز آئے گا اور برائی کے میں مبا کر لوٹ آئے گا۔

قرآن حکیم کا لفظ تقوےٰ دونوں طرح کے دھیان پر بعد میں حاوی ہے۔ قرآن کا یہ ایسا جامع مانع لفظ ہے، کہ ہر قسم کی نیکی و بھلائی کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ اور انسان کے دامن عصمت کو کسی برائی سے الجھنے نہیں دیتا، اسی بنا پر قرآن کریم نے انسان کو سب سے زیادہ تقوےٰ پر آمادہ کیا ہے، انسان اس کے ذریعہ سے دین و دنیا کے جو جو کمالات اور جو جو بلند مراتب حاصل کر سکتا ہے سب کو اللہ عزوجل نے مفصل اپنی کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ فرماتا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا — اے ایمان والو:۔ اللہ سے ڈرو، اور
قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم — ٹھیک بات کہو، (اللہ) تمہارے اعمال
ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ و — سدھار دیگا اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیگا
رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً ۰ — اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی
(سورۃ احزاب آیت ۷۰)

خادمہ بجلی

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس بات کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا کہ ہماری خادمہ نے نہایت عجیب اور مفید کام کرنے شروع کئے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ ہماری خادمہ بھی تھوڑے ہی عرصہ سے دنیا میں ظاہر ہوئی ہے۔ یہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ہماری خادمہ تو کئی ہزار برس پہلے سے اس دنیا میں چھپی بیٹھی تھی۔ لیکن کیا وہ کاہل، سست اور کام سے دل چرانے والی تھی جو یونہیں چھپکر بیٹھی رہی۔ ایسی خادمہ کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنا ٹھیک نہیں۔ ہم نے نہ تو کبھی اسے ڈھونڈا اور نہ ہی اسے کبھی کام کرنے کا موقع دیا اس میں غلطی ہماری تھی۔

ہماری خادمہ اس دنیا میں آدمی کے پیدا ہونے سے بھی پہلے موجود تھی۔ وہ بادلوں میں ایک ٹکڑے سے کود کر دوسرے میں جاتی اور دوسرے سے تیسرے میں اور اس طرح اپنا نام و نشان ظاہر کرتی۔ بہت زمانہ ہوا یونانی اس "چمک" کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ سب سے بڑے خدا "جو پیٹر" نے آتش کے گولہ کو پھینکا ہے۔ دوسرے حکیم بھی اس "چمک" کو دیکھتے تھے لیکن انھیں اس کا کچھ بھی علم نہیں تھا کہ یہ "چمک" پیدا کس طرح ہوتی ہے۔ بجلی کے متعلق اس زمانہ کے لوگ کچھ نہیں جانتے تھے، لیکن آگے چلکر ہمیں معلوم ہوگا کہ ہماری خادمہ نے کس طریقہ سے ہمیں بتایا کہ وہ بادلوں میں چمک پیدا کرتی ہے۔

ہمیں یہ معلوم کرنے میں بہت وقت لگا کہ دنیا میں کوئی چیز بجلی بھی ہے۔ حضرت مسیح سے قبل قدیم یونانیوں نے معلوم کر لیا تھا کہ عنبر کے ٹکڑے میں ایک عجیب پوشیدہ خاصیت پائی جاتی ہے۔ (عنبر کا رنگ ہلکا زرد سا ہوتا ہے اور ہمارے یہاں یہ عام طور سے زیوروں میں استعمال ہوتا ہے، یورپ میں یہ بہت کم پایا جاتا ہے)۔ انھوں نے نہایت تعجب سے اس بات کو دیکھا کہ جب عنبر کا ٹکڑا رگڑا جاتا ہے تو وہ چھوٹے چھوٹے تنکوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

یونانی اس سے صرف چھپی ہوئی بجلی کو تنگ کرتے تھے کیونکہ اصل میں یہ بجلی ہی تھی جو تنکوں کو اپنی طرف کھینچتی تھی۔ لیکن ان لوگوں کا خیال تھا کہ عنبر میں روح ہوتی ہے اور جب ہم اس کو رگڑتے ہیں تو روح میں گرمی اور زندگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔

اس زمانہ میں بھی خادمہ بیتاب تھی کہ کسی طرح آدمی مجھ سے کام لینا شروع کردے۔ لیکن کسی نے بھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ آخر تنکے عنبر کی طرف کیوں کھنچتے ہیں۔ انھوں نے عنبر کے اندر ایک روح فرض کر لی۔ لیکن ان کا خیال بالکل غلط تھا۔

اس بات کو دو ہزار برس گزر گئے لیکن کسی نے بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کیا۔ دنیا میں بہت سے انقلاب ہوئے۔ صرف جزائر برطانیہ ہی کی تاریخ پڑھ لو۔ آدمیوں نے برطانیہ کے جنگلی لوگوں کو فتح کیا۔ اسکے بعد انگریز جنھیں "اینجلس" کہتے ہیں اس ملک میں آئے اور اس کو ولیم فاتح نے ان جزائر کو اپنے قبضہ میں کیا اور کئی بادشاہوں نے حکومت کی لیکن ہماری خادمہ اسیطرح بیکار پڑی رہی آخر ملکہ الزبتھ کے زمانہ میں ڈاکٹر ولیم جلبرٹ نے (جو ملکہ کے ڈاکٹر تھے) یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ معلوم کرکے رہیں کہ واقعی عنبر میں کوئی عجیب خصوصیت ہے۔

ڈاکٹر جلبرٹ نے گندھک کا ایک ٹکڑا لیا اور اسے رگڑا انہیں معلوم ہوا کہ یہ بھی اپنی طرف تنکے اور دوسری ہلکی چیزوں کو کھینچتی ہے۔ تب اس نے شیشہ کے ٹکڑے سے تجربہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس میں بھی کھینچنے کی طاقت پائی جاتی ہے۔ اس نے پھر دوسری چیزوں سے تجربہ کیا اور ہر ایک میں اس نے یہ خاصیت پائی۔ یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ عنبر میں جو پوشیدہ خاصیت پائی جاتی ہے وہ گندھک اور دوسری چیزوں میں بھی ہے۔

اب ڈاکٹر جلبرٹ نے ارادہ کیا کہ اس عجیب خاصیت کا کوئی خاص نام رکھنا چاہیئے۔ چونکہ یہ خاصیت سب سے پہلے یونانیوں نے معلوم کی تھی اسلئے اس نے یونانی لفظ عنبر کے ہم معنی اس کا نام رکھا۔ یونانی زبان میں عنبر کو "الکٹرن" کہتے ہیں اس لئے ڈاکٹر نے اس خاصیت کا نام الکٹرسٹی (بجلی) تجویز کیا۔

آنحضرتؐ

احمد الیاس نعیمی صاحب نے حال ہی میں چھوٹے چھوٹے بچوں کے لئے ایک اور کتاب "آنحضرت" کے نام سے لکھی ہے، جو انشاء اللہ جلد شائع ہوگی۔ تمہید اور پیدائش کا بیان، ناظرین "پیام تعلیم" کی دلچسپی کے لئے پیش کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

ہمارے دیس ہندوستان سے بہت دور ٹھیک پچھم کی طرف، عرب نام کا ایک اور ملک ہے، وہاں مکہ نامی ایک شہر ہے، بہت مشہور، اسی شہر مکہ میں آج ۱۳۔ ۱۴ سو برس پہلے اللہ میاں کے ایک بہت ہی پیارے اور اچھے بندے پیدا ہوئے۔ ان کا نام محمدؐ ہے لیکن ادب سے ان کا نام نہیں لیتے بلکہ جب ان کا ذکر کرتے ہیں تو آنحضرت کہتے ہیں اور ساتھ ہی ان پر اس طرح درود و سلام بھیجتے ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اللہ ان پر اپنی رحمت اور سلامتی بھیجے (۱)

آنحضرت، ہمارے نبی، خدا کے بھیجے ہوئے رسول، اور اس کے پیام لانے والے (پیغمبر) ہیں، جس طرح ان سے پہلے حضرت آدم۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ وغیرہ ہوئے ہیں۔ مسلمان انھیں خدا کا آخری نبی مانتے ہیں ان کا بہت بڑا درجہ ہے، بس یہ سمجھو کہ خدا کے بعد ان سے بڑا کوئی نہیں، اور وہ اس دنیا اور اس دنیا یعنی دونوں جہان کے سردار ہیں۔

آنحضرت، جس زمانے میں پیدا ہوئے، عرب دیس کا حال بڑا خراب تھا، وہاں کے لوگوں میں دنیا کا ہر عیب پایا جاتا تھا۔ عرب کے سوا اور ساری دنیا کا حال بھی کم وبیش ایسا ہی بڑا تھا۔ عربوں میں تو کچھ اچھائیاں بھی تھیں، ایسی کہ جب اور سب باتیں ٹھیک ہوگئیں تو خود ان کے لئے اور ساری دنیا کے لئے ان کی یہی اچھائیاں سونے پر سہاگہ ثابت ہوئیں۔

دنوں سے دنیا کی حالت ایسی ہی خراب چلی آرہی تھی، یہاں تک کہ لوگ اپنے رب ہی کو بھلا بیٹھے تھے، اور خدا کے حکموں کو بھولے ہوئے تھے۔

کعبہ مکہ میں برابر لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کا ایک گھر بنا ہے اسے خدا کا گھر کہتے ہیں جسے حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل خدا کے پیغمبروں نے خدا کی عبادت کے لئے بنایا تھا، لیکن خدا کے اس گھر میں ان لوگوں نے پتھر کے بت بنا بنا کے رکھے تھے اور انھیں اپنا خدا مانتے اور ان سے طرح طرح کی منتیں، مرادیں مانگتے

اللہ میاں نے اپنے بندوں کو ہوشیار کرنے اور بے خبر نیند سے جگانے کے لئے آنحضرتؐ کو اپنا پیغمبر بنایا اور آپ نے اللہ میاں کی ایک ایک بات اس طرح لوگوں کے دلوں میں اتار دی کہ ایک دن، وہ سب بھولے بھٹکے اللہ میاں کی سیدھی اور سچی راہ پر چلنے لگے اور بتوں کی پوجا کی جگہ خاص اپنے رب کی عبادت کرنے لگے۔

آنحضرتؐ کو خدا نے جب اپنا پیغمبر بنایا ہے تو اس وقت آپ پورے چالیس برس کے تھے۔ ابھی تک ہر چھوٹا بڑا حضور کو بہت اچھا اور سچا آدمی جانتا تھا، آپ کو دل سے چاہتا اور آپ کی بڑی عزت کرتا تھا، لیکن جوں جوں حضور اللہ میاں کی باتیں لوگوں کو سناتے گئے وہ آپ سے جھگڑے کرنے لگے کہ یہ تو ہمارا تمہارا دین ہی بدلنا چاہتے ہیں۔ جسے ہمارے باپ دادا مانتے چلے آئے ہیں۔ آخر ان لوگوں نے آنحضرت کو اس معاملے میں بہت بہت ستایا، مگر آپؐ نے انھی کی بھلائی کے لئے اور خدا کی مرضی حاصل کرنے کے لئے وہ سب ظلم و ستم سہے اور ایک دن پتھر کی بنی ہوئی مورتوں اور بتوں کے پجاریوں کو ایک ہی خدا کا پجاری بنا کے چھوڑا، سینکڑوں ہزاروں برس کے خدا کے باغی (کافر) آخر خدا کے ایک ایک حکم پر آنحضرت کے معمولی اشارے پر وقت جان دینے تک کو تیار رہنے لگے اور خدا کی راہ میں انھوں نے بھی بڑی بڑی مصیبتیں خوشی خوشی جھیلیں۔ اللہ نے چاہا، یہ سب باتیں آگے آئیں گی۔

نور کا ظہور

بچہ پیدا ہوتا ہے، خود روتا ہوا آتا ہے۔ پر ماں باپ کے لئے خوشی کا سامان لاتا ہے گھر بھر میں چہل پہل مچ جاتی ہے، یہ گھڑی بڑی مبارک گھڑی کہلاتی ہے۔ بچہ سیانا ہوتا ہے، ماں باپ طرح طرح کی خوشیاں مناتے ہیں، ہر برس سالگرہ کی دھومیں مچاتے ہیں، یہ دن بڑی خوشی کا دن سمجھا جاتا ہے۔ طالب علم امتحان میں کامیاب ہوتا ہے، اس دن وہ مارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا ہے۔ بچہ، لڑکے سے جوان ہوتا ہے، ہر کام میں جی لگتا ہے، ہر چیز میں مزا پاتا ہے۔ شادی ہوتی ہے، دل کی کلی کھلتی ہے۔ کہتے ہیں، شادی کا دن عید کا دن ہوتا ہے۔ وہ گھڑی ایسی مبارک و پرسرور ہے کہ نام ہی اس کا شادی مشہور ہے۔ آدمی نوکری کی درخواست کرتا ہے، منظوری کا پروانہ آتا ہے، اسی سے پوچھو وہ دن اس کے لئے کتنا مبارک ہوتا ہے۔ ہماری تمہاری ہی طرح کا ایک آدمی ہوتا ہے، خدا اسے بادشاہ بناتا ہے، سب سے زیادہ

(۱) لکھنے میں کبھی عبارت چھوٹی رکھنے کی نیت سے صرف یہ (ؐ) نشان کر دیتے ہیں اور پڑھنے والے اسے پورا (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھتے ہیں۔

کولمبس

ملک اٹلی میں ایک شہر جینوا ہے، جہاں آج سے کئی سو برس پہلے ایک بہت بڑا ملاح جس نے نئی دنیا کا پتہ چلایا پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام کولمبس تھا۔ کولمبس جب بڑا ہوا تو اس نے پرتگیز ملاحوں سے جو اس وقت فن جہازرانی کے استاد سمجھے جاتے تھے اس فن میں مہارت حاصل کی اور ان کے ساتھ نئے بحری سفر کئے۔

ہندوستان شروع زمانہ ہی سے سونے کی چڑیا مشہور تھا اور اس کی زرخیزی کے افسانے یورپ کی ہر قوم کو معلوم تھے، ہر ایک ملک میں اس کے مال و دولت کا چرچا تھا۔ بہت سے ملاحوں نے سمندر میں ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کے لئے سفر کئے لیکن ہمیشہ ناکامی کا مونھ دیکھنا پڑا۔ کولمبس کو بھی دیکھا دیکھی اس کا شوق ہوا۔ لیکن وہ ایک معمولی ملاح تھا اس کے پاس جہاز اور دوسرا سامان نہیں تھا لہذا اس نے کسی بادشاہ سے مدد لینے کا خیال کیا۔

سب سے پہلے اس نے اپنے ملک کے بادشاہ کے حضور میں درخواست دی جو نامنظور ہوئی، اس نے پرتگال اور انگلستان کے بادشاہوں سے درخواست کی لیکن وہاں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا

ان دنوں کے بادشاہ کی شہر غرناطہ پر مسلمان بادشاہ سے لڑائی ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور بادشاہ نے خوب جشن منائے اور خوشیاں کیں۔ کولمبس نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور بادشاہ کے سامنے درخواست پیش کی، بادشاہ اس پر بھی راضی نہ ہوتا تھا لیکن ملکہ کی سفارش پر راضی ہو گیا۔

جہازوں کی تیاری کا حکم دے دیا گیا اور تین جہازوں کا ایک بیڑا بنایا گیا۔ بہت سے ملاح اور دوسرے لوگ ملازم رکھے گئے اور ۱۴۹۲ء میں یہ بیڑا جانب مغرب روانہ ہوا۔

کولمبس اس بیڑے کا سردار تھا اور تمام ملاح وغیرہ اس کے ماتحت تھے۔ کولمبس نہایت سرگرمی اور محنت سے اپنا کام کر رہا تھا بس اسکو یہی دھن تھی کہ ہندوستان کا رستہ معلوم ہو جائے۔ کوئی تین مہینے میں اس نے سات سو کوس کے قریب فاصلہ طے کیا لیکن اپنے ساتھیوں کو ہمیشہ کم بتاتا تھا تاکہ کہیں وہ بددل نہ ہو جائیں۔ بیڑا ساحل سے بہت دور آگیا تھا۔ ہر طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ پانی اور آسمان۔ اس کے علاوہ کسی چیز کا پتہ نہ تھا۔ چار مہینے گھر سے نکلے ہو گئے تھے اور زمین کا کہیں نام و نشان بھی نہ تھا۔ ملاح بیچارے گھبرائے اور کولمبس کو واپس جانے پر مجبور کرنے لگے۔ مگر کولمبس اس بات کو کب مانتا۔ اس نے پہلے انکو نرمی سے سمجھایا لیکن وہ نہیں مانتے تھے۔ آخر ان کو ڈرایا دھمکایا ساتھ ہی انعام کا لالچ بھی دیا۔ اور کہا اب کچھ دنوں کی بات ہے۔ چند دنوں کے لئے تو وہ چپ ہو گئے لیکن جب منزل مقصود کا کہیں نشان بھی نہ پایا تو انھوں نے آپس میں سازش کی کہ آؤ اس کولمبس کو سمندر میں پھینک کر اس کا خاتمہ کر دیں اور جہاز کو واپس لے چلیں۔ کولمبس کو جب اس کا پتہ چلا تو بہت گھبرایا اور کہ چند دن اور صبر کرو اور اگر زمین کا پتہ نہ چلا تو واپس لوٹ جائیں گے۔

آخر اکتوبر کے مہینے میں کوئی آدھی رات کے وقت کولمبس نے حکم دیا کہ جہاز کے بادبان اتار دئے۔ جب ملاحوں نے یہ حکم سنا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی اور انہوں نے پاگلوں کی طرح زمین زمین کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جب دوسرے ملاحوں نے اس کی آواز سنی تو وہ بھی زمین زمین چلا اٹھے۔

اب بھلا کسکو نیند آتی۔ صبح کا انتظار تھا۔ آخر خدا خدا کرکے مشرق سے سورج طلوع ہوا اور کولمبس نے ادھر ادھر نظر دوڑانا شروع کی۔ تھوڑے سے فاصلہ پر ایک جزیرہ اور کچھ درخت نظر آئے۔ ملاحوں نے کولمبس سے معافی مانگی اور چند ملاح ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھکر کنارہ پر پہنچے اور کولمبس نے اسپین کے بادشاہ کا جھنڈا اس سر زمین پر گاڑھ دیا۔

امتحان کی کامیابی

یہ نظم بقر عید کے دن، عزیزی محمود حسین سلمہٗ کے لئے، ان کی کامیابی امتحان پر، انھیں کے جذبات اور حرکات سے متاثر ہو کر لکھی گئی تھی۔ (محوی)

لو امتحان دے کر محمود آرہے ہیں
کیا کھل رہی ہیں باچھیں، کیا مسکرا رہے ہیں

اس سال امتحاں میں ہیں کامیاب شاید
انداز تو کچھ ان کے یہی بتا رہے ہیں

رکھتے قدم کہیں ہیں، پڑتے قدم کہیں ہیں
کیا خوش خوش رہے ہیں، کچھ گنگنا رہے ہیں

پڑھنے میں جی لگایا، لکھنے میں سر کھپایا
بس آج سال بھر کی محنت کا پا رہے ہیں

دادی بھی خوش، بہن بھی، ماں باپ بھی چچا بھی
سب گھر کے لوگ کیسی خوشیاں منا رہے ہیں

آئے ہیں پاس ہو کر، وہ ہاتھ میں سند ہے
پرچہ وہ نمبروں کا سب کو دکھا رہے ہیں

لے لو وہ امتحاں کی باتیں سنا سنا کر
ماں باپ کے دلوں کو کیسا لبھا رہے ہیں

کچھ کہنا چاہتے ہیں، منہ سے نہ کچھ نکلتا
کرکے ادھوری باتیں سب کو ہنسا رہے ہیں

حالی کے شعر انھوں نے ریڈر میں کچھ پڑھے تھے
کیا جھوم جھوم کر وہ سب کو لبھا رہے ہیں

سُن سُن کے انکی باتیں گن گن کے اُن کے نمبر
کچھ مسکرا رہے ہیں، کچھ کھل کھلا رہے ہیں

ابّا نے پیٹھ ٹھونکی، ماں نے گلے لگایا
اس طرح اور ان کی ہمّت بڑھا رہے ہیں

اسوقت کی مسرت پوچھو کچھ انکے دل سے
بن بن کے گو وہ اپنی حالت چھپا رہے ہیں

کھلوائیں گے مٹھائی، ماں نے یہ جو انھوں نے
سب اپنے دوستوں کو گھر پر بلا رہے ہیں

حامد، رشید، اختر، اشرف کی ہوگی دعوت
دینے کو نیوتا وہ ہر اک کو جا رہے ہیں

دعوت کا خود ہی آخر سامان لانے جا کر
کیسے لدے پھندے وہ منڈی سے آرہے ہیں

لے لو وہ ڈھل گیا دن، لو آگئے وہ مہماں
کچھ چا پی رہے ہیں، کچھ کیک کھا رہے ہیں

مارے خوشی کے انکو سدھ بدھ کہاں ہے اپنی
کھاتے نہیں ہیں خود کچھ، سب کو کھلا رہے ہیں

(۲)

ہوتے ہیں شادیوں ہی دنیا میں نیک بچے
محمود آج جیسی خوشیاں منا رہے ہیں

پائیں گے وہ بھی عزت، دیکھینگے وہ بھی راحت
جو کر رہے ہیں محنت، جو جی لگا رہے ہیں

انکے لئے بھی اکدن ہے یہ ہی کامیابی
محنت سے جو پسینہ اپنا بہا رہے ہیں

جو پڑھنے اور لکھنے سے جی نہیں چراتے
سب کی نظر میں اپنی عزت بڑھا رہے ہیں

جو مانتے ہیں دل سے اپنے بڑوں کا کہنا
وہ عیش کر رہے ہیں، سکھ چین پا رہے ہیں

پڑھنے سے جی چرایا، لکھنے سے مونھ چھپایا
جس جس نے آج وہ سب نقصان اٹھا رہے ہیں

انکو کہاں یہ خوشیاں، انکو کہاں یہ عزت
کھیل اور کود میں جو عمریں گنوا رہے ہیں

اسکول اور گھر میں عزت ہو خاک ان کی
جو اپنا وقت سارا یوں ہی مٹا رہے ہیں

وہ اپنی زندگی کا کیا لطف پا سکیں گے
محنت سے پڑھنے میں جو جی چرا رہے ہیں

لیکن وہ نیک بچے، محنت کے جو دھنی ہیں
راحت اٹھا رہے ہیں عزت کما رہے ہیں

ہو اپنی کامیابی ان کو سدا مبارک
جو دل سے پڑھ رہے ہیں، اسکول جا رہے ہیں

میرا طوطا

میں نے اپنی دادی اماں سے کہا کہ میں طوطا ضرور لوں گا، طوطا والا باہر بیٹھا ہے، میں اسے بٹھا کر آیا ہوں، محلے کے اکثر لڑکوں نے طوطے لئے ہیں۔ دادی اماں نے جب مجھے بیچین دیکھا تو کہا "اچھا بیٹا جا طوطا لے آ" میں پورا پنجرا اٹھا کر لے آیا۔ اس میں سے ایک طوطا جس میں سرخی غالب تھی میں نے پسند کیا اور مجھے ایک روپیہ میں دے دیا گیا۔ فوراً دلشاد جو میرا نوکر ہے دوڑایا گیا کہ ایک اچھا چھوٹا سا لکڑی کا پنجرہ لے آئے۔ محلہ ہی میں لکڑی کا پنجرہ ملتا تھا چار آنے میں میرا پنجرہ بھی آگیا تیل کی خوبصورت سی کلیا دھوئی گئی اور اس میں دانے ڈالکر میں نے پنجرہ میں رکھدیا پانی پلانے کا الگ برتن تجویز ہوا اور میں نے اپنے گلاس سے ڈالکر پانی بھی اس میں رکھدیا۔ اپنے کمرے میں لاکر میں نے پنجرہ کو رکھ دیا کیونکہ پنجڑے کے فرش پر کاغذ بچھا ہوا تھا۔ میں نے سمجھا کہ طوطا دھوپ میں گھوما کیا ہے۔ سو رہے گا۔ میری تجویز تھی کہ میں ایک مدن کی گڑیا کا پلنگ پنجڑے میں گھسا دوں جس پر طوطا آرام سے سو رہے۔ میں نے پلنگ لانا بھی چاہا لیکن اس نے ایسی چیخ مچائی کہ میں سیدھا بھاگا ہوا اپنے طوطے کے پاس چلا آیا۔ یہاں آگر دیکھتا ہوں تو طوطا نہ دانے کی طرف نظر کرتا ہے اور نہ پانی کی طرف نہ کمبخت سویا ہی ہے وہ تیلیوں کے کاٹنے میں مشغول ہے۔ میں سخت حیران تھا کہ طوطا کو اس آرام دینے کے بعد بھی کیا ہوا ہے جو بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر تک میں اس کی ضد کا تماشا دیکھتا رہا آخر کار میری حیرت اور غصہ کا کوئی ٹھکانا نہ رہا جب میں نے دیکھا کہ وہ ایک تیلی کو توڑ چکا ہے۔ فوراً میں نے دلشاد کو پکارا اور اپنے بھائی کمال کو آواز دی۔ ہم تینوں نے مل کر تیلی درست کی لیکن جب تک اس نے دوسری تیلی توڑ دی اس طور سے ہم لوگ تیلی بنانے میں مشغول رہے اور وہ تیلی توڑنے میں ہم لوگوں کو بڑا رنج تو اس کا ہوا کہ کئی مرتبہ اس نے میرے چھوٹے بھائی کمال کے کاٹ کھایا۔ اب بڑی مشکل یہ آپڑی تھی کہ جس طرف ہم لوگ تیلی بنانے میں مشغول ہوتے وہ حملہ کرتا رہتا۔ اس کی ناشکرگذاری پر ہم لوگ سب خفا ہو رہے تھے۔ میں نے یہ مصیبت دادی اماں سے جاکر بیان کی۔ انھوں نے کہا "بیٹا طوطے کی آنکھ بے مروتی کے لئے مشہور ہے اسلئے جو انسان بے مروتی کرتا ہے ایسے طوطے چشم کہتے ہیں۔ طوطے کی ذات ایسی ہے کہ عمر بھر بھی انھیں حلوہ کھلاؤ گے اور ذرا سا بھی پٹ کھولو گے یہ نکل بھاگیں گے اور پھر کر دیکھنے والے بھی نہیں۔ اور تم نے پنجرا تیلیوں کا کیا منگا لیا؟ یہ بغیر لوہے کے پنجڑے کے رکھے نہیں جا سکتے۔ میری دادی اماں نے آٹھ آنے پیسے لوہے کے پنجڑے کے لئے دئے۔ میں نے فوراً عبدالسبحان کو گدڑی پر دوڑایا تاکہ فوراً وہ ایک لوہے کا پنجرا لے آئے اور طوطے پر اپنی چادر ڈالدی۔ ایک گھنٹے کے بعد پنجرا آگیا اور عبدالسبحان نے دونوں پٹوں کو ملا کر بڑی مشکلوں سے طوطے کو لوہے کے پنجڑے میں داخل کیا اور اس کا پٹ بند کر دیا۔ اب مجھے کے لئے نئی مصیبت آگئی اور وہ یہ لوہے کی تیلیوں پر جتنا سر مارتا اور کاٹنے کی کوشش کرتا لہولہان ہوتا۔ میں خوش تھا اور میرا بھائی کمال تو اچھل رہا تھا اور تالیاں بجا رہا تھا چونکہ طوطے نے اس کی انگلیوں کو بھی لہولہان کر دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے طوطے نے سر ڈالدیا۔ میں نے سمجھا کہ رات کو اپنے کئے پر یہ پچھتائے گا اور صبح سے پنجرہ میں ٹھیک طور سے رہے گا۔ رات کو میں دل میں سوچ رہا تھا کہ یہ طوطا اس قدر پریشان کیوں ہے۔ اس کا پنجڑا اس کے گھونسلے لاکھ گونا اچھا ہے۔ گھونسلا بنانا، گرمی و سردی سے بچنا، دانہ چننا غرض سب ہی مصیبتوں سے آزاد ہے۔ میں سو رہا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے طوطے کے چند بچے بھوک سے شور مچا رہے ہیں اور ماں بچوں کی اڑ اڑ کر پنجڑے کے چاروں طرف گھومتی اور بچوں کی مصیبت کہہ کہہ جاتی

میرا طوطا تڑپ رہا ہے لیکن باہر نکلنا اس کے بس سے باہر ہے وہ پنجڑے پر سر دے مارتا ہے۔ صبح کو جب میری آنکھ کھلی تو دیکھتا ہوں کہ اس کے پنجے اس کی چونچ، اس کا سر سب لہو سے تر بتر ہے۔ طوطا نیفراش پنجڑے میں گرا ہوا سسک رہا ہے۔ میں نے فوراً پنجڑے کو کھول دیا اور پانی ٹپکانے لگا۔ اس کے زخموں پر مرہم لگایا لیکن میرا طوطا جانبر نہ ہو سکا۔ ابا جان بھی آگئے اور انھوں نے مجھ سے کیفیت دریافت کی میں نے طوطے کی خریداری سے لے کر اس وقت تک جو سانحہ گزرا تھا کہ سنایا انھوں نے کہا بیٹا بڑا ظلم کیا۔ تمہارا خواب سچا تھا۔ ضرور اس کے بچے بھوکے رہتے ہوں گے۔ آجکل زمانہ بچوں کے نکلنے کا ہے بچوں کی ماں اکیلی کہاں تک پرورش کر سکتی ہے اور خود بھی پیٹ پال سکتی ہے۔ میں نے کہا ابا جان میں نے حلوا لا کر صیا میں بھر دیا تھا اور اپنے گلاس سے پانی چوا دیا تھا۔ ابا جان نے کہا کہ اگر کوئی تمہیں پکڑ کرلے جائے اور خوب حلوا اور میوے سے میرا کمرہ بھر دے اور چاروں طرف کمرہ بند رکھے تو کیا تم اور ہم پسند کر سکتے ہیں۔ لاؤ میں تمہیں بھی زر کا کپڑہ پہنا کر کمرے میں بند کر دیتا ہوں اور اچھے اچھے کھانوں کا انبار لگا دیتا ہوں۔ میں نے چلا کر کہا نہیں ابا جان میں اپنے چمن میں کھیلوں گا جنگل تالاب جاؤں گا اور اندر باہر اچھل کود کروں گا۔ میں زر کے کپڑے اور عمدہ کھانے سے باز آیا۔ انھوں نے کہا یہی حال بچارے اس طوطے کا تھا۔ وہ کھیت کھیت مارا پھرتا، ایک دانہ یہاں سے ایک دانہ وہاں سے چنتا۔ دور و دراز جگہوں پر پانی پینا پسند کرتا تھا چونکہ اس میں آزادی تھی اور وہ خوشی خوشی اپنی مادہ کے ساتھ دن گزارتا اور بچوں کی پرورش کرتا۔ میں نے کہا نہیں ابا طوطا تھا ہی یہ بُرا۔ اس نے میرے کمان کی انگلیاں کاٹ کھائیں بچارا بلک بلک کر رونے لگا۔ ابا نے کہا کہ واہ تم اس غریب کو پنجڑے میں ڈالو، تم اس کی مادہ سے چھڑاؤ، اس کے بچوں کے مرنے کا سبب ہو اور خود اسے لہولہان ہو کر مر جانے دو لیکن اس نے ایک مرتبہ کاٹ کھایا تو وہ شیطان تھا، ضدی تھا، ناشکر سپاس تھا۔ طوطے نے جو کچھ کیا صحیح کیا۔ انتقام یا بدلہ اگر جانور نہ لے تو اس کا احسان ہے اور اگر لے تو شکایت نہیں۔ میں نے کہا آخر اس کو جان دینے سے کیا فائدہ ہوا۔ بچے اس کے بھوکے رہے اس کی جان الگ گئی۔ ابا جان نے کہا بلا سے جان گئی اس کا جو فرض اس نے ادا کیا اگر جانور آزادانہ زندگی بسر کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو آزادی کی راہ میں جان ہی دینا اصل زندگی ہے۔ اگر ہمیشہ جانور جان دے دیا کریں اور پنجڑے میں رہنا گوارا نہ کریں تو انسان پنجڑوں میں جانوروں کو بند کرنا چھوڑ دیں۔ میں نے کہا ابا یہ سب کچھ تو ہوا پھر میں کیا کروں وہ طوطا اب تو مر چکا اور مجھے اللہ میاں گناہ میں مبتلا کریں گے۔ ابا جان نے کہا کہ اب اس کا عہد کرو کہ پھر کوئی جانور پنجڑے میں نہ ڈالیں گے اور جہاں تک تم سے ہو سکے گا تم اپنے طوطے کا حال لکھ کر دوسروں کو بھی منع کرو گے۔ اب جو ہوا سو ہوا امید ہے کہ اللہ تمہارے نادانستہ گناہ کو معاف کر دے گا۔ اگر ہو سکے تو تم ان ظالم چڑی ماروں سے طوطا مینا خرید کر آزاد کر دیا کرو اور آئندہ زندگی میں اللہ تمہیں اقبال مند بنائے گا تو روز ایسا تم کر سکتے ہو۔ میں نے عہد کر لیا اور اپنے عہد پر ابھی تک قایم ہوں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۸ کا)

خوشی کا دن یہی ہوتا ہے۔

لیکن دنیا میں ان سب دنوں سے ایک اچھا دن آیا، اور ان تمام خوشیوں سے بڑھ کر خوشی۔ ساری نعمتوں سے بڑھ کے نعمت۔ اور نہ گھٹنے والی دولت، دنیا کو ملی۔ وہ، جس کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ، خدا کے پیمبروں نے خدا سے دعا کی تھی اور دنیا والوں کو اس کے آنے کی خوشخبری دی تھی۔ تمہیں معلوم ہے، وہ دولت کیا ہے؟ اور وہ سب سے بڑھ کر خوشی کا دن کون سا ہے؟ وہ دولت خدا کا نور ہے، جس سے ساری دنیا معمور ہے۔ ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ تھی، دوشنبہ کا دن تھا اور صبح کا سہانا وقت۔ جب "خدا کا بندہ اور اس کا ایلچی"، ہمارا آقا، اللہ کا نبی ساری دنیا کے لئے برکت، سراپا رحمت۔ گمراہوں کی ہدایت، بےکسوں کی اعانت کے لئے دنیا میں تشریف لایا، شیطان نے منہ چھپایا۔ ہاں وہی ہے خدا کا پیمبرؐ، ہمارا رہبر، اللہ کا رسولؐ، اس کا مقبول، کہ محمدؐ اس کا نام ہے اور دین اس کا اسلام ہے ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نوید مسیحاؑ

اللّٰھم صل علیٰ محمد و علیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراہیم و علیٰ آل ابراہیم انک حمید مجید

شوہر کی محبت

شہر بغداد میں ایک بادشاہ نہایت ہی عقلمند، عابد و زاہد و دعا یاپرور رہتا تھا - اس کو زیارتوں اور مقدس مقامات کی سیر کا بہت شوق تھا اس کی ایک لڑکی نہایت ہی خوبصورت تھی - بادشاہ لڑکی کو بھی اکثر زیارتوں میں ساتھ رکھتا تھا اور اسے بھی زیارت کرنے کا بہت شوق تھا۔

ایک دن لڑکی اپنے باپ سے اجازت لیکر مقدس مقامات کی زیارت کو روانہ ہوئی - اس نے بہت سے مقدس مقامات کی زیارت کی جب ایک جنگل میں سے گزر رہی تھی تو اس سے ایک نہایت ہی خوبصورت اور نوجوان لڑکا ملا - اس کا بڈھا باپ اندھا تھا - یہ بھی بادشاہ تھا لیکن نابینا ہونے کی وجہ سے تخت و تاج سے نکالدیا گیا تھا اور یہ جنگل میں ایک جھونپڑے میں رہتا تھا - لڑکی کے دل پر اس شہزادے کی سادہ زندگی کا بے حد اثر ہوا اور وہ اس پر دل و جان سے عاشق ہوگئی - اور اس نے تصفیہ کرلیا کہ وہ بجز اس کے کسی سے شادی نہ کرے گی۔

جب لڑکی اپنے محل کو واپس ہوئی تو اس نے ایک نجومی کو بلایا اور اس سے اپنے منتخب شدہ شوہر کا ذکر کیا - نجومی نے کہا کہ "لڑکا نہایت ہی ہوشیار عقلمند اور نیک بخت ہے - لیکن شادی کے ایک سال بعد مرجائیگا"

لیکن لڑکی نے چونکہ مستقل ارادہ کرلیا تھا - اس لئے اس نے اپنے باپ سے اس کا ذکر کیا - باپ نے ہر طرح کوشش کی کہ وہ اس خیال سے باز آئے لیکن اس کی تمام کوششیں رائیگاں گئیں اور اس نے افسردہ خاطر شادی کی اجازت دے دی - شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی - ملک کے امراء اور ارکین سلطنت بزرگ اور مقدس لوگ جمع تھے - سب نے ان کی عمر و اقبال کے لئے دعا کی - لڑکی اپنے باپ کے محل سے رخصت ہوئی اور شوہر کے ساتھ اس کے جھونپڑے کو روانہ ہوئی - جہاں اس کا نابینا باپ رہتا تھا۔

دونوں ایک سال تک نہایت خوش و خرم رہے - دونوں میں محبت دن بدن بڑھنے لگی اور ایک دوسرے کو لمحہ بھر کی جدائی شاق گزرتی - لیکن جب لڑکی کو اس نجومی کے الفاظ یاد آجاتے تو بہت غمگین اور رنجیدہ رہتی - اسنے اپنے تمام زر و جواہرات اتار دیئے اور عابدانہ زندگی گذارنے لگی -

آخرکار شہزادے کی موت کا دن آگیا - وہ حسب معمول آج بھی جنگل کو پھل کھانے کے لئے اور لکڑیاں جلانے کے لئے لانے روانہ ہوا لڑکی کو آج کا دن یاد تھا - وہ بھی اس کے ساتھ روانہ ہوئی -

شہزادہ جب اپنے کام میں مشغول تھا تو یکدم وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا اور اپنی بیوی سے کہا "مجھ کو ہاتھ پاؤں میں کمزوری محسوس ہو رہی ہے - چکر آرہا ہے - اور طبیعت بیٹھی جا رہی ہے" یہ کہہ کر وہ گر پڑا - لڑکی کو اس نجومی کے الفاظ یاد آگئے اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی اس نے اپنے پھڑپھڑاتے ہوئے سینے سے اس کا سر لگایا اور زانو پر لیکر بیٹھ گئی۔

جوں ہی شہزادہ نے اپنی زندگی کی آخری سانس لی - لڑکی کے ساتھ فوراً ایک نورانی شکل نمودار ہوئی - جس کے ایک ہاتھ میں ترسولی تھی - لڑکی نے خوف سے لرزتی ہوئی آواز سے پوچھا "اے نورانی شکل! تو کون ہے" اس نے جواب دیا میں موت کا فرشتہ ہوں - اور میں تیرے شوہر کی روح قبض کرنے آیا ہوں - اس لئے کہ آج اس کی زندگی کے دن ختم ہوگئے ہیں" یہ کہکر اس نے اس کی روح ترسولی میں کھینچ لی - اور جنگل کی طرف روانہ ہوا - لڑکی خوف سے لرزتی ہوئی اس کے پیچھے روانہ ہوئی - جب فرشتہ نے اس کے پیروں کی چاپ سنی تو اس نے مڑکر دیکھا کہ بیچاری لڑکی جسکے آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اس کے پیچھے پیچھے آرہی ہے - فرشتے کے دل میں رحم آیا اور اس نے کہا کہ بجز تیرے شوہر کی روح کے جو بھی تو خواہش کرے گی پوری کی جائے گی - لڑکی نے کہا کہ "میرے سسرے کو بینا کیا جائے" موت کے فرشتہ نے کہا کہ "اچھا جا! وہ بینا ہوگیا" لیکن لڑکی پھر بھی اس کے پیچھے چلی جا رہی تھی - فرشتہ کو اس کی معصوم صورت پر پھر ترس آیا

انعامی معمّا

دائیں سے بائیں

۱- تلوار
۲- مہربانی
۳- بچھڑنا
۴- دودھ (عربی)
۶- اسمبلی میں گولہ پھینکنے والا
۱۰- زنجیر (اُلٹا)
۱۲- نرم (اُلٹا)
۱۳- جہل (الٹا)
۱۴- رند (الٹا)
۱۵- دہ (الٹا)

اُوپر سے نیچے

۲- دلگیر (اُلٹا)
۵- تعریف
۷- رات
۸- برائی
۹- ت۔ن۔ر
۱۱- ایک علم کا نام
۱۴- د۔ ہ۔ پچ
۱۶- قیام کر
۱۷- خون (الٹا)
۱۸- کڑیوں کا سلسلہ

۱۸	■	۱۱		۸	۵	۱
	۱۶	۱۲	■		۶	■
		۱۳	■			۲
	■	■	■	■	■	
		۱۴	■	۹	۷	۳
■	۱۷	۱۵	■			۴
				۱۰	■	

شرائط

۱- صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ۵ر کی کتابیں پیش کی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا۔ پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔

۲- خریدار "پیام تعلیم" یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۳ر کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہوسکتے ہیں۔

۳- روز اشاعت سے تین ہفتے کے اندر تمام حل دفتر پہنچ جائیں۔

۷ر جولائی کے معمّے کا حل

ج	✕	ز	ی	ر	گ	ن	ا
ا	د	ن	✕	م	ا	ی	ق
✕	ا	و	ر	✕	م	✕	ب
م	ی	گ	✕	ک	✕	ی	ا
ی	ہ	ی	✕	و	ر	✕	ل
✕	✕	✕	ا	ی	س	ا	✕
ت	س	ی	ن	✕	ٹ	✕	آ
ن	ہ	ک	✕	د	ن	ی	گ

نتیجہ

اس معمے کے صرف ۵ صحیح حل موصول ہوئے۔ قرعہ اندازی میں مندرجہ ذیل طلبا کے نام نکلے اس لئے شرائط کے مطابق انعام برابر برابر تقسیم کیا جاتا ہے:-

۱- محمد سلیم صاحب - لکھنؤ
۲- مسعود اختر صاحب دہلی۔
۳- عبدالرشید صاحب آفریدی پشاور
۴- ز۔ ہ۔ بنت ظہور عالم صاحب۔ راجگیر
۵- محمد نور الرحمن صاحب - پٹنہ

انعامات ایک ہفتہ کے اندر حاضر کردیئے جائیں گے۔

محبوب عالم صاحب ہیں جنھوں نے پچاس روپے خود دینے کے علاوہ پچاس روپے سید مظفر احمد صاحب رئیس گیا سے دلائے اور جن کو باوجود جزوی اختلاف کے جامعہ سے خاص ہمدردی ہے۔ خان بہادر سید حسین امام صاحب بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے فہرست مرتب کرانے میں ہماری امداد فرمائی اور جن کے بڑے بھائی سید حسن امام صاحب ابھی حال میں جامعہ کو سو روپے دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر منظور احسن صاحب اور سید لطیف الرحمٰن صاحب نے بھی ہمارے کاموں میں مدد دی اور اپنے زیر اثر محلوں سے جامعہ کے لئے بہت کچھ چندہ کرایا۔ حافظ محمد رفیق صاحب امام جامع مسجد نے بھی اپنے مخصوص حلقے کو ئی پچاس روپے کے قریب جمع کرا کر وفد کے حوالہ کیا۔ ہر سہ اشخاص ہمارے خاص تشکریہ کے مستحق ہیں۔ پٹنہ میں قاضی محمد سعید صاحب جامعی اور باڑھ میں مولوی منصور الحق صاحب جامعی نے بھی وفد کو درمے قدمے امداد دی۔ پھلواری شریف میں امیر شریعت بہار اور نائب امیر شریعت بہار جناب مولانا سید سجاد صاحب نے خاص طور پر جامعہ کے ساتھ دلچسپی ظاہر فرمائی۔ ان کے علاوہ جن جن بزرگوں نے جامعہ کے ساتھ اپنی دلچسپی کا اظہار فرمایا ہے اور عملی ہمدردی کی ہے ان کے اسمائے گرامی اگر مصلحتاً یا سہواً رہ گئے ہوں تو امید ہے کہ وہ ہمیں معاف فرمائیں گے ان کی عنایتوں کے ہم بہر حال شکر گزار ہیں۔

خلاصہ کے طور پر جو کچھ وفد کو کامیابی ہوئی وہ یہ ہے:۔

(۱) ایک ہزار کے قریب نقد روپے وصول ہوئے۔

(۲) تین چار سو کتابوں کا ایک ذخیرہ جس کی قیمت تخمیناً ایک ہزار بتائی جاتی ہے۔

(۳) آٹھ اشخاص نے اپنے اپنے بچوں کو جامعہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا۔

(۴) ان سب کے علاوہ ایک وسیع حلقہ میں جامعہ کے متعلق صحیح معلومات اور سب سے گہری ہمدردی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔

اور اس نے کہا کہ اچھا پھر کوئی خواہش کر۔ اس پر لڑکی نے کہا کہ میرے سسرے کی کھوئی ہوئی حکومت اور دولت واپس مل جائے۔ اس کی یہ بھی خواہش پوری ہو گئی۔ لیکن لڑکی نے اس کا تعاقب پھر کیا۔ اب رات کی تاریکی بڑھ چلی تھی۔ راستے کے نشیب و فراز سے لڑکی کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے اور خون بہ رہا تھا، جب فرشتے نے مڑ کر دیکھا کہ لڑکی پھر چلی آرہی ہے تو اس کو اس کی مصیبت زدہ حالت پر پھر ترس آیا اور اب یہ تیری آخری خواہش ہوگی جو منظور کر دی جائے گی۔ اس کے بعد تجھ کو واپس ہو جانا چاہیئے" لڑکی نے کہا "اے مہربان فرشتہ! اب میری صرف یہ خواہش ہے کہ میں کئی بچوں کی ماں ہوں" فرشتہ نے اس کی اس کی اس خواہش کو بھی منظور کیا۔ اور روانہ ہو گیا۔ لیکن لڑکی نے پھر اس کا تعاقب کیا۔ اب فرشتے نے کہا "کیوں تو میرے پیچھے آتی ہے۔ کیا میں نے تیری تمام خواہشوں کو پورا نہیں کیا؟ اب چلی جاؤ" اس پر لڑکی نے کہا "میں اپنے شوہر کو چاہتی ہوں۔ کیا تم نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں بچوں کی ماں ہوں گی تو پھر بغیر شوہر کے تمہارا وعدہ کس طرح پورا ہو سکتا ہے" اب فرشتہ بالکل مجبور ہو گیا تھا۔ اس کے شوہر کی روح واپس کر دی۔

لڑکی فوراً اپنے خاوند کی لاش پر گئی۔ جہاں وہ پڑا ہوا تھا دیکھا کہ وہ ابھی موت کی گہری نیند سے سو کر اٹھا ہے۔ لڑکی اپنے خاوند کی دوبارہ زندگی سے بہت خوش ہوئی۔ دونوں محبت کے والا و شیدا اپنے جھونپڑے کو پہونچے۔ جہاں سسرے کی آنکھیں روشن ہو گئیں تھیں اور امرا، سلطنت و اراکین سلطنت اس کے جھونپڑے کے گرد کھڑے ہوئے تھے اور اس کو دوبارہ تخت پر بٹھانے کی منت کر رہے تھے۔

لڑکی نے ان سب سے تمام واقعات بیان کئے جو جنگل میں واقع ہوئے تھے۔

فرشتہ کے تمام وعدے بالکل سچے نکلے۔ یہ دونوں نہایت ہی خوشی اور عیش و عشرت میں کئی سال تک زندہ رہے۔ انکو نہایت ہی نیک اور خوش خصلت لڑکے اور لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

حکومت نے بھی دیکھ لیا کہ

فاشیۂ شہاب — ثاقب — سہ روزہ شہاب

حریت و آزادی کا داعی، غریبوں اور مظلوموں کا حامی سہ روزہ اخبار

شہاب سہ روزہ ثاقب

جس کا ابھی سے گھر گھر چرچا ہے۔ جن کے سحر تحریر نے عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کے دلوں اور ذہنوں کو پلٹ کر رکھ دیا ہے۔ جس کے پرچوں کو ملک کے گوشے گوشے میں دوست اپنے دوستوں عزیزوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں۔ جس نے غلامی ذلت۔ تاریک خیالی رجعت پسندی۔ بیدینی۔ جمود اور غفلت شعاری کے پردوں پر بجلیوں کی بارش برسا دی ہے۔ جس کا پڑھنے والا صرف خدا کی غلامی کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر ہفت اقلیم کا باجبروت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک مساوی انسان کی حیثیت سے برادرانہ طور پر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور نخوت و غرور اور تکبر و اقتدار پسندی کے بتوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔

وہ اخبار "شہاب"

آگے چلکر کیا کیا نہ دکھائیگا۔ "شہاب" معقولیت اور صداقت کیساتھ دجل اور باطل کے قلعوں کو توڑ کر رکھدیتا ہے۔ اس کی بے تعصبی معقولیت پسندی اور دلدادگی کا ہر طبقے میں اعتراف کیا جا چکا ہے۔

ہدایت کے ستارے بنجائیے:۔ شہاب کے پڑھنے والے ظلمتکدہ عالم کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تبلیغ اسلام اور آزاد خیال ہونے اور اپنے انسانی فرائض سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے "شہاب" کو مستقل طور پر پڑھنا شروع کر دیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی نہایت عمدہ ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے۔ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲ ہے۔ نمونہ کا پرچہ مفت ہے۔ لیکن نمونہ دیکھنے کا انتظار بے سود ہے۔

مینیجر سہ روزہ "شہاب" راولپنڈی

اجمل روزانہ

زیر ادارت جناب معین الدین حارث صاحب بی اے (جامعہ) حکیم اجمل خانصاحب کی یادگار میں پرچہ بمبئی سے جاری کیا گیا ہے۔ اسکے اجرا کا مقصد قوم کی خدمت کرنا ہے اور پالیسی وہی ہے جو حکیم صاحب مرحوم کی تھی "اجمل" مزدوروں، کسانوں اور پسماندہ قوموں کے مفاد کی نگرانی کرتا ہے۔ اور ساری دنیا کی خبریں ہندوستان کے بہترین اخباروں کیساتھ شائع کرتا ہے۔ ان خصوصیات کے باوجود قیمت سالانہ آٹھ روپے ششماہی چار روپے سہ ماہی دو روپے آٹھ آنے۔

مینیجر اجمل پرنسس بلڈنگ بمبئی نمبر ۹

اخبار **مدینہ** بجنور

ہفتہ میں دو بار

سنہ ۱۹۱۲ سے قابل اہل قلم ایڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اسکا شعار ہے۔ آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار اردو جرائد میں کثیر الاشاعت سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا مشتہر عربی انگریزی اخبارات کا خلاصہ، دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا، ملاحظہ و مطالعہ ہمارے بیان کی تصدیق کریگا۔ نمونہ مفت قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴ سہ ماہی ۲ فی پرچہ ۱ ممالک غیر سے ۱۰ سالانہ۔

محمد عباس شیخ الجامعہ صاحب زیر اہتمام سید عابد حسین صاحب پرنٹر و پبلشر جامعہ ملیہ پریس دہلی میں دفتر پیام تعلیم سے شایع ہوا۔

ٹیلیفون نمبر | رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶

پیامِ تعلیم

پندرہ روزہ تعلیمی رسالہ

نرخنامہ چندہ
سالانہ عما
ششماہی
فی پرچہ ۱ر

نرخنامہ اشتہارات
فی صفحہ ملعہ ر
نصف صفحہ صہ ر
چوتھائی صفحہ للعہ ر

ایڈیٹر:- سعید انصاری، بی اے (جامعہ)

جلد ۷	۲۱ اگست و ۷ ستمبر ۱۹۲۹ سنہ عیسوی	نمبر ۸،۹

فہرست مضامین

اعتذار مجھے نہایت افسوس ہے کہ میری عدم موجودگی میں کارکنان دفتر کی غلط فہمی کیوجہ یا غلطی گذشتہ پرچہ وقت پر نہ نکل سکا اور اب اس کی بجائے یہ دو نمبر ایک ساتھ نکل رہے ہیں۔ (منیجر)

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

بھگت سنگھ اور دت کو کھانا چھوڑے آج دو ماہ سے زیادہ عرصہ ہو رہا ہے، پنجاب دونوں حکومت نے اس معاملہ کو سلجھانے کے لئے کوشش کی تھی لیکن کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا، معلوم ہوا ہے کہ بھگت سنگھ اور دت نے پانی اور دوائی چھوڑ دی ہے، دونوں کی حالت نہایت تشویشناک ہے،

کچھ عرصہ سے مہاتما جی نے آگ پر پکی ہوئی خوراک چھوڑ رکھی تھی، اور صرف کچی ترکاریوں اور بھیگے ہوئے اناج پر گذران تھی، اس تبدیلی سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑا، اور کمزوری بہت بڑھ گئی، جس کی وجہ سے آپ پر غشی سی طاری ہونے کی اطلاع آئی ہے، مہاتما جی نے اس خوراک کے تجربہ کو فی الحال چھوڑ دیا ہے، اور اب آپ کی حالت اطمینان بخش ہے۔

پنجاب، بہار اور یوپی کے بعض اضلاع میں ہیضہ کی شکایت ہے، لیکن سندھ میں خاص طور پر یہ وبا بڑے زوروں پر ہے، اس کے خوف سے بھاگ کر اردگرد کے علاقوں سے تقریباً دس ہزار آدمیوں نے کراچی میں پناہ لی ہے۔

حاجیوں کی موجودہ تکالیف اور مصائب کو دور کرنے اور انکے لئے آرام و آسایش مہیا کرنے کیلئے حکومت کی طرف سے ایک حج کمیشن قایم ہوا ہے، اس کمیشن نے ملک کا دورہ کر کے بڑے بڑے لوگوں کی شہادتیں قلمبند کی ہیں، عنقریب کمیشن اپنا کام ختم کر کے اپنی رپورٹ پیش کریگا

مشرقی افریقہ کے ہندوستانیوں کی نیشنل کانگریس کا ایک وفد ہندوستان میں آیا ہے اور اس غرض سے دورہ کر رہا ہے کہ مشرقی افریقہ کے ہندوستانیوں کے معاملہ سے اہل ہند کو آگاہ کرے اور نیز اس کی طرف حکومت ہند کی توجہ مبذول کرائے، اس کے بعد یہ وفد انگلستان جائے گا۔

ہندوستان کے باہر

اطالیہ کی پولیس نے دو آدمیوں مسمی محمد خان اور بوس نامی کو گرفتار کیا ہے محمد خان پشاور کا رہنے والا ہے، اور بوس لندن میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کرتا ہے، ان دونوں پر یہ الزام ہے کہ یہ غازی امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان کو جو آجکل اٹلی میں مقیم ہیں قتل کرنے کے ارادہ سے آئے ہیں۔

افغانستان کی موجودہ بد امنی اور خانہ جنگی بدستور جاری ہے، جنرل نادر خاں بچہ سقہ کے خلاف بڑے زور شور سے پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ نادر خاں کے اشتہارات توپوں اور بندوقوں سے زیادہ کام کر رہے ہیں، بچہ سقہ اس بڑھتی ہوئی مخالفت کو بڑی سختی سے روک رہا ہے، اخبارات میں اس کے ظلم و جور کی اطلاعات روزانہ آرہی ہیں۔

تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ روس نے چین کی حدود پر فوجکشی کر دی پہلی لڑائی میں کچھ چینی مقتول ہوئے ہیں، حکومت چین نے جمعیت الاقوام سے اپیل کی ہے۔

فلسطین میں آج کل یہودیوں اور عربوں کے درمیان خانہ جنگی کا بازار گرم ہے، خانہ جنگی کا سبب یوروشلم میں مسجد عمر کے پاس ایک دیوار ہے، جس کے ہر دو فریق مالک ہونے کے دعویدار ہیں، مسلمان اس دیوار کو دیوار براق کہتے ہیں انکے خیال کے مطابق آنحضرت نے شب معراج میں بھی یہیں نزول فرمایا تھا یہودیوں کے ہاں بھی یہ دیوار مقدس مانی جاتی ہے، دونوں طرف سے قتل و غارت کا سلسلہ شروع ہے، یہودیوں کی امداد حکومت فلسطین کر رہی ہے۔

ایران اور عراق کے باہمی تعلقات ایک عرصہ سے زیادہ خوشگوار نہیں تھے، معلوم ہوا ہے کہ اب حکومت ایران نے حکومت عراق کو تسلیم کر لیا ہے نیز ابن سعود اور ایرانی حکومت کے درمیان بھی معاہدہ ہو گیا ہے۔

مہاتما گاندھی جی آج کل یو۔ پی کا دورہ کرنے کیلئے نکلے ہیں اور اس سلسلہ میں آپ سب سے پہلے بھوپال آ رہے ہیں۔ جہاں آپ نواب صاحب بھوپال کے مہمان خاص رہیں گے۔ آپ آگرہ اور لکھنؤ میں بھی قیام فرمائیں گے۔ لکھنؤ میں آپ کے پہنچنے پر قومی جھنڈا اڑائے جانیکی رسم بھی ادا ہوگی۔

اسمبلی کے گذشتہ سیشن میں "سیفٹی بل" کے مسئلہ پر صدر اسمبلی اور سرکاری ممبروں میں اس کے ملتوی کرنے یا نہ کرنے کے متعلق جو اختلاف رائے ہو گیا تھا، اس کا فیصلہ اب وزیر ہند کیجانب سے یہ آیا ہے کہ صدر اسمبلی کو کسی مسودۂ قانون کے مباحثہ کے روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ بعض حلقوں میں یہ خیال ہے کہ پٹیل صاحب اس بنا پر استعفیٰ دیدیں گے۔ لیکن اس کا امکان بہت کم ہے۔

کانگریس کی آیندہ صدارت کیلئے صوبوں کی اکثریت نے جو مہاتما گاندھی جی کا نام پیش کیا تھا، اس پر مہاتما جی نے اپنی طرف سے پنڈت جواہر لال نہرو کے لئے سفارش کی ہے اور خود اس عہدہ کے قبول کرنے سے اس وجہ سے معذوری کا اظہار فرمایا ہے کہ اس وقت وہ کانگریس یا ملک کے عام رجحان کے مطابق اپنے کو نہیں پاتے ہیں۔

دہلی میں ۲۶ر اگست کو طلبا کی "انجمن نوجوانان" نے ایک بین الملی دعوت منعقد کی جس میں انھوں نے ہندو مسلمان اور دوسرے فرقوں کے نوجوان لوگوں کو مدعو کیا تھا۔ اس دعوت کا مقصد ہندوستان کے تمام فرقوں میں معاشرتی اعتبار سے بھی باہمی اتحاد و یکجہتی کو ترقی دینا تھا اور یہ دکھانا تھا کہ نوجوان اس راہ میں سب سے پہلے عملی قدم اٹھا رہے ہیں۔

لاہور میں بھگت سنگھ اور دت نامی جو دو سیاسی قیدی فاقے کر رہے تھے انھوں نے ۶۰ دن کے فاقے کے بعد کھانا پینا شروع کیا ہے اور گورنمنٹ نے انکی تمام شرائط منظور کر لی ہیں۔ انکی ہمدردی میں جیلخانہ کے دوسرے قیدیوں نے بھی کھانا پینا چھوڑ دیا تھا تاہم کسی نے اب تک آئرلینڈ کے ایک شخص میکسوینی نامی کے سوا اور کسی نے اتنا فاقہ نہیں کیا ہے لیکن وہ ۷۰ دن سے آگے نہ بڑھ سکی۔

پائونیر کا ایک لندنی نامہ نگار نے اخبار مذکور کو یہ اطلاع بھیجی ہے کہ جس وقت پارلیمنٹ کا نیا اجلاس شروع ہوگا، اس وقت خیال ہے کہ ریمزے میکڈانلڈ، وزیر اعظم انگلستان ایک بیان شایع کریں گے جس میں ہندوستان کو حکومت بطرز نو آبادیات دینے کا وعدہ ہوگا اور اس غرض کیلئے وہ ایک گول میز کانفرنس منعقد کرینگے

فلسطین میں آج کل عربوں اور یہودیوں کے درمیان سخت فساد ہو رہا ہے بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کے چند مقامات پر سخت قتل و خونریزی ہوئی ہے۔ انگریزی فوجوں کی مداخلت سے امید ہے کہ یہ سلسلہ زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہیگا۔

گذشتہ انقلاب افغانستان کے زمانہ میں الہ آباد سے جو ایک افغانی شہزادہ سردار محمد عمر خاں کے لاپتہ ہونیکی اطلاع اخبارات میں شائع ہوئی تھی، ان کے متعلق اب یہ معلوم ہوا ہے کہ انھوں نے وادی کرم میں اپنے کو بلا کسی شرط کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ سردار موصوف رنگون بھیجدیئے جائینگے جہاں انکے اور اعزہ و اقربا پہلے سے موجود ہیں۔

فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کے درمیان جو فساد ہوا ہے اُس کے متعلق خیال ہے کہ اس فساد کے پیدا کرنیوالے وہی بزرگ ہیں جنھوں نے پچھلے دنوں افغانستان میں بغاوت کرائی، لاہور میں ہندو مسلمانوں کے درمیان نفاق پھیلایا اور ان سب سے پہلے عرب کے اندر بغاوت کرا چکے ہیں۔ دنیا آپ کو کرنل لارنس کے نام سے پکارتی ہے۔

"جاسا" نامی جو ہوائی جہاز انگلستان سے ڈاک لئے آ رہا تھا، اس میں کسی طرح سے آگ لگ گئی اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو گیا اس کے ساتھ دو آدمیوں کی جانیں بھی تلف ہوئیں اور کئی ایک جل بھی گئے ہیں۔

اردو زبان کی تعلیم

اور

ہماری درسی کتابیں

اب تک ہمارے مدرسوں اور اسکولوں میں اردو زبان وادب کی تعلیم کا نہایت ناقص اور نامکمل طریقہ رائج رہا ہے۔ شروع شروع میں جب اردو کی ابتدائی تعلیم کا کورس اسکولوں کے نصاب میں داخل کیا گیا اور اس کے لئے جو ریڈریں تیار کی گئیں، ان کا مقصد ریڈروں کے مضامین کے اعتبار سے یہ رکھا گیا کہ بچوں میں زبان کے ساتھ ساتھ اخلاقی تعلیم بھی پھیلے یا یہ کہئے کہ اخلاقی تعلیم کے ذریعہ انکو کچھ اردو زبان کا پڑھنا اور لکھنا بھی آجائے۔ چنانچہ یاد آتا ہے کہ اب سے بہت عرصہ پہلے "اردو پرائمر" اور "جنرل ریڈر" کے نام سے انڈین پریس الہ آباد، کی چھپی ہوئی کچھ کتابوں کے سلسلے اردو کے نصاب میں داخل تھے۔ جنمیں مضامین کے اعتبار سے یا تو افسانے اور قصے ہوتے تھے یا سنجیدہ مضامین میں کچھ عام اخلاق کی باتیں ہوتی تھیں۔ یہ کتابیں بیشک نہ مخصوص طور سے مسلمانوں کے لئے بنائی گئی تھیں اور نہ ان میں ہندوانہ اثر شامل کرنیکی کوشش کی گئی تھی۔ ان کا مقصد نہ حکومت کے برکات والنعامات کی مدح سرائی اور بیجا حمایت وپاسداری تھی اور نہ اظہار نفرت ومخالفت۔ بلکہ یہ بالکل بے ضرر کتابیں تھیں جن سے ضرر نہ پہنچنے کے ساتھ سوائے تھوڑی سی زبان آجانیکے کوئی خاص نفع بھی نہ پہنچتا تھا (اِلّا یہ کہ مالی نفع مالکان مطبع کو حسبقدر بھی ہوا ہو، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں)

مثال کے طور پر شروع کی پرائمروں میں اس بادشاہ کے قصہ کو لیجئے جسکے چھونے سے ہر چیز سونا بنجاتی تھی۔ اب جہاں تک مضمون کی دلچسپی کا تعلق ہے، بچوں کے لئے یہ سبق بہت دلچسپ ہوتا تھا لیکن اس کے ساتھ اگر ان اسباق کی زبان پر نظر کیجائے تو اُن میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ بجز اس کے کہ عام زبان تھوڑی بہت آجائے جو اکثر اپنے محاوروں اور استعمال کے لحاظ سے غلط بھی ہوتی تھی، اردو زبان کی کسی خاص خوبی کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ بچوں کو اردو آجاتی تھی لیکن وہ صحیح یا اچھی اردو نہیں ہوتی تھی بلکہ وہ اکثر غلط یا خراب زبان کے عادی ہوجاتے تھے۔ اسی طرح "جنرل ریڈر" میں "کوے کی سچی دوستی" کا قصہ لیجئے جس سے لکھنے والے کا مقصد ہرن، کوے، چوہے، کبوتر ول کی باہمی دوستی سے بچوں میں اُلفت ومحبت اور ہمدردی ووفاداری کے جذبات پیدا کرنا ہے اور جہاں تک اس مقصد کا تعلق ہے، بچوں پر بیشک ان کا بہت گہرا اثر پڑتا ہوگا لیکن اردو زبان کی ریڈریں صرف اخلاقی ریڈروں کا سلسلہ اور قصے کہانیوں کا مجموعہ تو نہ ہونی چاہئیں یہ تو اصل اور بنیادی مقصد کے ساتھ ساتھ ایک ضمنی غرض ہے۔ نیز بچہ کی دلچسپی محض ان بے سروپا قصوں ہی سے وابستہ نہیں اور ان کی تعلیم وترقی کا پہلو زندگی کا ایک اخلاقی شعبہ ہی تو نہیں ہے۔ ان ریڈروں کے دلچسپ بنانے کے لئے مضامین بھی ہوسکتے ہیں یا ایسے اور بہت سے قصے بھی رکھے جاسکتے ہیں جنکی تہ میں کوئی غرض یا مقصد بھی مخفی ہو، اور ان کے ذریعہ انکی تعلیم وتربیت کے اور پہلو بھی ہوسکتے ہیں جو اگر اخلاقی پہلو سے زیادہ ضروری نہیں کچھ کم اہم بھی نہیں ہیں۔ بہرحال وہ ع

اک دھوپ تھی جو ساتھ گئی آفتاب کے

وہ زمانہ اردو زبان کے داخل نصاب ہونیکا بالکل ابتدائی تھا اور ہندو مسلمانوں کے حکومت سے تعلقات اور انکی بیداری کی وہ صبح تھی اور صبح صادق بھی نہیں بلکہ صبح کاذب، کہ جسکی روشنی اس قدر ہلکی اور پھیکی تھی کہ مشکل سے نظر بھی آسکتی ہے۔ اس دَور نے یہی کیا کم کیا کہ اردو کو نصاب میں جگہ ملی اور زبان کھولنے والے بچوں کو اس میں غوص غاں کرنا سکھایا۔ مضمون آفرینی اور زباں دانی کا زمانہ بعد میں آتا ہے۔

اس کے بعد مولوی اسمٰعیل صاحب میرٹھی کی کتابوں کا زمانہ آتا ہے۔ مولوی صاحب موصوف کی کتابیں اردو زبان کے پڑھنے میں جہاں مقبول عام اور مفید ثابت ہوئی ہیں وہاں اپنے بعض نقائص کے اعتبار سے طلبہ کے لئے ناقابل قبول اور مفاد عامہ کے لئے غیر مفید ثابت ہوئی ہیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کتابیں ایک خاص نصاب کو پیش نظر رکھ کر تیار کی گئی تھیں اور وہ اینگلو ورنا کیولر کورس ہے۔

مولوی صاحب اپنے دیباچہ میں خود لکھتے ہیں کہ یہ کتابیں اس طرح سے تبدریج رکھی گئی ہیں کہ "سب سے اخیر کتاب کا درس مڈل کورس کا مرحلہ طے کرنے کیلئے قابل استعداد بنادے" مولوی صاحب کے پیش نظر سب سے بڑا مرحلہ مڈل اسکول کے دیہاتی طلبہ کا تھا، جن کے متعلق مولوی صاحب کا خیال تھا کہ وہ جاتے ہی اپنا قدیم اور آبائی زراعتی پیشہ شروع کردینگے یہی وجہ ہے کہ مولوی صاحب نے تقریباً اپنی ہر ریڈر میں ایک بڑا معتدبہ حصہ زراعت کے مضامین کا رکھا ہے اور اس میں جوتائی کے طریقے، زراعتی آلات کی مختلف قسمیں، بیج، کھاد، اور بیلوں کی متعدد انواع اور اسی قسم کی دیگر معلومات رکھی ہیں جو ممکن ہے دیہات کے ورنا کیولر مدرسوں کے لئے کچھ مفید ثابت ہوئی ہوں (سمجھی ہوں)، ورنہ اسلامی اور انگریزی اسکولوں کے لئے تو یہ زراعتی معلومات شجر ممنوعہ کا حکم رکھتی ہیں۔

پھر علاوہ اس کے مولوی صاحب نے اور بھی دنیا کے علوم و فنون سکھانے کا ان سے کام لینا چاہا ہے چنانچہ وہ اپنے اس دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ "ہرچند کہ مذاق زباندانی کا نشو و نما ان کتابوں کا موضوع و مقصود اصلی ہے، مگر اس کے ضمن میں بالخصوص دو اور ضروری فوائد بھی ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ اول یہ کہ تفنن طبع اور تفریح خاطر کی تا بمقدور رعایت کی گئی ہے" اور اس کے لئے مصنف نے بکری کا بھوت "تاجے کا بھوت" وغیرہ جیسے مہمل اور بے معنی قصے رکھے ہیں۔ اور دوم یہ کہ ان کتابوں کی تالیف و تلفیف کا ماخذ و منشا مختلف علوم و فنون ہیں مثلاً تشریح الابدان، فزیالوجی، اصول فلاحت، علوم انتظام وغیرہ" جن میں انھوں نے حواس خمسہ" اور پھر ان میں سے سامعہ، باصرہ، لامسہ، ذائقہ ہر ایک حاسہ کی خشک اور غیر دلچسپ تشریح کی ہے۔ اسی طرح سائنس میں "قوس قزح اور ہالہ" وغیرہ جیسے اسباق ہیں جو اپنی سائنٹفک اصطلاحوں اور نظری اصولوں کی وجہ سے نہ صرف غیر دلچسپ بلکہ اس استعداد کے لڑکوں کے لئے بہت زیادہ مشکل بھی ہوتے ہیں۔ لیکن سب سے بڑا نقصان ان "دو ضمنی فوائد" میں جو ہوا ہے، وہ "مذاق زباندانی" کا ہے جو ان کتابوں کا اصل موضوع و مقصود تھا اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ ان اسباق میں ممکن ہے سب کچھ ہو لیکن زبان کا مزا اور ادب کی چاشنی کہیں نہیں ہے۔ سوائے خود مؤلف کی نظم و نثر کے مضامین کے کہ جن میں بیشک ایک حد تک زبان کی سلاست روانی کا لطف تو ہے، باقی اور اسباق زبان و ادب کے لحاظ سے حد درجہ پست ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑا نقص بھی ہے جو مولوی صاحب موصوف کی نہ صرف ریڈروں میں نظر آتا ہے بلکہ ان کے اردو کے ان انتخابات میں بھی موجود ہے جو انھوں نے انگریزی مدارس کے اردو خوانوں کیلئے لکھے ہیں اور وہ اپنی تہذیب و تمدن اپنے ملک و وطن غرض اپنی ہر شے سے بے تعلقی بلکہ ایک حد تک بے انسی اور بے جمیتی ہے۔ ساری ریڈریں پڑھ جایئے، تمام انتخابات کے اوراق الٹ جایئے لیکن آپکو کہیں ایک سبق بھی نظم و نثر کا ایسا نہیں ملیگا جس میں اپنے ملک، اپنے وطن، اپنی قوم، اپنی زبان غرض اپنی کسی شے سے انس و محبت کی تعلیم ظاہر ہوتی ہو، برعکس اس کے "کوئن وکٹوریہ" کی صحت و زندگی کی دعا طلبا ان کتابوں میں آجتک پڑھتے ہیں، حالانکہ اس غریب کے انتقال کو ربع صدی سے اوپر گذر چکے ہیں۔ حکومت انگریزی کی نعمتیں اور برکات ڈپٹی صاحب کے قصیدے میں آج تک طلبا کو یاد کرائی جاتی ہیں، اگرچہ ان نعمتوں اور برکتوں کو خود ان کے منعم بھی جھٹلا چکے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ادب و زبان کو قوم کی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے جس طرح ناخن کو گوشت سے جدا نہیں کر سکتے، اس طرح کسی جماعت یا قوم کی زبان اور اس کے ادب کو بھی آپ اس کی زندگی سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔ اور جہاں وہ جدا ہوئے ان میں زندگی کا وہ خون اور تازگی باقی نہ رہتی یہی حال ان ریڈروں اور انتخابات کا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ ہندوستان کی فضا ان خیالات و جذبات کی متقاضی تھی لیکن اب تو تقاضائے وقت بھی یہ نہیں ہے۔ ان کتابوں کو شائع ہوئے پچیس تیس برس سے زاید گزر چکے اور اس عرصہ میں ایک نئی نسل پیدا ہو چکی ہے جو اپنی پرانی نسل کی بہت سی باتیں اور چیزیں ترک کر دیتی ہے۔ ان تالیفات کا بھی یہی حال ہے۔ سچ پوچھئے تو اب ان کا زمانہ نہیں رہا اور اب انکو گذشتہ نسل کی متروکات میں شمار کرنا چاہیئے۔

لیکن ابھی ایک دور اور آتا ہے اور وہ "انجمن حمایت اسلام" کی کتابوں کا ہے۔ انجمن مذکور ایک خالص اسلامی تحریک لیکر اٹھی تھی اور اس کے ساتھ اسکولوں اور مدارس میں وہ ایک اسلامی نقطۂ نظر سے نصاب تعلیم بھی جاری کرنا چاہتی تھی اس نے دینیات کے متعدد رسالوں کا ایک سلسلہ شائع کیا۔ فارسی پڑھانے کیلئے اس کا ایک سلسلہ تالیف کیا، اس طرح اردو کی تعلیم کیلئے ریڈروں کا بھی ایک سلسلہ تیار کیا جو بدقسمتی سے جوش مذہبی میں اردو زبان کا سلسلہ ہونیکی بجائے "تاریخ اسلام" کا سلسلہ ہو گیا ہے۔ شروع شروع میں تو پڑھنے والوں کو "اللہ ایک ہے۔ پاک اور بے عیب ہے" کے فقرے بہت اچھے معلوم ہوئے لیکن آگے چل کر جب تاریخ اسلام کے چھوٹے چھوٹے اور معمولی سے معمولی واقعات بھی آنے لگے، تو اس وقت احساس ہوا کہ جو کچھ ہم پڑھ رہے ہیں

رہ اردو تو نہیں سے بلکہ کچھ اور ہی ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ اس تاریخ اسلام سے بھی مطمئن نہیں رہے۔ تمام سلسلہ اشخاص و مقامات کے اجنبی ناموں سے عرب کا ایک خارزار میدان یا بڑے بڑے تاریخی واقعات کی وجہ سے ایک صحرائے لق و دق نظر آنے لگا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ یہ کتابیں بجز چند اسلامی درسگاہوں کے کہیں بھی رائج نہ ہو سکیں اور یہاں بھی ان کی مدت بہت کم رہی۔ کرتے سے پاجامے کا کام لینا اور ٹوپی کو جوتے کی جگہ استعمال کرنا جیسا غیر موزوں اور خلاف دستور فعل ہو سکتا ہے، وہی اس سلسلہ کا حال ہوا۔ تاریخ اسلام کے سلسلہ سے اردو زبان وادب کے سکھانے کا کام لینا ایک ایسا ناموزوں اور بے اصول کام تھا جسے قوم نے خود پسند نہیں کیا اور مولوی اسمٰعیل صاحب کا پرانا سلسلہ خواہ کتنا ہی عیب و نقص سے پر تھا لیکن تھا تو اردو

ریڈروں کا سلسلہ، مجبوراً اسی کو استعمال کرتے رہے چنانچہ وہ کتابیں آج بھی سرکاری وغیر سرکاری درسگاہوں میں بالعموم رائج ہیں اور ان کا یہی قبول عام ہے جو ہزار ہزار کی تعداد میں وہ اب تک نویں دسویں بار شائع ہو چکی ہیں۔

غرض جدید حالات و ضروریات کو پیش نظر رکھ کر سرکاری وغیر سرکاری مدارس میں اچھی اور مفید کتابوں کو رواج دینے کے لئے بعض لوگوں نے کچھ حال میں بھی کوششیں کی ہیں لیکن ہمارے اصول و معیار کے مطابق یہ کوششیں بھی پورے طور پر کامیاب و بار آور نہیں کہی جا سکتی ہیں۔ آئندہ صحبت میں انشاءاللہ ان جدید تالیفات پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بتایا جائیگا کہ جدید حالات کس قسم کی کتابوں کے متقاضی ہیں اور موقع بہ موقع ان کے نمونے بھی پیش کئے جائیں گے۔

ننھے بچوں کی تعلیم و تربیت

والدین کے عام فرائض

(۲)

حسب ذیل تجربات ایک لائق و مشہور روزگار انگریز باپ نے اپنے بچوں کو تربیت دیکر ذی ہوش والدین کے مشورہ کے لئے پیش کئے ہیں غرض یہ نہیں کہ آپ ہر کسی خاص مسئلہ تربیت کا جامع اور آخری حل ان شذرات کو دیکھ کر معلوم کر لیں گے بلکہ ضرورت یہ بھی کہ آپ اور آپ کے احباب ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ کرنے کی عادت ڈالیں اور اپنی مصروف زندگی میں ایک قابل قدر شغل کا اضافہ فرما کر خود غور کر کے دوسروں سے مشورہ کے بعد بچوں کی تربیت ایک سنجیدہ کام سمجھ کر آج ہی سے ہاتھ میں لیں۔ خدا آپ کی ہمت کی جزا دیگا۔

پہلا دوسرا سال خصوصاً:- اور ابتدائی ۶ سال عموماً:-

اچھی عادات کی مشق شروع ہی سے ڈالو:- مقررہ وقت پر کام کرو مثلاً کھانا۔ سونا۔ نہانا۔ حوائج ضروریہ سے فراغت۔

بچوں کو بے جا رونے کی عادت ہونے دو۔ ورنہ تمہاری کمزوری سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے میں کمزوری پیدا کرے گا۔ صرف بھوک اور جسمانی تکلیف کے وقت رونا جائز ہے اگر تکلیف اور چوٹ کے وقت بھی آپ اپنے صدمہ اور پریشانی کو چھپائیں گے تو بچہ کو اپنی اہمیت کا بے جا احساس نہ ہوگا اور صحت یاب ہونے کی صلاحیت بھی بڑھ جائے گی اگر ننھے میاں کسی لطف کی خواہش میں رو رہے ہیں تاکہ ماں لپٹا لے یا دودھ مونھ میں دے دے تو بھی درست نہیں۔ یہ بے جا لاڈ آئندہ کو برے عادات کا ضامن ہوگا۔

اگر بچوں کو لگاتار یعنی روزانہ ایک ہی قسم کے ماحول یا نئی اشیاء سے سابقہ پڑے گا تو وہ اس دنیا کی ان نئی اشیاء سے خوف و گھبراہٹ کا شکار نہ ہوگا۔ صحت و صفائی کے دستور العمل پر میں ایک دوسرا بسیط مضمون حاضر کروں گا۔ مگر سب کو حسب ذیل اصول پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

دہ وقت سال اول میں سویا کرے۔ شور و غل نہو۔ بس چارپائی پر لیٹتے ہی سو جانے کی مشق ہونی چاہیئے۔ ماں کا پاس لینا مضر ہے تھپکنے یا لپٹانے یا پاس سلانے میں نقصانات ہیں۔ بند دروازہ کھڑکی یا ڈھکا ہوا چہرہ کسی موسم اور مرض میں بھی مفید نہیں۔ احتیاط صرف سخت گرم۔ سرد یا مرطوب ہوا کے جھونکوں سے ہونی چاہیئے۔

ہند میں پانی کی افراط ہے - پس حساب قیامت کا بہانہ بناکر اگر ماں کو بچہ کے روزانہ نہلانے اور کپڑے دھونے سے روکتا ہے تو افسوس کی جائے - موم جامہ اور ڈھیلے لنگر اور جب بچوں کی رطوبات اور فضلات کو اس کے جسم و بستر میں پھیلنے اور سڑنے نہ دیں گے بچوں کو ہر ہفتہ نہ سہی ہر ایسہ وزن کرنا نہ معلوم کیوں ہم ہیں مبتلا کر دیتا ہے - حالانکہ اس میں فائدے کے سوا نقصان نہیں - اور ماں باپ کو ان کی ذمہ داری کے یاد دلانے کا ایک ذریعہ ہے -

۲ - ننھے بچے کو ابتدا میں ہر حرکت والی شے کھلونہ معلوم ہوتی ہے - آہستہ آہستہ ان کو چھونا - پکڑنا - ہلانا - (جھنجھنا) اسے مزا دیتا ہے - بس اتنی احتیاط کافی ہے کہ ایسی شے نہ استعمال کرے جو نقصان دے - آگے چلکر تیسرے سال سے پرندے - پھول - دریا - گاڑیاں - جہاز - کھلونے جھولے سے اتر کر بھاگنا کودنا اسے لطف دیتا ہے - دیو سے لڑائی ز... نازک جگہ چھڑکنا - بنانا - بگاڑنا اس میں طاقت و ہمت کے جذبات بڑھاتے ہیں فرضی ناٹک کرنا بچہ کا اتنا ہی حق ہے ، جتنا ہمارا آپ کا ڈراما دیکھنا ، ناول پڑھنا ، یہ اعصابی تکان دور کرتے ہیں اور ایجادات کی طرف رجحان کی ابتدا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے روک دینے سے یا مذاق اڑانے سے اس کی امنگیں اتنی مر جائیں کہ بڑا ہو کر اپنی زمین اور اپنا آسمان بنانے کی خواہش ہی اس میں پیدا نہ ہو - دو بچوں کی لڑائی یا کشتی جہاں تک ہو روک دو اس کو انسانوں کا مجادلہ و مقابلہ باہمی پسند نہ آئے تو بہتر - ہاں بے جان اشیاء پر فتح حاصل کرنے کی خواہش درست ہے - کشتی چلانا - غوطہ لگانا - دریا پار کرنا - گاڑی چلانا - اور دیگر ورزشیں ایسی ہیں کہ ہم جنسوں کو نیچا دکھانے اور اپنی فتح پر بغلیں بجانے کا جذبہ پیدا نہیں ہو سکتا -

اگر بچہ اپنی شے نہ بگڑنے دے تو سمجھا دو کہ دوسروں کو بھی نہ بگاڑے اسی باعث پھول اگانا - جانور پالنا بہترین - مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ بچہ اپنی خواہش کو دوسروں کی مرضی پر حاوی کرنے میں پرجوش نہ ہو - (دیلیم ہے) بلکہ ذاتی نقصان پر اگر بے پروائی ظاہر کرے تو بہادر بنے گا - ریت اور مٹی کے محل - جانور بنانا - لکڑی کے چوکوں کی دیواریں - مینار - پل - زینے تیار کرنا - اور دیگر حواس خمسہ کی تربیت کے سامان سے دیکھنا ہر بچہ میں محنت - صبر - استقلال اور مشاہدہ کی عادات پیدا کر دیتی ہیں ڈھونا کھیلنا ، ٹکر لگانا ، زبان سیکھنا ان سب میں دماغ تعمیری کام کرتا ہے - اور وہ بچے جو ذرا ذرا سی غلطی پر ایک دوسرے کو ٹوکتے ہیں اور نفرت ظاہر کرتے ہیں یقیناً ایسے نظام تربیت سے فائدہ اٹھا چکے ہیں جہاں صرف دستی تعمیری کام پر ہی بچہ کا وقت صرف نہیں ہوا -

دوسروں کے کھلونے چھینے جانے یا اور خود غرضی کے عادات کا خوف ہو تو ایک سے زائد ساتھی بچے کھیل کود میں شامل ہوں - اور ان کو نمبر وار حصہ لینے اور انصاف کرنے کی مشق کرانی چاہئیے - مشترک کھلونوں پر کسی کا بھی قبضہ نہ رہے - اور اگر اس کی بے پروائی سے کوئی کھلونہ ضائع ہو گیا تو فوراً دوسرا مہیا نہ کرو بلکہ تکلیف برداشت کرنے دو - یہ بھی کوئی اچھی بات نہیں کہ آپ کا بچہ دوسروں کو اپنا کھلونا دینے میں ہمیشہ تامل کرے - چہ جائیکہ دوسروں کی خوشی کو ارادتاً برباد کرے - اگر بڑا بچہ چھوٹے پر مہربان ہے - تو تم بھی ایسا ہی کرو - غالباً ذرا سی سختی اس کو سخی اور بڑے دل والا بنا دے گی ساتھ کھیلنے والے بڑی عمر کے ساتھیوں کی فوقیت یا ان کا نمونہ یا سختی اتنی گراں نہیں معلوم ہوتی تھی کہ ماں باپ یا استاد کا تصنع اور نرمی کے ساتھ ہار جانا بڑوں کو کبھی بچوں کی بجائے نہ کھیلنا چاہئیے - اس کی کامیابی پر تعریف کرو - ہمت بڑھاؤ خوشامد نہ ہو - اور تمہاری مدد کا احساس بھی لئے نہ ہو اگر ساتھی چھوٹی عمر کے ہیں تو بڑوں کو سیکھنے کا موقع ملتا ہے کہ چھوٹی بہن بھائی سے زبردستی کوئی شے نہ لے - اپنا کھیل بگڑنے پر غصہ نہ کریں - دوسروں کے ستانے پر رنج اور افسوس کریں - اور ان کے کھلونوں کو نہ چھینیں بلکہ اپنے دے دیں جب چھوٹے بچہ کو نقصان پہنچے تو بڑے کو اگر م سختی سے ڈانٹا جاتا ہے - لیکن ڈانٹنے والا خود بھی تو رحم و ہمدردی کا نمونہ ہو - ہم عمر و ہم قد ساتھیوں کا ساتھ اس لئے مفید ہے کہ خودداری اور دوسروں کا لحاظ نہ کہ عذرانہ احذبات آپ کے بچوں میں پیدا ہو جائیں گے اجنبیوں سے ملنے جلنے کی بچوں کو شروع ہی سے مشق کراؤ - ان کو بات بات پر ٹوکنا - شور نہ ہونے دینا - طرز گفتگو وغیرہ پر پند مفید ثابت نہ ہوں گے بلکہ شروع ہی سے ۲ - ۴ خاص قاعدوں کی پابندی کراؤ - مثلاً جب دوسرا بولے تم چپ رہو اگر وہ پھر بھی شور کرتے ہیں تو باہر نکال دینا کمرہ میں گھٹ کر بیٹھانے سے کہیں بہتر ہے والدین اور دیگر حضرات کے حقوق سمجھنا اور دوسروں کو

بچے شاد ہی دینا بچوں کی سمجھ میں صرف کھیل اور دلچسپ کھیل کے طریقوں سے آسکتے ہیں۔ خشک قانون رٹوانا بیکار ہے۔

۳۔ تیسرے سال سے جب کہ بچہ چلنے پھرنے لگے اس کو چند مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اب تک وہ نہ جانوروں سے ڈرتا تھا نہ اندھیرے سے۔ لیکن ایک طرف تو اس کی ادراک میں مہیب آوازیں اور ایسی حرکات جنکا سبب معلوم نہیں مثلاً چھتری کا کھلنا۔ سایہ۔ موٹر کا چلنا۔ اپنا سخت اثر چھوڑتے ہیں اور دوسری طرف آنا۔ ماآن خوف کا غلبہ اپنے پر ظاہر کرتی ہیں۔ یا بچے کو زبردستی ہو۔ کٹو جیسی پراسرار بلاؤں سے آشنا کرتی ہیں۔ پس حسب ذیل ہدایات پر حسب موقع و ضرورت عمل کرکے فائدہ اٹھائیے

دیوار پر متحرک سایہ = انگلیوں سے دیوار پر سایہ ڈالو اور سمجھاؤ

متحرک کھلونے = مشین کھول کر سمجھاؤ

کرخت و سخت آواز = گلہ اور باعث دکھاؤ

تالاب یا دریا کا پانی = بچے کو آہستہ پانی میں کھڑا کرو۔ بٹھاؤ۔ شرم دلاؤ۔ ذرا سا دھکا دو۔ وغیرہ۔

سانپ = زہریلا بناؤ تاکہ پیچھے نہ بھاگے۔

اونچی پہاڑی کا کنارا = کوئی شے گرا کر اس کا ٹوٹنا دکھاؤ۔ تاکہ بچہ خطرے سے بچے چھوٹی سی چوٹ یا زخم کی تو پرواہی نہ کرو۔ تاکہ زیادتی سے بچہ خود بچے۔ ہمارے منع کرنے کی قدر کرے اور بہادر بنے غرض بزدلی یا بیجا خوف بھولے سے بھی اس کے دماغ پر قبضہ نہ کرے اگر تم پر بھی اثر ہو چکا ہے تو بچہ سے چھپاؤ۔ موت کے لئے اتنا سمجھانا کافی ہے کہ یہ ایسا خواب ہے جس سے کوئی نہیں جاگ سکتا۔ زلزلے۔ گہن۔ وبا کی تشریح سائنٹفک طریقہ سے کرو۔ اور یاد رہے کہ ذرا سی سختی اور استقلال سے ہر بچہ میں خود اعتمادی بے خوفی بزدلی سے نفرت۔ ورزشی سختیوں کا شوق جڑ پکڑ سکتے ہیں۔ ایسے حوادث جن سے مفر نہیں اسی وجہ سے ہمارے دماغ پر حاوی نہونے چاہئیں۔ بھلا جو امر ہوتا ہے اس سے گھبرانے یا اس کو بحث میں لانے کی کیا ضرورت۔

سزا:۔ جو ادب اور تہذیب بیرونی سختی کا نتیجہ ہے دراصل روحانی کمزوری ہے معلم اور طالب علم کے درمیان اس سزا کے باعث اکثر وہ اعتماد جاتا رہتا تھا جس کی وجہ سے شاگرد اپنے رنج و خوشی کا اظہار کیا کرتا ہے۔ اور یہی اظہار جدید اصول تعلیم کا سنگ بنیاد ہے۔ پھر بھی جدید تعلیم میں سزا کی گنجائش ہے۔ ملامت۔ جھڑکی۔ سخت بولنا۔ سب آپ کے تنفر اور حقارت کا اظہار کر سکتے ہیں۔ مگر وجہ بتا دیجئے۔ اور دوسروں سے مقابلہ نہ کیا کیجئے۔ آپ بچہ کو ایک مریض بنا کر ایک کرسی پر۔ ایک گوشے میں۔ ایک خالی کمرہ میں اس وقت تک چھوڑ سکتے ہیں جب تک وہ اچھا نہ بن جائے۔ معلم بچوں کو زیادہ نقل کرنے کی سزا دیکر تحریر سے نفرت پیدا کرتے ہیں بچہ اگر فرض ادا کرتا ہے تو تعریف کیسی۔ اس طرح بچہ کی برائی بھی کم کرو۔ اور تعریف کرنے کے متلاشی رہو۔ تعلیم اخلاق کو عملی بناؤ۔ مثلاً جب بچہ کو بہادری اور رحم دلی ظاہر کرنے کا موقع ملے تو آخر میں اس کو بہادر اور مہربان بتا کر تعریف کرو۔ پہلے ہی "بہادر بنو۔ مہربان بنو" کا وعظ نہ کہو۔ ظالم بچہ کو نہ صرف مریض سمجھو بلکہ اسکو سب سے جدا کر دو گویا کہ اس پر سخت ادبار اور غضب نازل ہو رہا ہے۔

جھوٹ:۔ یہ بھی خوف کی طرح بڑوں کے مشاہدے سے آتا ہے لیکن بچہ کو غلط بیانی پر سختی سے ٹوکنا ٹھیک نہیں۔ ورنہ اس کو ملامت کا بھوت ہر وقت ستائے گا۔ اکثر بچے جھوٹ بلا ارادہ اور بڑے کے لہجہ کے مطابق بول دیتے ہیں۔ یا مذاق ہی میں (مثلاً شیر شیر) کہہ دیتے ہیں۔ لیکن ہم استقلال سے کام لیں تو وہ ہمیں حلیم اور راست واقف مان کر سب اقرار کریں گے۔

کیا ہم سدا سچ کا نمونہ پیش کرتے ہیں؟۔ بچہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اور ماں اس کو مارنے لگتی ہے۔ بچہ پوچھتا ہے۔ میں دنیا میں کیسے آیا۔ اور ہم سمجھتے ہیں گویا کوئی گناہ کا ارتکاب ہوا چاہتا ہے۔ صاف اور مختصر جواب دینا پسند نہیں کرتے۔

محاسنِ اسلام

تیسری قسم

آداب و اخلاق

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو تقوے کی ترغیب دیتا ہے، اور بتاتا ہے کہ وہ اس کی بندگی اس طرح کریں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں، جو بات منہ سے نکلے وہ بالکل ٹھیک اور کانٹے میں تلی ہوئی ہو۔ کسی طرح کی کجی اور ٹیڑھ اس میں نہ ہو، ایسا کرنے سے اللہ تعالےٰ کا ان پر انعام و اکرام یہ ہوگا کہ وہ ان کے اعمال کو درست کردے گا، نیک کاموں کی توفیق دیگا، پچھلے گناہوں کو معاف کریگا، اور اگلی لغزشوں کے لئے توبہ و پشیمانی کا موقعہ دے گا۔ تقوے کی ترغیب و تحریص اور اس کے عمدہ نتائج بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ جو اس کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اس کے لئے نہایت ہی عظیم الشان کامیابی ہے، دنیا کی ہو خواہ آخرت کی۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا وَّیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرتے رہو گے تو وہ تمھیں (حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی) قوت تمیز دے گا، تمہارے گناہوں کو تم سے دور کریگا، اور تمھیں معاف کرے گا، اللہ بڑے فضل والا ہے۔

(سورہ انفال آیت ۲۹)

یہ آیت کریمہ ہمیں اس بات کی ہدایت کرتی ہے، کہ اللہ تعالےٰ کے احکام میں نافرمانی کا خوف اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہنا اس کی خوشنودی اور حصول نعمت کا سبب ہے، یقیناً اللہ عزوجل اپنے جن بندوں سے خوش ہوگا ان کو تسکین قلب، نور باطنی اور حسن توفیق کی بیش بہا دولت عطا کرے گا جس کے ذریعہ ہر ہر قدم پر حق و باطل کی ان کو تمیز ہوگی، ان کے گناہوں کو اس طرح دور کرے گا کہ ان پر کوئی گرفت نہ ہوگی، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا اور اپنے خزانۂ رحمت سے سعادت ابدی کے حصول کے لئے ہر طرح کی نعمتیں بےحساب عطا کرے گا۔ ایک جگہ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ؀

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو، اور (احکام کی بجاآوری سے) اسکا تقرب حاصل کرو، اور جان توڑ کر کوشش کرو اس کی راہ میں تاکہ فلاح پاؤ۔

(سورہ مائدہ آیت ۳۸)

یہ آیت کریمہ چند جامع آداب الٰہی کی طرف ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

۱۔ خدا تعالےٰ کے محارم سے پرہیز اور اس کے نواہی کا ترک، یہ مراد آیت کریمہ کے اس ٹکڑے سے پوری ہوتی ہے۔

۲۔ قرب الٰہی کی تلاش تمام اعمال خیر، فرمانبرداری، عبادت اور ترک معاصی کے ذریعے۔ یہ مطلب اس ٹکڑے سے پورا ہوتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالےٰ کے راستہ میں جان توڑ محنت یعنی نفس کو بھلائی اور طاعت کے لئے مجبور کرے، تمام بری باتوں اور بری خواہشوں سے قطعاً اس کو دور رکھے۔ جو ان آداب الٰہی کو برتے گا یعنی اس کے محارم سے اجتناب، اسکے نواہی کا ترک طاعت و عبادت سے اسکا تقرب اور حق و صداقت کی راہ میں پورے جہاد نفس سے کام لے گا وہ یقیناً اللہ تعالےٰ کی تمام نعمتوں اور دین و دنیا کی دائمی و ابدی فلاح و کامیابی کا مستحق ہوگا۔ یہ خدا تعالےٰ کے قول لعلکم تفلحون سے ظاہر ہوتا ہے۔

قرآن حکیم اس قسم کی آیات سے لبریز ہے، جن میں تقوے کا حکم، اوامر و نواہی کی بجاآوری کی ترغیب اور خوشنودی الٰہی کے حاصل کرنیکا پورا شوق و ذوق دلایا گیا ہو، لیکن یہاں ہم انھی چند آیات پر بس کہتے ہیں اسلئے کہ طالب ہدایت کی تشنہ کامی کیلئے باران رحمت کے یہ چند قطرے بہت کافی ہیں۔

خادمہ بجلی

ڈاکٹر گلبرٹ نے دنیا کو بتا دیا کہ چیزوں کو اپنی طرف کھینچنے کی طاقت صرف عنبر ہی میں نہیں بلکہ دوسری چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ آیندہ چلکر ہم یہ بتائیں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟-

گندھک یا عنبر کے ٹکڑوں کو رگڑنے سے بجلی کی بہت تھوڑی سی مقدار پیدا ہوسکتی ہے اس لئے جرمنی کے سائنس دانوں نے گندھک کا ایک بہت بڑا گیند بنایا اور اس کے بیچ میں ایک لانبی سی لکڑی لگائی تاکہ گھمانے میں آسانی ہو اور لکڑی کے ایک سرے پر دستہ لگادیا۔ ایک آدمی اس گیند کو گھماتا تھا اور دوسرا رگڑتا جاتا تھا۔ اس طرح انھوں نے بجلی کی ایک بہت کافی مقدار کو تنگ کیا۔

آگے چلکر لوگوں نے شیشہ کا ایک بہت بڑا گیند بنایا اور اس طرح وہ بجلی کی مشینوں میں اصلاح کرتے رہے۔ وہ آدمیوں میں بھی کہربائی طاقت پیدا کرسکتے تھے۔ ایسا آدمی عنبر، گندھک اور شیشہ کی طرح تنکوں اور کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اگر وہ اپنا ہاتھ کسی لڑکے کے بالوں کے قریب لیجاتا تو بال بالکل اسی طرح کھڑے ہوجاتے جس طرح خطرے کیوقت ہوجاتے ہیں۔

اب چونکہ لوگ بجلی کی زیادہ مقدار سے تجربہ کرسکتے تھے اس لئے انھوں نے تجربہ کیا کہ جب بجلی کسی ایک چیز سے دوسری چیز میں ہوا کے ذریعہ سے جاتی ہے تو ایک "چمک" سی پیدا ہوتی ہے اور ان "برقی شراروں" کے بعد ایک کڑکڑاہٹ ہوتی ہے، اس لئے انھوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ بجلی ہی ہے جو ایک بادل سے دوسرے بادل میں جاتی ہے اور شرارے اور کڑک پیدا کرتی ہے۔

برسات کے ایک دن کا خیال کرو جب تم لوڈنگ کے سامنے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ تم نے دیکھا کہ ایک جھاڑی ہل رہی ہے۔ بس تم کو فوراً معلوم ہوگیا کہ اس کے پیچھے کوئی دبکا بیٹھا ہے۔ تم نے اس کا پیچھا کیا۔ بالکل اسی طریقے سے بجلی بھی دریافت کی گئی۔ بجلی عنبر میں چھپی بیٹھی تھی اور اس نے چھوٹے چھوٹے تنکوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ ہمیں معلوم ہوگیا کہ عنبر میں کوئی پوشیدہ خاصیت ہے۔ آج سے دو ہزار برس پیشتر دنیا کی ہر چیز میں یہی پوشیدہ خاصیت تھی لیکن ملکہ الزبتھ کے عہد میں جاکر کہیں یہ معلوم ہوا۔ ہم نے اپنی خادمہ سے اسی زمانہ میں مفید کام لینے شروع کئے بلکہ ملکہ وکٹوریہ کے عہد میں ہماری خادمہ نے عجیب وغریب کام کرنا شروع کردیئے۔

اس کی دیر کی وجہ یہ ہوئی کہ ہماری خادمہ بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھی۔ کسی چیز میں تھوڑی سی بجلی پیدا کرنے کا یہی مطلب تھا کہ ہم اسے خواہ مخواہ تنگ کر رہے ہیں۔ ہم ایک چیز سے دوسری چیز میں بجلی لے جاتے تھے جس سے پہلی چیز میں بجلی کم رہ جاتی تھی اس لئے بجلی کو جب کوئی موقع ملتا تو وہ پہلی چیز میں آجاتی۔ اس لئے جب تک بجلی بے سروسامانی کی حالت میں تھی ہم اس سے کام کس طرح لے سکتے تھے! لیکن اس بے سروسامانی کے باوجود اس وقت لوگوں نے بجلی کو اپنے لئے کچھ نہ کچھ مفید بنا ہی لیا۔ انھوں نے تجربہ کرکے دیکھ لیا کہ بجلی کسی دھات کے تار کے ذریعہ سے ایک سرے سے دوسرے سرے پر بڑی تیزی سے جاتی ہے۔ اس سے ان کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبریں بھیجنے کا خیال آگیا۔ انھوں نے اس کا تجربہ کیا لیکن بجلی دھات کے تار سے کود کر زمین میں چلی جاتی یا ایسی ہی اور حرکتیں کرتی۔ آیندہ چل کر ہم تمھیں بتائیں گے کہ بجلی کو کس طرح مہذب بنایا گیا۔

تاریخ

سلطان صلاح الدین ایوبی

فاتح بیت المقدس

۱۔ ۱۰۹۹ء میں جب عیسائیوں نے بیت المقدس پر فتح پائی۔ تو غریب مغلوب مسلمان۔ مرد۔ عورتیں۔ بچے اور بوڑھوں سے جو دردناک سلوک کیا گیا۔ اس کے بیان کرنے سے دل لرزتا ہے۔ ایک فرانسیسی مورخ "مجاڈ" لکھتا ہے۔ "کہ جس جگہ مسلمان عیسائیوں کو ملے۔ بے محابا قتل کروائے گئے۔ اور عیسائی جب مسجد عمرؓ میں داخل ہوئے دیکھا وہ مسلمانوں سے کھچا کھچ بھری پڑی ہے۔ تو انھوں نے اس ظالمانہ طور اور بیدردی سے قتل کیا۔ کہ تہذیب و انسانیت آجتک ان مظالم پر ماتم کر رہی ہے۔ "ریمنڈ دی اگلیز" اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے۔ کہ مسجد کے اندر اور باہر گھٹنوں تک خون تھا۔ اس بد روش سو ستر ہزار مسلمان قتل ہوگئے"۔

۲۔ جب کئی مفرور مسلمانوں نے دمشق میں یہ غمناک خبر پہنچائی۔ اور خونریزی کی جگر خراش خبریں سنائیں۔ تو ۵۶۹ھ میں ملک العادل نورالدین زنگی نے بیت المقدس فتح کرنے کا مصمم عزم کرلیا۔ مگر فرشتۂ اجل نے اس کی کوششوں کو ضائع کردیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا گیارہ سالہ بیٹا تخت نشین ہوا۔ صلاح الدین نے اس کو شکست دیکر ملک عادل کا خطبہ جاری رکھا۔ مگر بوجہ نالائق درباریوں کے مصر و شام کے تعلقات خراب ہوتے چلے گئے۔ آخر صلاح الدین نے اس پر چڑھائی کرکے فتح کرلیا جس سے اس کے ملک میں بہت سی توسیع ہوگئی۔

۳۔ سلطان صلاح الدین ایوبی بھی ان مظالم سے جو عیسائیوں نے بیت المقدس پر کئے۔ غافل نہ تھا۔ اس نے قسم کھائی۔ کہ اس خونریزی کا بدلہ لئے بغیر آرام سے نہ رہیگا ادھر سے عیسائی بھی بےخبر نہ تھے۔ وہ جانتے تھے۔ کہ ہمارے آباو اجداد نے آج سے بانوے سال پہلے کیسا زہرہ گداز سلوک مسلمانوں سے روا رکھا تھا۔ اسلئے انھیں اپنی رسوائی کا پورا یقین تھا۔

آخرکار ۲۷ ربیع الاول ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین نے یروشلم (بیت المقدس) پر چڑھائی کر اسے سر کرلیا۔ چاہیئے تھا۔ کہ ان سب سے بھی وہی سلوک کیا جاتا۔ جو انھوں نے مسلمانوں سے کیا تھا۔ مگر مسلمان بادشاہوں میں آنا ترس تھا۔ کہ سلطان نے بجز یونانی اور شامی عیسائیوں کے باقیوں کو زر مخلصی (فدیہ بشرح دس دینار فی مرد پانچ دینار فی عورت اور دو دینار فی بچہ) ادا کرنے کے بعد جملہ عوام کو جلاوطن ہونے کا حکم دیا۔ عیسائیوں کو ایسے سلوک کی ہرگز توقع نہ تھی۔ انھوں نے بہت خوشیاں منائیں "جان بچی لاکھوں پائے" لیکن جب میعاد مقررہ کے بعد جانے کا حکم ہوا۔ تو بڑا دردناک منظر پیش آیا۔

۴۔ سلطان بھی ایک اونچے تخت پر بیٹھا یہ المناک سین دیکھ رہا تھا۔ کہ چند عورتوں نے (جن میں ملکہ بھی تھی) فریاد کی۔ کہ اگر ہمارے شوہر رہا ہو جائیں۔ تو جلاوطنی کے مصائب کم ہوجائیں" سلطان کے دل میں انکی فریاد سنکر رحم و عفو کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور انکے شوہروں کو رہا کردیا۔ یہ وہ لوگ تھے۔ جن سے کوئی فدیہ وصول نہیں کیا گیا تھا۔

سلطان کے بھائی ملک عادل ثانی نے اپنی جنگی خدمات یاد دلاکر ایک ہزار عیسائی غلام اور بہت سا انعام و اکرام حاصل کیا۔ اور پھر کمال فراخدلی سے ان غلاموں کو بھی رہا کردیا۔ بھائی کی یہ سخاوت دیکھکر سلطان کو بھی رشک پیدا ہوا۔ اور اس نے تمام یونانی و شامی عیسائیوں کو بغیر فدیہ لئے رہا کردیا۔ مگر ان کو جاتے ہوئے دیکھا کہ چند آدمی اپنے پیرانہ سال والدین کو اٹھائے جارہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھکر اسکا دل بےقابو ہوگیا۔ اور اجازت دی۔ کہ وہ شہر ہی میں رہکر عیسائی حاجیوں کی خبرگیری کیا کریں۔ یہ تھی مسلم شہنشاہوں کی فیاضی۔

۵۔ اب ہم آپکو صلاح الدین کی "ابتدائی زندگی کا مختصر حال بتانا چاہتے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ اس نے صرف بیت المقدس فتح کیا بلکہ اس نے بہت کامیابیاں حاصل کیں سلطان صلاح الدین کا باپ نجم الدین اور چچا اسد الدین شیرکوہ بڑے نامی گرامی اشخاص ہوگزرے ہیں۔ ۱۲ رمضان کو پیدا ہوا۔ اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے دمشق کا کوتوال ہوگیا۔ اسکے بعد اپنی حسن لیاقت سے شام کا وزیر کردیا گیا۔ اور بالآخر مصر کا گورنر ہوتے ہوئے شام کے بادشاہ خوردسال کو شکست دیکر ملک پر قابض ہوگیا۔ اسکے زیر حکومت مصر۔ شام۔ عراق۔ بحرین۔ یمن۔ افریقہ کے بعض ممالک تھے۔ اور ۲۷ صفر ۵۸۹ھ ۴۴

۴۴ کو یہ فاتح بیت المقدس راہی ملک بقا ہوا۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

جغرافیہ

دُنیا میں قیمتی اجناس کی تقسیم

کسی قسم کی جنس کے لئے آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے اور جو آب وہوا ایک جنس کے لئے فائدہ مند ہو۔ وہ جنس اسی ملک میں ہوتی ہے۔ جس کی آب وہوا اسکو موافق ہو۔ ذیل میں ہم مشہور اجناس کی جائے پیداوار پر روشنی ڈالتے ہوں۔

(۱) گیہوں:۔ اس کے لئے شروع میں سردی اور پکتے وقت گرم وخشک آب ہوا مفید ہوتی ہے۔ بارش کم زمین میں چکنی مٹی اور ریت کا ملاپ ہونا چاہیے۔ یہ منطقہ معتدلہ کا پودا ہے۔ گرم منطقہ معتدلہ میں سردی کے موسم میں ہوتا ہے۔ لیکن سرد منطقہ معتدلہ میں جس میں کینڈا انگلستان فرانس شامل ہیں۔ صرف گرمی کے موسم میں پیدا ہوتا ہے سخت گرمی اور مرطوب آب وہوا اسکے لئے بہت مضر ہے یہ زیادہ تر اضلاع متحدہ۔ ہندوستان روس کینڈا۔ فرانس ہنگری ارجن ٹائن اسٹریلیا میں ہوتا ہے۔ آسٹریلیا میں ملبورن اضلاع متحدہ میں نیویارک ہندستان میں کراچی روس میں اڈیسہ کینڈا میں مانٹریال اور ارجن ٹائن میں بونس آئرز کی بندرگاہوں سے ممالک دساور کو بھیجا جاتا ہے۔

(۲) جو:۔ گیہوں کی نسبت زیادہ سرد اور مرطوب آب وہوا میں بھی پیدا ہوتا ہے۔ یہ زیادہ تر ہندوستان کے اضلاع متحدہ۔ گریٹ برٹن اور جرمنی میں پیدا ہوتا ہے۔ یورپ میں اکثر جو سے شراب بنائی جاتی ہے۔

(۳) چاول:۔ اس کے لئے گرم اور مرطوب آب وہوا چاہیئے۔ اس لئے یہ مانسون ہواؤں کے ملکوں میں جو منطقہ حارہ یا اس کے نزدیک واقع ہوں اور جہاں دریاؤں میں طغیانیاں آیا کرتی ہیں یہ کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ ہندستان میں بنگال بہار برہما۔ اور مغربی ساحل کے میدان میں آسام سیام و چین جاپان میں کثرت سے ہوتا ہے۔ زیادہ تر چاول اضلاع متحدہ کے جنوبی حصے اور اٹلی میں بھی ہوتا ہے۔ اور رنگون کلکتہ بنکاک اور سیلون کی بندرگاہوں سے باہر جاتا ہے۔ مون سون ہواؤں کے ملکوں کے لوگوں کی بڑی خوراک چاول ہے۔ یورپ میں چاول کچھ کھاتے ہیں اور اکثر چاولوں سے نشاستہ بنایا جاتا ہے۔ جاپان میں چاول سے کئی قسم کی شراب بنائی جاتی ہے۔

(۴) کھانڈ:۔ یہ اکثر گنے کے رس سے بنائی جاتی ہے۔ گنے کے لئے گرم مرطوب آب وہوا اور زرخیز زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ آتش فشاں پہاڑ کی مٹی خاص طور پر اس کے لئے موزوں ہوتی ہے۔ ہندوستان میں گنا زیادہ تر بنگال بہار صوبجات آگرہ واودھ اور مدراس میں ہوتا ہے۔ جزائر شرق الہند خاصکر جاوا میں جزیرہ ماریشس مدغاسکر جزائر غرب الہند میں خاصکر جمیکا میں اور برٹش گیانا میں بہت گنا پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں سب دنیا سے زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن بہتری کھانڈ ہندوستان میں دوسرے ملکوں سے آتی ہے۔ اور خاصکر جاوا ماریشس سے آجکل کھانڈ چقندر سے بھی بنائی جاتی ہے۔ چقندر کے لئے سرد آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے یہ زیادہ تر جرمن روس آسٹریلیا۔ بلجیم ہنگری میں پیدا ہوتا ہے اور جرمن اور آسٹریلیا سے ہندوستان کو کھانڈ آتی ہے۔

(۵) چائے:۔ اس کے لئے خالی مرطوب آب وہوا کی اور ڈھلوان زمین کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ بارش کا پانی پودے کی جڑوں میں ٹھہرا نہ رہے۔ اور پودے کو نقصان نہ پہنچائے۔ بارش کافی اور لگاتار ہونی چاہیئے تاکہ نئے پتے نکلتے رہیں۔ یہ ہندوستان میں زیادہ تر آسام۔ دارجلنگ ڈیرہ دون۔ کانگڑہ۔ اور نیلگری کی پہاڑیوں پر ہوتی ہے۔ چائے لنکا چین۔ جاپان میں بھی بہت کثرت سے ہوتی ہے۔ کچھ جاوا و ساٹرا میں ہندوستان کی چائے زیادہ تر کلکتہ کی بندرگاہوں سے باہر بھیجی جاتی ہے۔

(۶) قہوہ:۔ اس کے لئے بھی بہت گرم مرطوب آب وہوا اور ڈھلوان زمین چاہیئے۔ عمدہ قہوہ دو ہزار سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر ہوتا ہے۔ اسکا پودا پالا پڑنے سے بہت جلد خراب ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہ صرف منطقہ حارہ میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یہ کورگ اور ٹراونکور کی ریاست میں ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ قہوہ جنوبی امریکہ برازیل میں پیدا ہوتا ہے اور ریو ڈی جنیرو (ریو ڈی جانیرو) کی بندرگاہ سے باہر جاتا ہے۔ قہوہ جنوب مغربی حصے

عرب والی سینا - جاوا - سماٹرا اور جزائر عرب الہند میں بھی ہوتا ہے -

(۷) روئی :- یہ کپاس سے حاصل کی جاتی ہے - اور کپاس کے لئے گرم مرطوب آب و ہوا اور سیاہ مٹی چاہیئے - لیکن بارش کی زیادتی اسے نقصان پہنچاتی ہے - ہندوستان میں یہ زیادہ تر گجرات - کاٹھیاوار - برار میں جہاں سیاہ مٹی پائی جاتی ہے - اور پنجاب میں جہاں نئی نہروں کے کھدنے کے سبب سے بہت سی بنجر زمین زیر کاشت لائی گئی ہے - پنجاب میں امریکن کپاس کی کاشت سائنٹفک طریقوں سے کی جاتی ہے - اور سندھ میں اور مدراس میں بھی کپاس ہوتی ہے دنیا میں سب سے زیادہ روئی اضلاع متحدہ کے جنوبی اور جنوب مشرقی ریاستوں میں پیدا ہوتی ہے - اور نیو اورلینز کی بندرگاہ سے باہر بھیجی جاتی ہے - روئی مصر سوڈان چین جاپان کے جنوبی حصہ اور برازیل میں بھی ہوتی ہے -

(۸) اون :- یہ بھیڑوں سے حاصل ہوتی ہے - جو زیادہ تر خشک علاقوں میں پائی جاتی ہیں - ان کے لئے وسیع چراگاہوں کی ضرورت ہوتی ہے - جو آباد ملکوں میں جہاں وسیع علاقے بنجر پڑے ہیں - پنجاب کشمیر - سندھ بلوچستان اور راجپوتانہ میں بہت پائی جاتی ہیں - سب سے زیادہ بھیڑیں آسٹریلیا میں نیوزی لینڈ - جنوبی افریقہ اور ارجنٹائن میں پائی جاتی ہیں اور انھیں ملکوں سے اون باہر کے ملکوں کو بھیجی جاتی ہے -

(۹) ریشم :- (ریشم) کے کیڑوں سے حاصل ہوتا ہے - جن کا گزارا شہتوت کے پتوں پر ہوتا ہے - شہتوتوں کے لئے قدرے گرم مرطوب آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے - ہندوستان میں ریشم کے کیڑے زیادہ تر کشمیر کی گھاٹی بنگال برما میں پلے جاتے ہیں - چین جاپان اٹلی اور جنوبی فرانس میں بھی ریشم بہت پیدا ہوتا ہے - پنجاب میں نہروں کے کنارے شہتوت کے درخت لگائے گئے ہیں -

رینی گیج

یا

بارش ناپنے کا آلہ

اقبال و شمیم دو دوست تھے اور ہمعمر بھی تھے - برسات کا موسم تھا - کالے کالے بادل آسمان پر چھائے ہوئے تھے - ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی - یہ دونوں دوست بھی ہنسی خوشی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اتنے میں شمیم کا چھوٹا بھائی نسیم بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا -

بھائی جان ! ابا کہہ رہے ہیں کہ کل ۱½ انچ بارش ہوئی -

اقبال - ڈیڑھ انچ !

شمیم - ہاں تعجب کیا ہے - کل سے پانی برس ہی رہا ہے -

اقبال - میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر پانی ناپا کیسے جاتا ہے ؟

شمیم - واہ جناب آپکو یہی نہیں معلوم

اقبال - بھائی آخر بتا دو نا ، کس طرح ناپا جاتا ہے ؟ یہ تمہاری بڑی مہربانی ہوگی -

شمیم - اس میں مہربانی کی کیا بات ہے - لو سنو ! بارش کا تمام پانی رینی گیج (Rainy Gage) سے ناپا جاتا ہے -

اقبال - "رینی گیج" کیا ؟

شمیم - یہ پانی ناپنے کا ایک آلہ ہوتا ہے - کوئی چھ انچ کے قریب لمبا ہوتا ہے جب بارش شروع ہوتی ہے تو اس کو صحن میں رکھ دیتے ہیں - اور بارش کے ختم ہونے پر اس کے اندر کا پانی پیمانہ سے ناپ لیتے ہیں - پیمانہ میں انچ کے نشانات بنے ہوتے ہیں - جتنے انچ تک یہ پانی ہوتا ہے بس اتنے ہی انچ بارش سمجھی جاتی ہے - اب تو سمجھ گئے ؟

اقبال - ہاں اب سمجھ گیا - یہ پانی ایک آلہ سے ناپا جاتا ہے جسکو "رینی گیج" کہتے ہیں - لیکن بھئی ایک بات تو رہ ہی گئی - اس کی شکل کیسی ہوتی ہے ؟

شمیم - گول شکل کا تم نے کوئی لمبا ڈبہ دیکھا ہے ؟

اقبال - بہت -

شمیم - بس بالکل اسی طرح کا ہوتا ہے - بارش کے وقت اس کا منہ

...یا جاتا ہے اور پانی اس میں جمع ہوتا رہتا ہے جسے آخر میں ناپ لیا جاتا ہے -

ہمارا وطن

چھوٹے بچوں کے لئے

یہ ہندوستاں ہے ہمارا وطن محبت کی آنکھوں کا تارا وطن

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ اُس کے درختوں کی تیاریاں وہ پھل پھول پودے وہ پھلواریاں

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

ہوا میں درختوں کا وہ جھومنا وہ پتّوں کا پھولوں کا مُنہ چُومنا

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ ساون میں کالی گھٹا کی بہار وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوہار

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ باغوں میں کوئل وہ جنگل کے مور وہ گنگا کی لہریں وہ جمنا کا زور

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

اسی سے ہے اس زندگی کی بہار وطن کی محبت ہو یا ماں کا پیار

ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

(چکبست لکھنوی)

بدی کا بدلہ

(ایک افسانہ)

کسی مدرسہ کی دسویں جماعت میں قدیر اور مشتاق دو لڑکے پڑھتے تھے قدیر، مشتاق سے گو عمر میں بہت کم تھا اور غریب شخص کا لڑکا بھی تھا، لیکن علم کے شوق نے اُسے ایک ایسا ہونہار طالب علم بنا دیا تھا کہ ہر معلم قدیر کو ذہین اور ہوشیار سمجھ کر ہمیشہ مفت پڑھانے کے لئے تیار رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مشتاق باوجودیکہ امیر آدمی کا لڑکا تھا اور علاوہ اسکول کے دو ماسٹر بھی صبح و شام گھر پر پڑھانے آتے تھے لیکن چونکہ کُند ذہن تھا اور جب تک پڑھا ہوا رٹ نہ لیتا یاد نہ ہوتا تھا اس لئے میدان مقابلہ میں وہ ہمیشہ قدیر سے پیچھے رہتا اور اُسکو دیکھ دیکھ کر جلا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ امتحان سالانہ سے پانچ مہینے پہلے قدیر سخت بیمار ہوا اور اُسی دوران میں اُس کے پیٹ میں ایک پھوڑا بھی نکل آیا جسکا منہ اندر کی جانب تھا جب دوا سے فائدہ نہ ہوا اور پھوڑے نے اندر ہی اندر بڑھکر تمام پیٹ میں اپنا تسلط جما لیا تو حالت بہت خطرناک ہوگئی اور ڈاکٹر نے رائے دی کہ اگر مریض ایک انچہ گہرا نشتر لگایا جانا برداشت کر سکے، تو بچنے کی کچھ امید کی جا سکتی ہے۔ مگر قدیر بیچارے میں اتنی طاقت کہاں! اس لئے عمل جراحی سے اختلاف کیا گیا اور بجائے اُس کے کسی فقیر کی بتائی ہوئی ایک چھال گھس کر پھوڑے پر لگائی جانے لگی جس سے اُس کا منہ باہر کی طرف ہو گیا۔ پھوڑا جب ٹوٹا تو سیروں مواد نکلا جس کی وجہ سے قدیر اس درجہ نحیف و کمزور ہو گیا کہ مہینوں اُٹھنے بیٹھنے سے معذور رہا۔

یہ وقت وہ تھا جبکہ مشتاق کی مانگی مراد برآئی تھی کیونکہ جب سے اُس نے مدرسہ میں اپنا نام لکھایا اور قدیر سے دوستی ہوئی وہ خود کو قدیر کے مقابلہ میں کمزور اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل پاکر ہمیشہ یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے قدیر کو کچھ نقصان پہنچتا تو اچھا تھا۔ اول یہ کہ وہ ذہین تھا دوسرے ہر شخص کے ساتھ نیکی کرنا اُسکی عادت میں داخل تھا۔ انہیں تمام باتوں سے قدیر نے سب کے دلوں میں گھر کر لیا تھا لیکن مشتاق گھر اور باہر دونوں جگہ حقیر سمجھا جاتا تھا۔

بیماری کی حالت میں ظاہری ہمدردی کے طور پر مشتاق، قدیر کے ہاں کئی مرتبہ گیا اور تسلی بخش باتوں سے اُس کا غم غلط کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ تم امتحان کی کچھ پرواہ نہ کرو خدا نے چاہا اچھے ہوگئے تو کتنے امتحان پاس کر لوگے۔ شکر کرو کہ امتحان کے قریب بیمار نہیں پڑے ورنہ بالکل ہی ہاتھ دھو بیٹھتے اب اگر دو مہینہ بھی آرام کیا تو دو ہی مہینے امتحان سالانہ کے باقی رہ جائیں گے ماشاء اللہ ذہین ہو صرف کتابوں پر ایک نظرثانی کی ضرورت ہوگی۔

گھر میں تو مشتاق ایسی باتیں بناتا اور جب جاتا تو باہر ہی باہر قدیر کے کمرے میں سے اُس کے پڑھنے کی جتنی کتابیں ہاتھ لگتیں چُرا کر لیجاتا یہاں تک کہ اُس نے ساری الماری کی الماری خالی کر دی اور اپنے سب دوستوں سے جو اُس سال امتحان انٹرنس میں شریک ہونیوالے تھے کہدیا کہ وہ قدیر کو اگر کوئی کتاب مانگنے آئے تو ہرگز نہ دیں اور نہ اپنے ساتھ پڑھنے کی اجازت دیں جب قدیر بالکل اچھا ہو گیا تو امتحان کی سوجھی اور کمرے میں جا کر الماری کھولی تو ایک کتاب بھی نظر نہ آئی خیال ہوا کہ شاید گھر والوں نے کہیں رکھ دیا ہو۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ سب کتابیں الماری میں تھیں۔ تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا سوچنے لگا کہ آخر کہیں تو کہاں گئیں۔ گھر میں سوائے مشتاق کے کوئی دوسرا آیا گیا نہیں اور وہ ایسا کر نہیں سکتا کیونکہ اُس سے یہ امید نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی باہر والے کی شرارت ہے" اب کیا کرے؟ بیچارا غریب آدمی تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے آخرکار یہ سوچکر کہ مشتاق اُسکا دوست ہے وہ شاید اس غریبی اور مصیبت پر کچھ رحم کھائے اور اپنی کتابیں چند روز کے لئے پڑھنے کو دیدے۔ لیکن وہ کب سکا پڑھنا لکھنا دیکھ سکتا! جب جاتا ہر دفعہ کچھ نہ کچھ بہانے کر کے ٹال دیتا تھا۔

اسیطرح تمام دوستوں نے قدیر کو امتحان کے موقع پر کتابیں دینے سے انکار کر دیا لیکن اُسکی تعلیم اپنے ہم جماعتوں کی طرح درجہ کی کتابوں ہی تک محدود نہ تھی بلکہ اُسنے لائبریری کی بہت سی دوسری انگریزی اور اردو کتابوں کا مطالعہ کیا تھا جس سے اسکی معلومات میں بہت اضافہ ہو گیا تھا امتحان کیلئے اُس نے صرف حساب۔ الجبرا۔ اور جامیٹری میں لائبریری سے کتابیں لا کر توضرور محنت کی اور باقی وقت اخبار بینی میں گذارا امتحان ہوا۔ دو مہینے کے شدید انتظار کے بعد نتیجہ نکلا قدیر سکنڈ ڈویژن میں پاس تھا لیکن مشتاق کا نام نتیجہ کی فہرست میں کہیں نظر نہ آیا۔

ایک نصیحت آموز قصّہ

کملا بارہ برس کی ہو چکی تھی۔ وہ علم و فن دونوں میں یکتا تھی۔ یہ برہمن نسل سے تھی۔ اس کا باپ محکمہ مالگذاری میں تیس روپے ماہوار کا منشی تھا۔ یہ ایک کرایہ کے مکان میں رہتے تھے، اور کوئی ملکیت نہ تھی۔ مختصر یہ کہ اس کی زندگی کا دارومدار اس قلیل تنخواہ پر تھا۔ اس سے دس آدمیوں کی پرورش تھی۔ اس لحاظ سے اس کے خانگی حالات قابل رحم اور ناقابل بیان ہیں۔ اکثر ان پر فاقے گزرتے۔ اس کا نام گنگا رام اور اس کی بیوی شانتی تھی۔ اسکے چار لڑکیاں رادھا۔ تلسی۔ سیتا اور کملا تھیں اور چھ لڑکے راما۔ نارائن۔ مادھو۔ شاما۔ سیتو اور راجو تھے۔ گنگا رام کے لئے یہ لاینحل عقدہ تھا کہ کس طرح اتنے بڑے خاندان کی پرورش کرے۔ اس وجہ سے لڑکوں کی تعلیم بھی نہ ہو سکی۔ یہ لڑکے گلیوں میں آوارہ گردی کرتے پھرتے۔ گنگا رام نے پہلے تین لڑکیوں کی شادی ایک دوست کیشور راؤ کے توسط سے اچھے خاندانوں میں کر دی۔ اب سب سے اخیر لڑکی کملا کی شادی کا مسئلہ گنگا رام اور اس کی بیوی کیلئے ایک حل طلب عقدہ تھا۔ حقیقت میں لڑکی نہایت خوبصورت اور ہوشیار تھی۔ اکثر لوگوں نے کملا کے جہیز میں بہت سا روپیہ مانگا۔ لیکن ماں باپ اتنے غریب تھے کہ وہ سینکڑوں اور ہزاروں روپیے نہ دے سکتے تھے۔ ان مجبوریوں سے وہ کملا کی شادی نہ کر سکتا تھا۔ گنگا رام کے پڑوسی اس پر ہنسی اڑاتے تھے کہ لڑکی جوان ہو گئی لیکن ابھی تک شادی نہیں کی۔ اور جب پڑوسنیں گنگا رام کی بیوی سے ملتیں تو کہتیں کہ تم کب اس لڑکی کی شادی کرو گی؟ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خاوند بالکل بے فکر ہے۔ جب تک کہ تم رات دن اس کو مجبور نہ کرو گی وہ شادی نہیں کرے گا" بیچاری شانتی ان طعن و تشنیع کو سنکر دل میں کڑھتی تھی۔ اس کا خاوند دن بھر کا تھکا ہوا کچہری سے آتا۔ اس کی بیوی نہایت سنجیدہ تھی۔ اس نے کبھی ہمسایوں کی نسبت ملامت آمیز کلمہ اپنے شوہر سے نہیں کہا۔ بلکہ وہ اپنے خاوند کو کملا کی شادی جلد کرنے کی ترغیب دیتی تھی۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ گنگا رام نہایت مشکل میں تھا کہ لڑکی کی شادی کس طرح کی جائے۔ اس کے دماغ میں یہ خیال کبھی نہ آیا تھا کہ ایک جوان مالدار لڑکے سے بغیر روپیے کے شادی ہو سکے۔

ایک دن ایک بڈھا برہمن گنگا رام کے پاس آیا۔ اور کہا کہ تمہاری لڑکی کی شادی اگر میرے بھانجے کیساتھ کر دی جائے تو ٹھیک ہوگا۔ لکشمن جس کے ساتھ کملا کی شادی ہوئی ۴۲ سال کا تھا۔ اس کی آمدنی اوسط درجہ کی تھی۔ اس کے لئے یہ امر وقت طلب تھا کہ ایک اور متنفس کو زیادہ کرے۔ اس کی پہلی بیوی سے بہت سے بچے تھے۔ بڈھا برہمن جو گنگا رام کے پاس آیا تھا۔ اس نے دھوکا دیا کہ وہ مالدار ہے۔ لیکن اب یہ مجبور تھا اس لئے کہ کملا کی شادی ہو چکی تھی۔ دو سال گزر گئے اور اس لڑکی کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی۔ لکشمن ٹکٹ فروش تھا۔ اس کو ایک بہت بڑے کنبہ کی پرورش کرنی پڑتی تھی۔ اس کی کوئی جائداد نہ تھی۔ لکشمن اکثر کملا کو اس کے کام کاج میں روڑے اٹکاتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے آٹھ لڑکے تھے جو کملا کو دق کیا کرتے تھے۔ لکشمن کے لڑکے تعلیم یافتہ تھے۔ یہ تمام پولیس میں ملازم تھے۔ جوں ہی یہ جوان ہوئے وہ ماں باپ سے علیحدہ ہو گئے اور وہ اپنے آرام کے دلدادہ تھے۔ ان خود غرضیوں نے بڈھے باپ لکشمن کو بیمار ڈالدیا اور آخر کار اس کو دق ہو گئی اور یہ ۴۷ سال کی عمر میں راہی اجل ہوا۔ اب کملا کے لئے کوئی سہارا نہ تھا۔ وہ اپنے باپ کے گھر چلی گئی۔ اس پر ابھی تین یا چار مہینے بھی نہ گذرے تھے کہ ہر دن اس کے لئے ایک نئی مصیبت لاتا۔ کوئی شخص اس کا خبر گیرا نہ تھا۔ اس کو سوسائٹی سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اور لوگ مشتبہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

قصے کہانیاں

راجہ بیربل کی عقلمندی

تم نے غالبًا بیربل کا نام سنا ہوگا۔ اور اس کے لطیفے بھی سنے ہوں گے لیکن شاید تم کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ کون شخص تھا جن دنوں اکبر بادشاہ بادشاہت کررہا تھا، اُن دنوں آگرہ کے پاس ایک گاؤں میں ایک ہندو رہتا تھا اس کے ایک لڑکا تھا، جو بہت چالاک وچُست تھا جب اس کے باپ کا آخری وقت آپہنچا تو اُس نے اپنا سارا سرمایہ اپنے بیٹے کے سپرد کیا۔ بیٹا گاؤں چھوڑ کر آگرہ چلا گیا۔ اور وہاں ایک چھوٹی سی دوکان کرلی۔ اسی زمانہ میں اکبر بادشاہ کے پاس ایک نوکر رہتا تھا۔ بادشاہ نے ایک دن اس سے کہا کہ پان بنالاؤ۔ نوکر پان بنالایا لیکن اتفاق کی بات چونہ زیادہ تھا۔ اکبر کا منہ کٹ گیا لیکن اُس نے نوکر سے اس کی بابت کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے نوکر سے کہا کہ بازار سے ایک روپیہ کا چونہ لے آؤ۔ نوکر دوڑا ہوا بازار گیا اور بیربل کی دوکان پر پہنچا۔

نوکر۔ ایک روپیہ کا چونہ جلد دیدو۔

بیربل۔ تم کون ہو؟ اور کس نے یہ چونہ منگایا ہے؟

نوکر۔ میں اکبر بادشاہ کا نوکر ہوں۔

بیربل۔ معلوم ہوتا ہے تم نے بادشاہ کی کوئی خطا کی ہے؟

نوکر۔ نہیں تو، میں ابھی بادشاہ کیلئے پان بناکر آیا ہوں۔

بیربل سمجھ گیا اور نوکر سے کہنے لگا "اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو ابھی دو سیر گھی کھا پی جا۔ اور چونہ لے جا۔ ورنہ تیرا زندہ رہنا مشکل ہے"۔

نوکر۔ (یہ سمجھ کر) اچھا دو سیر گھی لا دو۔ میں پی لیتا ہوں

نوکر گھی پینے کے بعد چونا لیکر بادشاہ کے پاس گیا۔

بادشاہ۔ "اسے کوٹو"

نوکر۔ "حضور، کوٹ لیا"

"ابھی سب کھا جاؤ ورنہ گولی سے مار دیئے جاوگے"

"اچھا حضور" کہکر بیچارے غریب نوکر نے سب چونہ کھا لیا لیکن گھی پیکر آیا تھا فوراً قے ہوگئی اور چونہ سب نکل گیا۔

تھوڑے دنوں بعد نوکر اچھا ہوگیا اور بیربل کے پاؤں پڑ گرا۔

بیربل۔ اچھا تم اس قصہ کو بادشاہ سے کہو۔

نوکر۔ "جاتا ہوں"

تھوڑی دیر کے بعد نوکر بادشاہ کے محل میں داخل ہوتا ہے۔ بادشاہ اُس کو بخیر زندہ دیکھ کر متعجب ہوجاتا ہے۔

بادشاہ۔ "تو مرا تو نہیں"

نوکر۔ آپ نے تو مارنے کی بڑی ترکیب کی تھی لیکن بڑے بادشاہ نے مجھے بچا لیا"

نوکر نے بادشاہ سے بیربل کا سارا قصہ سُنایا۔ بادشاہ نے بیربل کو فوراً بلایا۔ اس کی عقلمندی پر بہت تحسین وآفریں کی۔ اور اسے اپنے پاس رکھ لیا۔

لطائف

ایک افیونی اور اُس کا نوکر چھت پر کھڑے تھے کہ افیونی گر پڑا کمبخت کو یہ تو پتہ نہ لگا کہ میں گرا ہوں۔ البتہ یہ معلوم ہوا کہ مجھ میں اور نوکر میں فاصلہ ہوگیا ہے نوکر سے کہا۔

افیونی۔ "ارے میں گرا ہوں کہ تو"

نوکر۔ حضور! آپ گرے ہیں۔ میں تو نہیں گرا"۔

افیونی۔ "ابے! میں گرا تو ہائے رے"

آدمی (متعلم سے) "آپ کا اسم شریف کیا ہے۔

متعلم "ابھی تک تو ہم نے صرف اسم ظرف ہی پڑھا ہے حضور"

تاریخی قصّے

سُلطان محمود کی پیدایش

بیان کرتے ہیں کہ سلطان محمود کی پیدایش سے ایک گھنٹہ پہلے اس کے باپ امیر سبکتگین نے خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان کے بیچوں بیچ ایک آتشدان ہے اور اس سے ایک درخت اُگا، جو بڑھ کر اس قدر پھیلا کہ اس نے اپنے سایہ میں تمام دنیا کو ڈھانک لیا۔ اس خواب سے امیر سبکتگین چونک پڑا اور سوچنے لگا کہ آخر یہ بات کیا ہے؟ اسی اثنا میں ایک قاصد آیا اور خبر لایا کہ خدائے قادرِ مطلق نے اسے ایک بیٹا عطا کیا ہے۔ یہ سُنکر سبکتگین بہت خوش ہوا، اور بول اُٹھا کہ میں اس لڑکے کا نام محمود رکھوں گا۔ کہتے ہیں کہ جس شب میں وہ پیدا ہوا، پشاور کے قریب دریائے سندھ کے کنارے ایک بتخانہ تھا وہ یکبارگی گر گیا۔

ایک وزیر کی چالاکی

ہندوستان کی پُرانی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب راجہ فور ہندوستان کے تختِ حکومت پر بیٹھا تو اس نے تمام ملک کو اپنے قبضہ میں کر لیا اور راجواڑوں نے اسکی اطاعت قبول کی۔ اس کا ایک وزیر تھا جو کہ نہایت چالاک اور ذہین تھا اور ذہانت و ذکاوت میں نظیر نہیں رکھتا تھا۔ اس وزیر نے اپنی تدبیر سے سلطنت کو خوب مستحکم کیا اور خود کو ایسا ثابت کر دکھایا کہ راجہ اسکی بڑی قدر کرنے لگا اس وزیر کی وجہ سے برہمنوں کے اختیارات میں بہت کمی ہو گئی اور انکی پہلی سی وہ شنوائی باقی نہ رہی۔ اس بنا پر وہ اس وزیر سے نفرت کرنے لگے اور یہ سازش کی کہ کسی طرح سے اس کے اثر کو زائل کر دیں۔ چنانچہ انھوں نے راجہ فور کے نام اس کے مرحوم باپ کی طرف سے اس مضمون کا ایک خط بھیجا کہ "میں جہاں ہوں بہت خوش ہوں۔ یہاں میری سلطنت کا انتظام بہت اچھا ہو رہا ہے پھر بھی مجھے اپنے وزیر کے نہ ہونے سے بڑی دقت ہو رہی ہے اس لئے کہ اس جیسا یہاں کوئی نہیں جس سے میں راج کے کاموں میں مشورہ کر سکوں۔ لہٰذا تم اسے میرے پاس فوراً بھیج دو"۔ اس خط کو انھوں نے لفافہ کے اندر بند کیا اور شاہی مہر لگا کر راجہ کے ایک خدمتگار کو دیدیا اور کہا کہ جب راجہ سو رہا ہو تو یہ خط اُس کے تکیہ کے نیچے رکھ دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ صبح کے وقت جب راجہ کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر خط پر پڑی اس نے اسے پڑھا اور پڑھ کر فوراً وزیر کو بلوایا اور یہ خط اسے دکھایا اور کہا کہ اب تمہیں دوسری دنیا کے لئے سامانِ سفر باندھنا چاہیئے۔ وزیر نے اس سے کچھ انکار نہ کیا اور جلنے پر آمادہ ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ مردے لکھ نہیں سکتے اور نہ انھیں خط یا قاصد بھیجنے پر قدرت ہے۔ اسے یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو یہ برہمنوں کی سازش ہے بہر حال اس نے راجہ سے کہا کہ اچھا مجھے ایک مہینہ کی مہلت دیجئے تاکہ میں سفر کی تیاری کر سکوں اور میں اپنے دشمنوں کو خوش کر لوں بعض نقصانات جو مجھ سے ہوئے ہیں انکی تلافی کر لوں اور جنھوں نے اچھے کام کئے ہیں انھیں انعام و اکرام دے لوں تاکہ میں امن و اطمینان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو ؤں"۔ راجہ نے یہ مہلت منظور کر لی۔ اس اثنا میں وزیر نے یہ کیا کہ باہر زمین میں ایک بڑا گڑھا کھدوایا اور اس کے چاروں طرف لکڑیاں چنوا دیں۔ اس کے بعد اس نے اپنے مکان سے یہاں تک اندر ہی اندر ایک سرنگ تیار کیا۔ جب یہ سب کچھ درست ہو گیا تو وزیر نے راجہ سے رخصت کی درخواست کی راجہ نے اپنے باپ کے نام ایک خط اسے دیا اور اسمیں یہ لکھا کہ "آپ کے حکم کے مطابق میں اپنا وزیر آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں آپ کی مزید ہدایات کا منتظر ہوں آپ اور جو کچھ فرمائیں اسے میں کرنے کے لئے تیار ہوں"۔ راجہ وزیر کو رخصت کرنے کے لئے آیا، وزیر نے اپنے کو چتا میں رکھا اور اس کے بیٹھتے ہی برہمنوں نے اس میں آگ لگا دی لیکن وزیر اندر ہی اندر سُرنگ کے راستہ اپنے گھر آ پہنچا اور وہاں چار ماہ تک بالکل روپوش رہا۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد اس نے ایک دن رات کو راجہ کے ہاں یہ اطلاع بھیجی کہ اس کا وزیر دوسری دنیا سے واپس آ گیا ہے۔ راجہ یہ سُن کر بہت متعجب ہوا، اتنے میں وزیر نے راجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر زمین کو بوسہ دیا اور اس کے باپ کی طرف سے ایک خط پیش کیا جس میں لکھا تھا کہ "تم نے میرے کہنے کے مطابق وزیر کو بھیجا جس سے میں بہت خوش ہوا لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے بغیر تمہاری سلطنت خراب ہو جائیگی اور ملک کے تمام معاملات میں ایک ابتری اور بدنظمی پھیل جائیگی، اس لئے میں اسے پھر تمہارے پاس واپس بھیج رہا ہوں اور یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے دربار کے برہمنوں کو میرے پاس بھیجدو تاکہ میں اطمینان سے رہوں اور تمہاری سلطنت کو بھی کچھ نقصان نہ

پہنچے۔ جب راجہ نے اس خط کو پڑھا تو اس نے برہمنوں کو اپنے سامنے بلوایا اور انھیں یہ خط دکھایا۔ وہ یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور سمجھ گئے کہ یہ سب اسی وزیر کی حرکت ہے لیکن چونکہ وہ اس راز کو افشا نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ اس دنیا کے چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

ایک راجہ کی منصف مزاجی

ہندوؤں کی پُرانی کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے کسی سے ایک مکان خریدا اور اس میں ایک نیا مکان بنوانا چاہا۔ اتفاق سے جب دیوار کی بنیاد کھودی جا رہی تھی تو زمین سے ایک خزانہ نکلا۔ اس آدمی نے وہ خزانہ اُٹھایا اور اس شخص کے پاس لے گیا جس سے اس نے وہ مکان خریدا تھا اور اس سے کہا کہ بھئی تمہارے مکان کی دیوار تلے یہ خزانہ نکلا ہے میں نے مکان خریدا تھا نہ کہ اس کے ساتھ خزانہ۔ لہذا یہ تمہارے حوالہ ہے"۔ مالک مکان نے جواب دیا کہ "میں نے مکان اسی حالت میں فروخت کیا تھا جس حالت میں تمہیں یہ مال ملا ہے۔ میں اس میں سے ایک پیسہ بھی نہیں لے سکتا بالآخر دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ اس معاملہ کو راجہ کے پاس لیجانا چاہئیے اور خزانہ اسی کے سپرد کر دینا چاہئیے تاکہ ملک کی فلاح و بہبود میں خرچ ہو۔ راجہ نے جب یہ سُنا تو ان سے کہا کہ "تم لوگ جب معمولی آدمی ہو کر یہ مال اپنے پاس رکھنا جائز نہیں سمجھتے ہو تو میں جسکو ساری قوم کی فلاح و بہبود سپرد کی گئی ہے اور اتنی بڑی سلطنت کی ذمہ داری میرے ہاتھ میں دی گئی ہے، کیونکر اسے لینے کی جرأت کر سکتا ہوں"۔ لیکن ان دونوں نے درخواست کی کہ اب آپ ہی اپنے عدل و انصاف سے اس معاملہ کو طے کر دیجئے۔ راجہ نے دیکھا کہ مکان فروخت کرنے والے کے ایک لڑکی ہے اور خریدنے والے کے ایک لڑکا۔ دونو کی آپس میں شادی کر دی اور وہ مال ان دونوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن خود راجہ کی انصاف پسندی نے یہ روا نہ رکھا کہ ظلم اور خیانت سے اپنے دامن کو آلودہ کرے۔

ایک وزیر کی دانشمندی

نہروالہ کے ایک سوداگر کا قصہ ہے کہ اس نے اپنے کسی دوست کے پاس نو لاکھ اشرفیاں بطور امانت رکھدی تھیں لیکن کچھ عرصہ کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کے دوست نے اس کے بیٹے کو طلب کیا اور کہا کہ "ایک عرصہ ہوا تمہارے باپ نے نو لاکھ اشرفیاں میرے پاس بطور امانت کے رکھدی تھیں سو اسے تم لیجاؤ"۔ لڑکے نے کہا مجھے اس کا کوئی علم نہیں ممکن ہے میری بہن جانتی ہو۔ چنانچہ لڑکی کو طلب کیا گیا لیکن اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا کہ چونکہ میرے باپ کی کوئی وصیت اس کے متعلق موجود نہیں ہے، اس لئے میں نہیں لے سکتی غرض اس معاملہ کو حسنک وزیر کے پاس لے گئے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اسی میں بھلائی سمجھتا ہوں کہ اس تمام مال کو کسی کار خیر میں لگا دیا جائے تاکہ اس کے مالک کو اس کا ثواب پہنچتا رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کی یادگار آج تک باقی ہے۔

(بقیہ ایک نصیحت آموز قصہ)

وہ اکثر اپنے کمرے میں تنہا بیٹھی رہتی - ہر شخص تحقیر کی نظروں سے دیکھتا۔ اور جب کبھی وہ پوجا پاٹ کے لئے لوگوں کے مجمع میں سے گزرتی تو لوگ آپس میں کانا پھوسیاں کرتے کہ "یہ ابھی جوان ہے"۔ یہاں تک کہ اب ماں باپ کو بھی اس کی موجودگی ناگوار گزرنے لگی- اس کی سہیلیاں بیوگی کی وجہ سے اس سے کنارہ کش ہو گئیں - خاندان میں کوئی بھی اس کا ہمدرد اور غمگسار نہ تھا - اگر وہ کچھ کہنے کی جرات کرتی تو بھائی اور ان کی بیویاں فوراً روک دیتیں کہ اس کو کوئی حق نہیں ہے - حتیٰ کہ ماں باپ بھی کہتے کہ "یہ تمہارے خاوند کا گھر نہیں ہے - تم کو ممنون احسان رہنا چاہیئے کہ ہم تمہاری پرورش کر رہے ہیں"۔ لفظ "بیوہ" اس پر کلی کا کام کرتا تھا - کوئی اس کی مصیبت کی داستان سننے تک کو تیار نہ تھا - ایک دن صبح کو بڑی دیورانی نے کملا کو نہایت سخت سُست کہا - جب اس نے اپنی ماں سے اس کی شکایت کی تو اس نے کہا "تو ہم کو ہمیشہ تکلیف دیتی ہے - جا میرے سامنے سے ہٹ جا - تجھ کو بڑی دیورانی کے حکم کی بلا عذر و حجت تعمیل کرنا چاہیئے"۔ کملا نے موت کو اس موجودہ حقیر اور ذلیل زندگی پر ترجیح دی - وہ ایک تالاب میں ڈوب کر مر گئی - جو اس کے مکان سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا -

انعامی معمّا

۳	■		۲	۴	■	۱
	۶	■		■		۵
	■				■	
	۹	■		■		۸
	■			۱۰	■	
	۱۲	■		■		۱۱
	■			۱۳	■	

دائیں سے بائیں

۴۔ شب
۵۔ جسم کا ایک اوپری حصہ
۶۔ محنت کرنے کی جان
۷۔ ظلم
۸۔ ہیں (فارسی)
۹۔ ترچھی
۱۰۔ زندگی
۱۱۔ امروز
۱۲۔ واپسی کا حکم
۱۳۔ ظلم

اوپر سے نیچے

۱۔ نشار، دریافت کرنا
۲۔ کسی بات پر جم جانا
۳۔ مدد چاہنا۔

۲۱ر جولائی کے معمے کا حل

ل	ج	X	ر	ا	ت	س	د
ب	ن	ر	ا	X	س	X	ا
X	X	ت	م	ہ	ا	ف	م
ن	ز	X	X	د	ہ	ل	X
X	ر	X	گ	ن	ل	ک	X
ز	X	ہ	ہ	ہ	X	ا	ج
ا	X	X	ر	ا	ت	ف	گ
غ	ا	د	X	ر	ز	ل	ن
X	ت	و	ع	X	ر	ا	ز
X	و	ا	ب	ق	ی	ک	X

شرائط

۱۔ صحیح حل بھیجنے والے کو مبلغ ص ر کی کتابیں پیش کی جائیں گی لیکن اگر ایک سے زیادہ اور پانچ تک صحیح حل وصول ہوئے تو انعام برابر برابر تقسیم کر دیا جائیگا پانچ سے زیادہ صحیح حل وصول ہونے پر پانچ شخصوں میں بذریعہ قرعہ اندازی انعام تقسیم ہوگا۔
۲۔ خریداران پیام تعلیم یا وہ لوگ جو اپنے حل کے ساتھ ۲ کا ٹکٹ بھیجیں مقابلے میں شریک ہو سکتے ہیں۔
۳۔ معمہ اشاعت سے تین ہفتے کے اندر تمام حل دفتر میں پہنچ جائیں۔
۵۔ [illegible] کے پتہ پر [illegible]

نتیجہ

۲۱ر جولائی کے صحیح حل پانچ سے زیادہ وصول ہوئے۔ اس لئے فیصلہ بذریعہ قرعہ اندازی کیا گیا مندرجہ ذیل طلبا کو ایک ہفتہ کے اندر انعامات بھیج دیئے جائیں گے:۔

۱۔ عبدالرشید انور صاحب لاہور
۲۔ محمد غوث پیر خنجر صاحب بنگلور میسور
۳۔ محبوب الرحمٰن صاحب دیوبند
۴۔ حفیظ الرحمٰن صاحب لکھنؤ
۵۔ حفیظ الرحمٰن صاحب چھپرہ

۲۱ر ستمبر ۲۹ء کے پرچہ میں ایک نہایت دلچسپ انعامی معمہ کا اعلان کیا جائیگا۔ خریداران [illegible]

کوائف جامعہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ کا نیا سیشن ۱۰ر اگست سے شروع ہوا۔ ۱۵ر اگست تک نئے طلبہ کے داخلے ہوتے رہے جو خاصی تعداد میں آئے ہیں اور اس عرصہ میں پرانے طلبہ بھی برابر آتے رہے لیکن بعض طالب علم اپنی کسی نہ کسی خانگی مجبوری کی وجہ سے نہیں آئے ہیں اور بادل ناخواستہ جامعہ سے اپنا سلسلہ تعلیم منقطع کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اگرچہ طلباء یہاں سے چھوڑنے کے بعد دوسرے اسکولوں میں ایک یا دو جماعت اوپر ہی داخل ہوئے لیکن جامعہ چھوڑنے پر جتنا افسوس ہمیں ہے اس میں وہ بھی کچھ کم شریک نہیں ہیں اور بعض بعض طلباء کے جذبات جو انھوں نے اپنی نجی خطوں میں ظاہر کئے ہیں، اس حیثیت سے قابل قدر ہیں۔ مچھلی شہر (جونپور) کے ایک طالب علم جو یہاں ابتدائی تعلیم میں پڑھتے تھے اور اب والد کے اصرار سے ۔۔۔۔ کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں داخل ہوگئے ہیں اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:۔

"یقیناً یہ دن میرے لئے بہت مبارک دن ہے کہ آج میں اپنے استاد محترم کی خدمت میں خود نہ سہی اس کاغذی پیکر ہی کے وسیلہ حاضر ہو رہا ہوں۔ آپکے کہنے کے بموجب میں نے والد مدظلہ سے اپنی تعلیم کو جامعہ ہی میں جاری رکھنے کیلئے بارہا اصرار کیا۔ چند دنوں تک تو نہایت امید افزا جواب ملتے رہے اور میرے تاریک دل میں امید کی ایک جھلک باقی رہی، مگر رفتہ رفتہ وہ دن آگیا جب کہ میرے تمام اور ساتھی خوش خوش جامعہ جانے کے لئے تیاریاں کرنے لگے۔ ـــــ پھر بھی میں سمجھتا تھا کہ شاید اب میں بھی تیاری کروں مگر افسوس کہ میری امید نہ پوری ہوئی اور ایسے وقت مجھے ۔۔۔۔ کی ہر چیز کاٹ کھانے کو دوڑنے لگی میرے دل میں امنگوں کا ایک سیلاب رواں ہوگیا اور میں چاہتا تھا کہ کسی طرح داخل ہو سکتا ہے کہ عزیز جامعہ کی چار دیواری میں اپنے مضطرب دل کو سکون اور پُر لطف زندگی سے بدل دوں۔ مگر شومئ قسمت! کہ یہ آرزو بھی پوری نہیں ہوئی۔ اور میں بادل ناخواستہ ۔۔۔۔ کی گندی فضا میں اپنے آپ کو مقید کردینے کے لئے مجبور ہوگیا۔ اگرچہ جامعہ کے بہت سے طلبا جو بورڈنگ ہاؤس میں رہتے تھے کبھی کبھار کھانے کے اوپر جامعہ پر نکتہ چینیاں کرتے تھے اور جس میں میں نے بھی بہت کثرت سے حصہ لیا مگر مجھے اس کا کافی احساس تھا کہ جامعہ کے پاس اتنا روپیہ نہیں ہے جتنا اور اسکولوں کے پاس، جامعہ کا ہر طالب علم خواہ وہ کسی امیر کا لڑکا ہو یا غریب کا کھانے کے متعلق شکایت کرتا تھا (گو یہ شکایت اب ہر بورڈنگ کا کھانا علیحدہ علیحدہ ہوجانیکی وجہ سے رفع ہوگئی ہے۔ اڈیٹر) مگر مثل مشہور ہے ہر شخص اپنے گھر کا بادشاہ ہوتا ہے اور گو یہ صحیح ہے کہ جو لطف گھر کے کھانے میں ہوتا ہے وہ اسکول اور کالج میں نہیں۔ اس لحاظ سے میں جامعہ کی بہ نسبت زیادہ آرام سے ہوں۔ نہ یہ کھٹکا ہے کہ ابھی خرچ نہیں آیا اور نہ اور کسی بات کا مگر پھر بھی میں اس عیش کی زندگی پر جامعہ کی زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ حضرت جوش کا ایک شعر ہے ؎

غرق عشرت ہو کے جینے سے کہیں بہتر ہے جوش
درس عبرت بن کے مرجانا زمانے کے لئے

اب میں ۔۔۔۔ گورنمنٹ ہائی اسکول میں درجہ ہشتم میں پڑھتا ہوں۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے غالباً آپ خیال کریں گے کہ یہ بناوٹ ہے لیکن دراصل یہ میرے ٹوٹے ہوئے دل کے جگر خراش نالے ہیں جنکو میں نے اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادا کئے ہیں۔

ہونٹ جب کانپے تو آنکھیں ڈبڈبا آئیں
داستاں کا آخری ٹکڑا سنانے کے لئے

احباب بجنور کی جامعہ نوازی

خواجہ عبدالحی صاحب پروفیسر تفسیر القرآن جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی جولائی کے
[آخ]ری ہفتہ میں بجنور تشریف لے گئے تھے وہاں دوران قیام میں انہوں نے جامعہ
[کے مت]علق بھی لوگوں سے تذکرہ کیا چنانچہ چند طلبہ کے داخلہ کے علاوہ مفصلہ ذیل
[اصح]اب نے نہایت فراخدلی سے جامعہ کی امداد فرمائی۔ یہ رقم دفتر محاسب میں
[وص]ول ہوچکی ہے۔ اس فہرست کو ان رسیدوں کی بجائے تصور کیا جائے جو [عام طور پر رق]م
[کی آم]د کی بجائے دفتر شیخ الجامعہ سے جاری ہوا کرتی ہیں۔

[رسید] بک نمبر ۱ رسید نمبر ۱ مولوی مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ بجنور صہ
" ۲ ملک نصراللہ خانصاحب بی۔اے ایڈیٹر اخبار مدینہ بجنور صہ
(صہ زکوۃ، صہ چندہ)
" ۳ مولوی عبدالحی و عبدالواسع صاحبان وکیل بجنور صہ (زکوۃ)
" ۴ ایک ہمدرد جامعہ بجنور صہ/
" ۵ مولوی محمد احسن صاحب سب اڈیٹر اخبار مدینہ بجنور صہ/
" ۶ ایک ہمدرد جامعہ بجنور صہ
" ۷ مولوی احمد علی خانصاحب پوسٹ ماسٹر بجنور صہ/
" ۸ چودہری عبدالقیوم صاحب متصل منصفی نگینہ صہ/
" ۹ منشی ضمیر احمد صاحب مختار عدالت نگینہ عہ
" ۱۰ توقیر احمد پسر منشی شبیر احمد صاحب مختار عدالت نگینہ صہ/
" ۱۱ سید توقیر احمد صاحب مختار عدالت دفتر یعنی میونسپل بورڈ نگینہ عہ
" ۱۲ مولوی محمد احمد صاحب رئیس سید واڑہ نگینہ صہ/
" ۱۳ مولوی ظفر ایاب علی صاحب رئیس نگینہ صہ/
" ۱۴ مولوی محمد یوسف صاحب اسسٹنٹ انجینیر ایس۔ ڈی۔ او
انہار نگینہ صہ (صہ ماہوار جولائی تا دسمبر)
" ۱۵ مولوی [illegible] صاحب وکیل نگینہ عہ
[illegible] صاحب [illegible] نگر، شیخ حسن ظہور صاحب تحصیلدار
[illegible] صہ/
[illegible] نگینہ عہ

رسید بک نمبر ۱ رسید نمبر ۱۸ منشی عبدالرحمن صاحب مختار عدالت نگینہ عہ/
" ۱۹ شیخ تجمل حسین صاحب رئیس۔ نگینہ صہ/
" ۲۰ ایک ہمدرد جامعہ عہ/
رسید بک نمبر ۲ رسید نمبر ۱ جناب قاضی غیاث الدین صاحب غیاث محلہ قاضی سرائے
نگینہ بجنور عہ/
" ۲ حافظ محمد ابراہیم صاحب ایڈوکیٹ ایم ایل سی نگینہ عہ
" ۳ بشیر احمد صاحب تاجر و فیرہ نگینہ پنجابی سرائے للعہ
" ۴ حکیم خلیل الرحمن صاحب۔ نگینہ عہ/
" ۵ بابو احمد علیمان صاحب پوسٹ ماسٹر بجنور صہ/ (زکوۃ)
" ۶ محمد سلطان صاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ و زمیندار بجنور صہ/
" ۷ مشتاق احمد خانصاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل بجنور صہ/
" ۸ حمید حسن و محمد حسن صاحبان اڈیٹر غنچہ۔ بجنور صہ/
" ۹ مولانا مشیت اللہ صاحب رئیس۔ بجنور عہ
" ۱۰ محمد الیاس صاحب آنندی بی۔اے ایل ایل بی وکیل بجنور صہ/
" ۱۱ مولوی رفیق احمد صاحب بی۔اے ایل ایل بی وکیل بجنور صہ/
" ۱۲ محمد ابرار خانصاحب بی۔اے اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ
ہائی اسکول بجنور صہ/
" ۱۳ ایک ہمدرد جامعہ صہ/
" ۱۵ محمد احسان صاحب مختار عدالت بجنور صہ/
میزان کل تین سو باسٹھ روپئے سالعہ

علاوہ ازیں محمد یوسف صاحب اسسٹنٹ انجینیر انہار نگینہ نے ۱۲۰ روپئے
سالانہ امداد کا وعدہ فرمایا ہے (۶۰ بابتہ زکوۃ ماہ رمضان میں اور ۶۰
بابتہ امداد جنوری میں ادا ہوا کرینگے)
ملک نصراللہ خانصاحب عزیز نے ۲۵ روپئے ہر رمضان میں دینے کا وعدہ
فرمایا ہے

خواجہ صاحب موصوف کی رپورٹ کی بنا پر ہم حافظ ابراہیم صاحب بی۔اے
ایل ایل بی ایم ایل سی وکیل نگینہ، محمد ظہیر عالم صاحب ایم۔اے ایل ایل
بی اور ملک نصراللہ خانصاحب عزیز بی۔اے ایڈیٹر مدینہ کے خاص طور پر
[illegible]

ہندوستان بھر میں

عمدہ مضبوط۔ دیرپا۔ خوبصورت
نفیس اور نسبتاً ارزاں قیمت سامان
کھیل مہیا کرنے والا واحد کارخانہ
ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ
کو یاد رکھیں



اگر آپ کو

یا آپکے دوست احباب کو کسی قسم کے سامان
کھیل۔ مثلاً کرکٹ۔ فٹ بال۔ والی بال
ہاکی۔ ٹینس۔ بیڈمنٹن وغیرہ کی ضرورت
ہو تو ہمیشہ براہ راست اسکولوں کے خاص
دیرینہ خادم کارخانہ
ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ
کو لکھا کریں

ہمارا سامان ہاکی اپنی عمدگی مضبوطی اور نفاست اور کم قیمتی کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ جوں جوں شوقین کھیل کو نیک سکولوں اور کالجوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان اسکو بطور آزمائش منگاتے ہیں۔ اسکی عمدگی مضبوطی اور نفاست کو دیکھکر شیدا ہوئے جاتے ہیں۔ جہاں کہیں ہمارا سامان ہاکی ایکمرتبہ بھی بطور نمائش کے منگایا گیا۔ انہوں نے روزمرہ کی پریکٹس اور مقابلہ کے میچوں میں حسب خواہش عمدہ اور مضبوط پاکر اعلیٰ سے اعلیٰ سرٹیفکیٹ دئے۔ اور بجائے بڑے قیمتی آرڈروں سے مستفید فرمانے اور کارخانہ کے متعلق گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے مجسم اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان کھیل

عرصہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں۔ رجمنٹوں۔ ریاستوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جانے کے علاوہ ممالک غیر میں بھی منگوایا جاتا ہے۔ اس اثنا میں جسقدر شہرت اور ناموری اپنی دیانتداری کی وجہ سے اس کارخانہ کو نصیب ہوئی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے کو ہوئی ہو۔ آپ بھی اپنا آزمائشی آرڈر بھیجکر ہماری صداقت کا امتحان کریں۔ ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے۔ جس پر معارفی روپیہ کی خاص رعایت دیجائیگی۔ حسب ضرورت لکھکر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی	فہرست سامان کرکٹ	فہرست سامان فٹ بال	فہرست سامان والی بال
دی منارک تین ربڑ سپرنگ ہنڈل ہاکی اوپر کا پورا چمڑہ لپٹا ہوا نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت ۵ / دی میجسٹک ڈبل سپرنگ ہنڈل اوپر انشا مضبوط چمڑہ سیاہ نہایت مضبوط اور دیرپا قیمت ۴ / دی مارشل ڈبل سپرنگ ہنڈل ہاکی اورین پروف رنگ کا ولایتی دھاگا لپٹا ہوا خوبصورت قیمت ۳ / دی اوریین سنگل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہنڈل ولایتی دی ہیرالڈ کین ہنڈل اوپر سیاہ ولایتی دھاگہ قیمت ..... / دی سپیشل برگھمی ونڈ ہاکی اوپر چمڑہ لپٹا ہوا ... چھوٹے بچوں کی ہاکیاں اورین دو روپے پریکٹس قیمت ... / اکی بال منارک تھے ... سپیشل پریکٹس ...	دی میجسٹک تین ربڑ سپرنگ ہنڈل کرکٹ بیٹ اوپر انشا مضبوط چمڑہ سیاہ نہایت مضبوط قیمت ... / دی مارشل ڈبل سپرنگ لیمبر بونڈ ہنڈل بیٹ ... / دی ... سپرنگ ٹوائین بونڈ ہنڈل بیٹ ... / دی سنگل پریکٹس کین ہنڈل روزانہ پریکٹس کیلئے ... / چھوٹے بچوں کے کرکٹ بیٹ نمبر ... / کرکٹ بال دی منارک ... اسپیشل پریکٹس ... / لیگ گارڈ چمڑے کے ... / بیٹنگ گلوز ... وکٹ گلوز بڑھیا ... / وکٹ دی مارشل ... چھوٹی ... / بمعہ ... ہنڈل ... اسکورنگ بک ... / ... بال ایک روپیہ فی ...	دی منارک اٹھ ٹکڑہ کا درجہ اول نہایت مضبوط اور خوبصورت فٹ بال منارک ... قیمت مکمل نمبر ۵ ... / دی میجسٹک ... ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ ... / دی ... تحفہ ... / دی ... سادہ مگر نہایت مضبوط ... ٹکڑہ میں ... / دی ... پریکٹس روزانہ پریکٹس کیلئے مضبوط فٹ بال ... / چھوٹے بچوں کے لئے ... مکمل نمبر ... / نمبر ۳ ... نمبر ۲ ... / بلیڈر سرخ ربڑ تازہ مال نمبر ۵ ... نمبر ۳ ... نمبر ۲ ... / پچکاری بڑی ... درمیانہ ... چھوٹی ... / فٹ بال بوٹ ولایتی ... / ... فٹ بال ...	ملک والی بال۔ گدیستہ رنگ کی ٹکڑہ کا نہایت خوبصورت اور مضبوط ... ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ ... / دی منارک والی بال گدستہ قسم دوم مکمل نمبر ۵ ... / چھوٹے بچوں کے والی بال نمبر ۴ مکمل ... نمبر ۳ ... / فالتو بلیڈر ربڑ والی بال نمبر ۵ ... / دی ملک والی بال جال براؤن رنگ بڑھیا قسم بمعہ سوتی ڈوری کے ... / دی منارک سفید بڑھیا جال ... / والی بال پولز فیروزی رنگ کے ... والے ولایتی پالش شدہ بمعہ رسوں اور ... کے ... / کتاب قواعد والی بال اردو دو آنے / انگریزی بالتصویر ۱۲ /

سامان ... سیالکوٹ ... ملک ... | پتہ: | جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ | تار کا پتہ: ... رجسٹری شدہ

نوٹ: ... ہر ایک آرڈر کے ہمراہ اصل قیمت اشتہار ہذا کے مطابق ... چاہیے۔ ادا اخبار ہذا کا حوالہ ضرور دینا چاہیے۔ ...

حکومت نے بھی دیکھ لیا ہے کہ

فاشیۂ شہاب ثاقب

روزہ شہاب

جس

حریت و آزادی کا ... منظور نگار ہاتی،

صوبہ سرحد کا سب سے پہلا سہ روزہ اخبار

شہاب سہ روزہ ثاقب

کا ابھی سے گھر گھر چرچا ہے جسکے سحر تحریر نے عورتوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کے دلوں اور ذہنوں کو پلیٹ کر رکھ دیا ہے۔ جسکے پرچوں کو ملک کے گوشے گوشے میں اپنے دوستوں عزیزوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں۔ جسنے غلامی ذلت۔ تاریک خیالی رجعت پسندی، بیدینی۔ جمود اور غفلت شعاری کے پردوں پر بجلیوں کی بارش برسا دی ہے۔ جسکا پڑھنے والا صرف خدا کی غلامی کرتا ہے۔ اسکے بعد اگر ہفت اقلیم کا باجبروت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک منادی انسان کی حیثیت سے برادرانہ طور پر ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اور نخوت و غرور اور تکبر و استبداد پسندی کے بتوں ٹھکرا دیتا ہے۔

وہ اخبار "شہاب"

آگے چلکر کیا کیا نہ دکھائیگا۔ "شہاب" معقولیت اور صداقت کیساتھ دجل اور باطل کے قلعوں کو توڑ کر رکھدیتا ہے۔ اس کی بے تعصبی معقولیت پسندی اور رواداری کا ہر طبقے میں اعتراف کیا جا چکا ہے۔

ہدایت کے ستارے بنجانیے:۔ شہاب کے پڑھنے والے ظلمتکدہ عالم کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تبلیغ اسلام اور آزاد خیال ہونے اپنے انسانی فرائض سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے "شہاب" کو مستقل طور پر پڑھنا شروع کر دیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی نہایت عمدہ ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے ششماہی ہے۔ سہ ماہی دو روپے ہے۔ نمونہ کا پرچہ مفت ہے۔ لیکن نمونہ دیکھنے کا انتظار بے سود ہے۔

منیجر سہ روزہ "شہاب" راولپنڈی

اجمل روزانہ

زیر ادارت جناب معین الدین حارث صاحب بی اے (جامعہ) حکیم اجمل خانصاحب ... سے دہلی سے جاری کیا گیا ہے۔ اسکے اجرا کا مقصد قوم کی خدمت کرنا ... جو حکیم صاحب مرحوم کی تھی۔ اجمل مزدوروں، کسانوں اور پسماندہ قوموں کے مفاد کی نگرانی کرتا ہے۔ اور ساری دنیا کی خبریں ہندوستان کے بہترین اخباروں کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ ان خصوصیات کے باوجود قیمت سالانہ ... روپیہ ششماہی چار روپے۔ سہ ماہی دو روپے آٹھ آنے۔

منیجر اجمل ... بلڈنگ بمبئی نمبر ۹

اخبار مدینہ بجنور

ہفتہ میں دو بار

سنہ ۱۹۱۲ء سے قابل اہل قلم ایڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے۔ خدمت قوم و ملک اور خدمت ملت اس کا شعار ہے۔ آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار، ایسا واحد اخبار ہے کثیر الاشاعت سیاست حاضرہ کا مفسر حق و صداقت کا شہرہ عربی انگریزی اخبارات کا خلاصہ، دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا، ملاحظہ و مطالعہ خود آپکو بیان کی تصدیق کر دے گا۔ نمونہ مفت۔ قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴ سہ ماہی دو روپے فی پرچہ چار ممالک غیر سے ۱۰ سالانہ۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

تار کا پتہ۔ جامعہ دہلی

پیامِ تعلیم

نرخنامہ چندہ

سالانہ عگ

ششماہی عہ

فی پرچہ ار

ایڈیٹر:۔ سعید انصاری۔ بی۔ اے (جامعہ)

جلد ۷	۲۱ ستمبر و ۷ اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء	نمبر ۱۰ و ۱۱

فہرست مضامین

دُنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

جتیندر ناتھ داس نے سیاسی قیدیوں کے ساتھ بُرے برتاؤ کی بنا پر لاہور جیل میں مقاطعہ جوعی کر رکھا تھا، ان کا ۱۳ ستمبر کو ۶۱ دن کی فاقہ کشی کے بعد انتقال ہو گیا جس کا تمام ملک میں نہایت زور شور سے ماتم منایا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد عالم صاحب نے جو کسی زمانہ میں جامعہ کے پرنسپل رہ چکے ہیں پنجاب کونسل سے اس بنا پر استعفا دیدیا ہے کہ ان کا ضمیر ایک ایسی کونسل میں رہنا گوارا نہیں کرتا جس نے ان شکایات کو رفع کرنے کے لئے کچھ نہیں کیا اور ایک ہندوستانی نوجوان کو اپنی جان دینے پر مجبور کیا۔

آج کل ملک میں نوجوانوں کا اثر روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ ۱۵ ستمبر کو لکھنؤ جیسے مرکزی شہر میں صوبہ متحدہ کے نوجوانوں کی پہلی کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا جسکی صدر ملک کی مقتدر خاتون مسز سروجنی نیڈو تھیں۔ پنڈت جواہر لال نہرو بھی جو ملک میں نوجوان تحریک کے سب سے بڑے علمبردار ہیں، اس کانفرنس میں شریک تھے۔ کانفرنس کے پنڈال میں "شہنشاہیت تباہ ہو جائے" "فرقہ پرستی برباد ہو جائے" وغیرہ کے کتبے جلی حرفوں میں خاص طور پر نمایاں نظر آ رہے تھے جس سے اس کے مقاصد کا بہت کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

لیجسلیٹو اسمبلی کے ایک رکن رائے صاحب ہربلاس شاردا نے ایک مسودہ قانون اس مضمون کا پیش کیا تھا کہ صغر سنی میں لڑکیوں اور لڑکوں کی شادی قانوناً جرم قرار دی جائے اور اسکے لئے لڑکے اور لڑکی ہر ایک کی عمر مقرر کر دی جائے جس سے پیشتر ان کی شادیاں ہونا جرم سمجھا جائے۔ بہت بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا ہے کہ لڑکی کی عمر ۱۴ سال قرار دی جائے اور لڑکے کی عمر ۱۸ سال۔

ہندوستان کے باہر

حکومت برطانیہ کی ایک عرصہ سے یہ کوشش ہے کہ فلسطین کو بے خانماں یہودیوں کا خالص وطن بنا دیا جائے اور اس مقصد کے لئے آئے دن ایک نہ ایک حیلہ تراشا جاتا ہے۔ "دیوار گریہ" کے متعلق ابھی حال میں عربوں اور یہودیوں میں جو فساد برپا ہوا ہے، وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی بتایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یورپ اور انگلستان میں بڑے بڑے بنکوں کے مالک عموماً سب یہودی ہوتے ہیں جنکا کہ انگلستان کی سیاست پر بہت اثر ہوتا ہے۔ یہ انہی دولتمندوں کی خوشنودی ہے جس کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے۔

سائمن کمیشن کے ساتھ ایک ہندوستانیوں کی چھوٹی سی کمیٹی بھی رپورٹ تیار کر رہی تھی جس کے صدر سر سنکرن نائر تھے۔ تازہ اطلاعات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کمیٹی کے ارکان میں بعض مسائل پر باہم سخت اختلاف تھا جسکی وجہ سے کچھ ممبران اس سے علیحدہ ہو گئے ہیں اور انھوں نے رپورٹ پر اپنے دستخط کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

مولانا شوکت علی صاحب اور مولانا محمد علی صاحب مدظلہ کا ایک عرصہ سے جنوبی افریقہ تشریف لیجانے کا ارادہ تھا چنانچہ اگست کے مہینہ میں مولانا شوکت علی صاحب ڈربن روانہ ہوئے اور خیال تھا کہ مولانا محمد علی صاحب چند روز بعد تشریف لیجائیں گے لیکن جنوبی افریقہ کی حکومت کی طرف سے مولانا شوکت علی صاحب کو ایک حکم ملا جس میں صرف تین ہفتہ قیام کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور سیاسی معاملات کے متعلق اظہار خیال کی سخت ممانعت کر دی گئی تھی۔ مولانا محمد علی صاحب نے اس پابندی کی وجہ سے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

کا

جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے تعارف

نورالمتدی صاحب ہمارے "پیام تعلیم" کے خاص کرمفرماؤں میں ہیں۔ آپنے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے محبت آمیز پیام ہماری جامعہ کے ایک ہونہار فارغ التحصیل عبدالحمید صاحب زبیری سے ملاقات وگفتگو کے بعد بھیجا ہے، جو ہمارے کالج کی انجمن "اتحاد" کے نائب صدر بھی رہ چکے ہیں اور جو اس ہفتہ فلسفہ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکی غرض سے یورپ جارہے ہیں۔ ہماری بھی دلی دعا ہے کہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد و جامعہ ملیہ دہلی کے درمیان محبت و یگانگت، دوستی اور اتحاد کے تعلقات خدا کرے روز بروز ترقی کریں اور ہر دو تعلیمگاہوں سے ایسے طلبار پیدا ہوں جو ان تعلقات کے مزید استحکام و تقویت کا باعث ہوں۔ آمین۔ (اڈیٹر)

میں آج جس موضوع پر روشنی ڈال رہا ہوں وہ نہایت ہی دلخوش کن اور دونوں جامعات کے طلبار کیلئے باعث مسرت ہوگا۔

Sir Edwin Arnold اپنے چند اشعار میں جو "کامریڈ" کے عنوان سے موسوم ہیں لکھتا ہے کہ "اس دنیا میں ایک تنہا روح دوسری تنہا روح کی متلاشی ہے۔ آخرش یہ ایک دم ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں" اگر ان اشعار کا مطلب اس موقعہ پر منطبق کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

جامعہ ملیہ دہلی کے نائب صدر مولوی عبدالحمید صاحب بعزم یورپ تشریف لے جارہے ہیں۔ صاحب موصوف نے اپنے دوران سفر میں چند روز بلدہ حیدرآباد دکن میں قیام فرمایا۔ ہماری جامعہ کے نائب صدر مولوی احمد علی خانصاحب بی۔ اے نے ایک عصرانہ اقامت خانہ نظامت منزل میں آپ کی تشریف آوری پر دیا جس میں طلبا و معزز نائب صدر جامعہ ملیہ دہلی کے جامعہ عثمانیہ کے طلبار مدعو تھے۔

ہمارے نائب صدر نے مولوی عبدالحمید صاحب سے تعارف کرایا اور اُن کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا اور صاحب موصوف سے درخواست کی کہ وہ اپنی جامعہ کے مقاصد سے ہمکو بہرہ اندوز کریں ہمیں بے حد خوشی ہوئی اور ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ ہماری یہ درخواست قبول ہوئی اور صاحب موصوف نے اپنے زرین خیالات اور جامعہ ملیہ کے اعلیٰ مقاصد سے ہم کو آگاہ کیا۔ یوں تو کونسا ایسا متنفس ہوگا جو حکیم اجمل خاں جیسے مشہور اور نامی گرامی ہستی سے واقف نہ ہو۔ یہ مرحوم کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے جس نے ایک ایسی جامعہ کی بنیاد ڈالی جو بالکل قومی اور ہندوستان کے نادار طلبار کیلئے ایک اعلیٰ درسگاہ ہے۔

صاحب موصوف نے جامعہ کے کاروبار اور طلبار کی زندگی کا ایک مختصر خاکہ کھینچا جس نے حاضرین کے دلوں پر ایک گہرا اثر ڈالا۔ وہاں کے پروفیسروں کا ایثار جنھوں نے بیس سال تک جامعہ کی خدمت کیلئے اپنے عیش و آرام کو بالائے طاق رکھ کر کمر ہمت باندھ لی ہے۔ نیز صاحب موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ کے طلبار نے عہد کرلیا ہے کہ ہم ہمیشہ اپنے ارادوں میں مستقل رہیں گے اور دنیا کی ہر مصیبت کا مقابلہ کرنیکو تیار رہیں گے یہ دونوں متعلم اور معلم کے ارادوں کا مستقل استقلال ہے جو دنیا میں اُن کو کامیاب کرکے چھوڑے گا۔ جامعہ ملیہ کے طلبا سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں کہ یہ ملک اور قوم و ملت کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔ اس کے بعد معزز مقرر نے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ عثمانیہ اور جامعہ ملیہ دونوں کے مقاصد یکساں ہیں۔ دونوں جامعات میں ذریعہ تعلیم اُردو ہے اور دینیات و اخلاقیات لازمی ہے۔ دونوں جامعات اس جد وجہد میں مصروف ہیں کہ تمام مغربی علوم زبان اُردو میں آجائیں تاکہ بعد کی نسلیں اور ان جامعات کے موجودہ تعلیم پانیوالے اصحاب غیر زبان حاصل کرنے کی مشکلات میں پھنسنے نہ پائیں۔ یوں تو علم ایک دریا سے تشبیہ دیا جاسکتا ہے۔ اور جو کوئی غوطہ زن دور تک اس سمندر میں جائیگا اُس کو اُتنے ہی نایاب گوہر دستیاب ہوں گے۔ تاہم تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ انسان

خود کو سنبھالے۔ اس کے بعد خاندان اور قوم و وطن کی خدمت کرے جس قوم میں مفلسی ہوگی وہ ہمیشہ قعر مذلت میں پھنسی رہیگی چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ مفلسی کفر کے نہایت قریب ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان سے مسئلہ بیکاری اُٹھ جائے تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ بہت جلد ہم طوق غلامی سے آزاد ہو جائینگے۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر چیز کے قیام کیلئے ابتدا میں بہت سی دقتیں پیش آتی ہیں لیکن بعد کو چل کر اس کا نہایت ہی بہتر و مفید نتیجہ نکلتا ہے۔ موجودہ فرمانروائے دکن نے جس دریا دلی سے جامعۂ عثمانیہ کے قیام اور اُسکو کامیاب بنانے کیلئے روپیہ بہایا ہے ہر شخص اس سے باخبر ہے۔ اور آپکے زمانے کا یہ نہایت ہی شاندار کارنامہ ہے جو صفحۂ ہستی سے ہرگز مٹنے والا نہیں ہے۔ ہم اس موقعہ پر دعا کرتے ہیں کہ خداوند کریم ہمارے فرماں روا کے عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائے۔ اور اُنکو اپنے مقاصد میں کامیابی عطا کرے

جامعہ عثمانیہ نے اچھی خاصی ترقی حاصل کر لی ہے۔ سررشتۂ ترجمہ و تالیف میں آئے دن بہت سی کتابیں ترجمہ ہو رہی ہیں۔ اس یونیورسٹی کے کئی کالج ہر شعبہ کیلئے علیحدہ کھولدئے گئے ہیں چنانچہ انجینیرنگ کالج۔ عثمانیہ ہاسپٹل کالج وغیرہ وغیرہ سرگرمی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں۔ اور ہر شعبہ میں اس یونیورسٹی کے طلبا نے اپنا نام پیدا کیا ہے اور مغربی درسگاہوں میں بھی خاص امتیاز حاصل کیا ہے۔

ہم جامعہ ملیہ دہلی کے نائب صدر سے مل کر بہت خوش ہوئے ہمارا اس جامعہ سے ایک روحانی تعلق ہے۔ اور دونوں درسگاہیں ایک مادر وطن کی گود میں سرسبز اور پھل پھول رہی ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ دونوں جامعات کے نائب صدروں میں جو ملاقات ہوئی اس نے دونوں میں ایک رشتہ پیدا کر دیا ہے۔ اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ جامعہ ملیہ دہلی کے پروفیسر اور طلبا ہم سے برادرانہ تعلق پیدا کرینگے اور ہماری جامعہ کے میگزین "مجلہ" کو اپنے زریں خیالات سے فائدہ پہنچائیں گے۔

یہ سنکر بہت خوشی ہوئی کہ مولوی عبدالحمید صاحب فلاسفی کیلئے جرمنی تشریف لے جارہے ہیں خداوند کریم آن کو اپنے مقصد میں کامیابی عطا کرے اور صاحب موصوف بعد واپسی وطن اپنے ملک قوم اور برادران وطن کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں۔

میں نے ایک مرتبہ "پیام تعلیم" کے پرچہ کو اپنے دوست کے پاس دیکھا اس وقت میرے دل میں یکایک خیال پیدا ہوا کہ ایک اسلامی جامعہ سے برادرانہ تعلق پیدا کردوں چنانچہ میں نے اس کی ابتدا قصہ کہانیوں سے شروع کی۔ اور اس طرح میں نے اپنا برادرانہ تعلق قائم رکھا۔ مجھے پھر اس موقعہ پر کامریڈ کے وہ اشعار یاد آجاتے ہیں۔ جس چیز کی میں تلاش میں تھا آخرکار اُس جامعہ کے نائب صدر سے مجھے شرف ملاقات حاصل ہوا اور اُن کے زریں خیالات سے میں مستفید ہوا۔ میں نہیں جانتا اُس وقت مجھے کتنی خوشی ہوئی جو اس وقت ضبط تحریر سے باہر ہے۔ انشاءاللہ میری یہ تمنا ہوگی کہ ہر وقت آپ کی جامعہ سے ہمارا برادرانہ رشتہ قائم رہے اور ہم دونوں بھائی دوش بدوش زمانہ کی ترقی میں گامزن ہیں۔

یہاں یہ بیان کرنا بیکار نہ ہوگا کہ ہماری انجمن مباحثہ کے نائب صدر مولوی احمد علی خاں صاحب اور آپ کے سابق نائب صدر کے خیالات بالکل مشترک ہیں۔ یہ دونوں اصحاب ملک اور وطن کے سچے جاں نثار ہیں۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں قوم اور وطن کی سچی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔

آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ دونوں حضرات اپنے مقاصد میں کامیاب ہوکر قوم کی سچی اور حقیقی خدمت کریں اور ہمارے دلوں کو اپنے روشن خیالات سے منور کریں۔ اس کے بعد میں خدا حافظ کہتا ہوں۔

کوائف جامعہ

ربیع الاول کے مقدس مہینے میں جامعہ کی قدیم روایات کے مطابق اس سال بھی میلاد مبارک کی محفل منعقد ہوئی جس میں ہماری خوش قسمتی سے مولنا آزاد سبحانی صاحب بھی موجود تھے۔ طلبا کا چینی، سماتری، عربی، فارسی، ہندی، اور اردو زبان میں نعتیہ نظموں کے پڑھنے کے بعد مولنا موصوف نے آنحضرت صلعم کی رسالت کے ثبوت پر ایک گھنٹہ تک تقریر فرمائی۔ جلسہ میں طلبیہ کالج، قرول باغ اور شہر کے لوگ بھی شریک تھے۔

اس سے چند روز بعد جامعہ ملیہ کے مدرسہ شاخ واقع بارہ ٹوٹی میں بھی ایک محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں چھوٹے چھوٹے بچوں نے نعتیہ نظمیں پڑھیں اور متعدد لڑکوں نے مل کر "ہمارے نبی" اور "ہمارے رسول" کے جستہ جستہ حصے زبانی تقریر کی صورت میں سنائے۔ آخر میں مولنا آزاد سبحانی صاحب نے ہمارے نبی اور رسول کے مکارم اخلاق اور اسوۂ حسنہ بیان فرمائے جس سے حاضرین بہت مستفیض ہوئے۔

اوائل ستمبر میں ڈاکٹر انصاری صاحب، عبدالمجید خواجہ صاحب سابق شیخ الجامعہ اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب جامعہ کے لئے فراہمی سرمایہ کی غرض سے بھوپال اور حیدرآباد تشریف لے گئے تھے۔ انہی دنوں مہاتما گاندھی جی بھی سرکاری مہمان کی حیثیت سے بھوپال میں موجود تھے آپ نے اپنی پبلک تقریر میں جامعہ کا خاص طور سے ذکر فرمایا جس سے ریاست کے تمام لوگوں پر خاص اثر پڑا ہوگا۔ امید ہے کہ بھوپال کے لوگ جامعہ کی نہایت فراخ حوصلگی سے مدد کریں گے۔

پچھلے دنوں دہلی بالخصوص قرول باغ کی آب و ہوا کچھ خراب ہوگئی تھی ستمبر کے پہلے ہفتہ میں یہاں کچھ ہیضہ کی شکایت پیدا ہوئی اور طبیہ کالج کے تین طالب علم اس مرض کے شکار ہوگئے جس سے کالج مذکور ایک مہینہ کے لئے بند ہوگیا۔ جامعہ کیلئے ہیلتھ افسر اور دوسرے ڈاکٹروں نے یہ مشورہ دیا کہ بند کرنیکی کوئی ضرورت نہیں ہے اور احتیاطاً تمام لوگوں کو ٹیکے وغیرہ لگوا دئے گئے کوئی ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ تک تو حالت سنبھلی رہی لیکن ہوا کے رک جانے اور گرمی کے سخت ہونیکی وجہ سے پھر کسیقدر شکایت شروع ہوئی لیکن یہ حالت بھی دو چار روز سے زیادہ قائم نہیں رہی اب خدا کی ذات سے امید ہے کہ سردی ہوتے ہی یہاں کی آب و ہوا بالکل درست ہو جائیگی

جیتندر ناتھ داس کے انتقال کی خبر جس روز جامعہ میں پہنچی، اُسی وقت کالج و مدرسہ وغیرہ میں چھٹی ہوگئی لائبریری ہال میں ایک جلسہ طلبا اور اساتذہ کا اس شہید حق کے ماتم و غمگساری میں منعقد کیا گیا۔ شام کو طلبائے کالج کی انجمن "اتحاد" کے ماتحت ایک خاص جلسہ لڑکوں کا ہوا جس میں مزید رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

اس سال سے جامعہ میں اسکاؤٹ بھی شروع ہوا ہے جسکے لئے حلقہ یو۔ پی۔ کے اسکاؤٹ ماسٹر مسٹر رتن ہر ہفتہ تشریف لاتے ہیں۔ چھوٹے لڑکے خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور ماسٹر صاحب کو امید ہے کہ چھوٹے بچوں اور متوسط العمر لڑکوں کی ٹولیاں بہت اچھی ہونگی۔ بڑے لڑکے بھی اگر حصہ لیں تو ان کی جماعت بھی اچھی خاصی بن سکتی ہے۔

نئے سال سے جامعہ کے اندرونی انتظامات میں سب سے بڑی تبدیلی جو ہوئی ہے، وہ ہر بورڈنگ کے کھانوں کا علیحدہ علیحدہ ہو جانا ہے۔ اس صورت میں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ کوئی شکایت عام طور پر نہ رہیگی جو مرکزی مطبخ میں لازمی تھی۔ بلکہ ہر ہر دارالاقامہ اپنے مذاق اور پسند کے مطابق اپنے کھانوں کا انتظام کرے گا طلبہ اس جدید انتظام سے بہت خوش اور مطمئن نظر آرہے ہیں۔

نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس سال ہماری جامعہ سے دو مُنتہی یورپ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنیکی غرض سے گئے ہیں۔ عبدالعلیم صاحب عربی زبان و ادب میں

ڈگری لیں گے اور عبدالحمید صاحب زبیری فلسفہ میں۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی

ایک جنگل میں ایک شیر پڑا سو رہا تھا کہ ایک چھوٹی سی چوہیا اس کے قریب آگئی اور اس کے جسم پر چڑھ کر ادھر اُدھر پھاندنے لگی جب شیر کی کلائی پر آئی تو وہ چونک پڑا اور اپنی کلائی کو زور سے جھٹکا دیا۔ اتفاق سے اس کی کلائی ایک پتھر پر اس زور سے لگی کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس تکلیف کی وجہ سے شیر نہ اُٹھ سکتا تھا اور نہ کہیں آجا سکتا تھا جب جنگل کے جانوروں کو اس کی مصیبت کا حال معلوم ہوا تو سب کے سب باری باری سے اس کی مزاج پرسی کے لئے آنا شروع ہوئے لیکن لومڑی نہیں گئی۔ بھیڑئے نے موقع غنیمت جان کر شیر سے کہہ دیا کہ دیکھئے حضور آپ کی سب رعایا تو حاضر ہوئی مگر کمبخت لومڑی نہیں آئی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حقیر سا جانور اس قدر مغرور کیوں ہے۔ شیر کو بھی اس کا خیال ہوا اور لومڑی کی غیر حاضری اُسے بہت ناگوار معلوم ہوئی جھنجھلا کر بولا کہ اچھا کمبخت کی اس حرکت پر کافی گوشمالی کیجائیگی۔ لومڑی کو جب اس چغلی کی خبر پہنچی تو اسی دن دوڑتی ہوئی آئی اور جھک کر سلام کر کے کہنے لگی کہ جہاں پناہ! جب سے اس کنیز نے حضور کی علالت کی خبر سُنی ہے دوا کی جستجو میں تمام جنگلوں میں ماری ماری پھری ہُوں اسی پریشانی میں ایک روز ایک بوڑھے کلنگ سے ملاقات ہوگئی جو کہ گردن جھکائے ہوئے خدا کی یاد میں مشغول تھا۔ اس خدا ترس تجربہ کار کلنگ سے آپ کی علالت کا حال بیان کیا۔ کلنگ نے کچھ عرصہ تک تو گردن کو جھکائے رکھا اور بڑی سوچ بچار کے بعد جواب دیا کہ دوا نہایت مجرب اور سریع الاثر ہے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ تم اس کو کسطرح حاصل کرسکوگی میں نے کہا اول تو میں خود اس کی فراہمی میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھونگی اور جنگل کے بادشاہ کے لئے اپنی جان تک قربان کر دوں گی لیکن باوجود اس تلاش کے بھی میں اگر میں کامیاب نہ ہوئی تو ملک معظم کی خدمت میں اس کا ذکر کر دونگی جہاں پناہ اپنے کسی چپراسی کو بھیج کر فراہم کرلیں گے" چنانچہ اس کے بعد اس نے ایک نہایت مجرب دوا بتائی پیکتے ہوئے لومڑی نے اپنی بائیں جانب ذرا مڑ کر دیکھا اور اپنے کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا "ہر چند اس دوا میں ایک دوست کی جان کا زیان ہے لیکن جہاں پناہ! ہم سب کی جانیں آپکی سلامتی کے مقابلہ میں ہیچ ہیں اور اگر ہم سب کی جانیں حضور پر قربان ہو جائیں اور خدائے قدوس حضور کو تندرستی دے تو اس سے کیا بہتر ہے! شیر نے بہت ہی بے تاب ہو کر دریافت کیا کہ آخر اس دوا کا نام بھی؟ لومڑی نے کہا جہاں پناہ کیا عرض کروں ایک بڑے تجربہ کار اور فلسفیانہ دماغ جراح نے بتایا ہے کہ اگر بھیڑئے کا گردہ پیس کر اس کا لیپ لگایا جائے تو حضور کی کلائی ایک ہی روز میں ٹھیک ہو جائے۔ بھیڑئے کا گردہ ہڈی کے جوڑ کیلئے مومیائی سے زیادہ نفع کرتا ہے۔ وہ چغلخور بھیڑیا بھی وہیں موجود تھا۔ لومڑی کے بیان کا آخری جملہ سُنکر سہم گیا۔ اور ابھی اس کا جواب بھی نہ دینے پایا تھا کہ دو چیتوں نے جو شیر کے دائیں بائیں سر جھکائے بیٹھے تھے فوراً بھیڑئے پر لپکے اور پچھاڑ کر گردے صاف نکال لئے لومڑی نے اس منظر کی ابتدا ہی میں یہ کہتے ہوئے جنگل کی راہ لی۔

مَنْ حَفَرَ بِئْرًا لِأَخِيهِ فَقَدْ وَقَعَ فِيهِ

(چاہ کن را چاہ درپیش)

سائنس

کیا کیڑے مکوڑوں میں بھی عقل ہوتی ہے؟

تمام انسان میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک جبلت (Instinct) اور دوسری ذہن (Intelligence) جبلت کا یہ خاصہ ہے کہ انسان جو کام کرتا ہے، وہ بلا ارادہ اور آپ سے آپ کرتا ہے۔ بچہ محبت سے اپنی ماں کی طرف لپکتا ہے، یہ اس کی جبلت ہے۔ اس میں چوپائے اور پرندے سب داخل ہیں۔ دوسری چیز ذہن اور عقل ہوتی ہے۔ اس میں انسان کے ارادے اور قصد کو دخل ہوتا ہے۔ انسان رہنے کے لئے مکان بناتا ہے اس میں اس بات کا خیال پہلے سے رکھ لیتا ہے کہ مکان جاڑے، گرمی، برسات ہر موسم میں اس کے لئے آرام و آسائش کا باعث ہو۔ یہ بات چرند و پرند میں اب تک سمجھی جاتی ہے کہ نہیں ہے لیکن حال کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں میں بھی ذہن و عقل ہوتی ہے، حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے بھی قدرت کاملہ کے اس عطیہ سے خالی نہیں ہیں ان کے اکثر کاموں میں بھی عزم و ارادہ اور ترتیب و نظم کو دخل ہے۔

مثال کے طور پر ایک بھڑ کو لو۔ جب وہ اپنا چھتہ بنا لیتی ہے تو اس کے بعد وہ اس کے گرد کئی چکر لگاتی ہے۔ پہلے چکر ذرا چھوٹے ہوتے ہیں، پھر بعد میں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے چھتے کے ماحول سے پوری طرح واقف ہو جائے۔ واقفیت اپنے ذہن میں حاصل کرنے کے بعد اب وہ جنگل میں اپنے کام سے جاتی ہے اور خوب گھومنے پھرنے کے بعد وہ سیدھے اپنے چھتے میں لوٹ آتی ہے۔ اگر چھتہ بناتے وقت اس کی نیت لوٹنے کی نہیں ہوتی تو وہ اس کے ارد گرد چکر نہیں کاٹتی بلکہ یوں ہی سرسری طور پر کچھ دیر بیٹھکر وہ اڑ جاتی ہے۔

یہی حال شہد کی مکھی کا بھی ہے۔ تم کسی شہد کے چھتے سے کسی مکھی کو پکڑ لو اور اسے دور لیجا کر چھوڑ دو، پھر دیکھو کہ وہ کیسی سیدھے اپنے چھتے میں واپس آجاتی ہے۔ اس کا سبب بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنا شہد کا چھتہ بناتے وقت اس کے گرد و پیش سے خوب واقفیت حاصل کر لیتی ہے اور اسے بخوبی اپنے ذہن میں محفوظ رکھتی ہے۔ اس کے برعکس کسی ایسی مکھی کو جو ابھی کسی چھتے میں نئی نئی پیدا ہوئی ہو اور اس نے یہ منزل طے نہ کی ہو۔ اسے پکڑ کر کسی دوسری جگہ لے جاؤ اور وہاں سے چھوڑ دو پھر دیکھو وہ کیسی بھٹکتی پھرتی ہے اور کبھی اپنے چھتے میں واپس نہیں ہو سکتی۔

یا ایک ذرا مختلف مثال کسی زمین پر رینگنے والے کیڑے کی لو، مثلاً وہ چیونٹیاں جو آم کے پتوں میں اپنا گھر بناتی ہیں۔ تم نے شاید کبھی غور کیا ہو کہ وہ کس طرح پہلے پتوں کو اکٹھا کرتی ہیں اور جب وہ اس کام کو ختم کر لیتی ہیں تو کس طرح اپنے کو ایک پتی سے دوسری پتی پر پھیلا دیتی ہے اور ایک پتی کو اپنے منہ سے پکڑ لیتی ہیں اور دوسری کو پچھلی ٹانگوں سے۔ پھر وہ ان کو کھینچتی ہیں اور دونوں پتیاں ایک دوسرے کے قریب آجاتی ہیں۔ اگر پتیوں کے درمیان فاصلہ اتنا ہوتا ہے کہ ایک چیونٹی تنہا ایک پتی سے دوسری پتی تک نہیں پہونچ سکتی تو کئی چیونٹیاں ملکر آپس میں ایک زنجیر بنا لیتی ہیں۔ ایک چیونٹی دوسری کی کمر پکڑ لیتی ہے اور اسطرح لمبائی دوگنی ہو جاتی ہے۔ اگر فاصلہ اور بھی زیادہ ہو تو کئی چیونٹیاں باہم مل جاتی ہیں۔ ایک بات ان میں خاص اور ہوتی ہے اور وہ یہ کہ ان کی یہ کشش باہم مخالف نہیں ہوتی بلکہ سب ملکر ایک ہی طرف زور لگاتی ہیں۔

لیکن یہ تو ان کا صرف آدھا کام ہے، بقیہ آدھا ان پتوں کو باہم جوڑ کر گھر بنانے کا ہے۔ یہ جب پتوں کو باہم ملا لیتی ہیں تو اس وقت سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ انھیں باہم کیونکر جوڑیں تاکہ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے پائیں۔ اس کے لئے وہ یہ کرتی ہیں کہ ہر ایک چیونٹی اپنے منہ میں ایک چھوٹا سا ریشم کا کیڑا (یا اسی قسم کی کوئی چیز) لاتی ہے جسے وہ ایک پتی کے بازو سے ملا کر دوسری پتی کے بازو تک ڈھلکاتی ہوئی لیجاتی ہے اور اسطرح ان دونوں پتوں کے درمیان ایک پتلے ریشم کی چادر سی تن جاتی ہے جو انکو جدا ہونے نہیں دیتی۔

تاریخ

سلسلۂ اکابرینِ ہند

محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ

آپ ہندوستان کے ان چند بزرگوں میں ہیں جن کے فیض و برکت کا سرچشمہ اب تک جاری ہے۔ دہلی میں آپ کا نہایت عمدہ مزار ہے جو ایک بہترین عمارت ہونیکے علاوہ ہزاروں لاکھوں انسانوں کے لئے طمانیت قلب اور سکون روح کے حصول کا باعث ہے۔

آپ ۶۳۳ھ میں پیدا ہوئے جب کہ دہلی کے ایک مشہور بزرگ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے اس دنیا سے رحلت فرمائی اور آپ کے لئے جگہ خالی کر دی۔ آپکے مورث اعلیٰ بخارا کے رہنے والے تھے اور سب سے پہلے لاہور میں وارد ہوئے اور یہیں آپکی ولادت ہوئی لاہور سے آپ پہلے بداؤں تشریف لائے جو اس زمانہ میں علم وفضل کا مرکز تھا، ابھی آپ پانچ ہی سال کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ نے اس کے بعد اپنی ماں کے آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ قدرت کی طرف سے آپ ایک تیز طبیعت اور اچھا ذہن لے کر آئے تھے، ۱۰ سال کی عمر کو پہنچتے پہنچتے آپ نے تمام علوم مروجہ حدیث و تفسیر، صرف و نحو، منطق و معانی سب ختم کر ڈالے، بارہویں سال سر پر دستارِ فضیلت رکھی گئی لیکن آپ کی سیرابی اس علم سفینہ سے بھلا کب ہوسکتی، آپ کو تو علم سینہ کی تحصیل کا شوق تھا۔ ۲۰ سال کی عمر تک آپ ایک بڑے بزرگ شیخ نجیب الدین متوکل کی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے اور انہی کی وساطت سے آپ کی رسائی ہندوستان کے ایک بڑے بزرگ شیخ فریدالدین گنج شکر کے دربار میں ہوئی جو شیخ نجیب الدین متوکل کے بھائی تھے آپ ہی کے ہاتھ پر آپ بیعت ہوئے اور یہیں سے آپ کو خرقۂ خلافت عطا ہوا۔

حضرت گنج شکر کی زیارت اور آپ سے شرف بیعت حاصل ہونیکا ایک عجیب واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔ ایک دن ایک قوال باہر سے گھوم پھر کر آیا اور ... بیان کرنے لگا، دوران گفتگو میں وہ کہنے لگا کہ ایک ... ایک نہایت ...

والی عورتیں بھی ذکر و ورد کرتی ہیں۔ اس کے بعد اس نے شیخ فریدالدین گنج شکر کی صحبت کا حال سنایا اور کہنے لگا کہ ظاہر میں اگرچہ فقیر معلوم ہوتے ہیں لیکن باطن کے اعتبار سے وہ بادشاہ ہیں۔ بزرگی و کرامت اور زہد و اتقا میں وہ اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ خدائے تعالےٰ نے انہیں اپنی نعمت کا قاسم بنایا ہے۔ حضرت فریدالدین گنج شکر کے یہ حالات سن کر شیخ کی آتش شوق بھڑک اٹھی اور وہ شیخ نجیب الدین متوکل کی وساطت سے جوددھن آپ کی خدمت میں مضطرب اور پروانہ وار پہنچے۔ وہاں شیخ انتظار پہلے ہی سے کھڑی جل رہی تھی خدمت اقدس میں پہنچے تو حضرت گنج شکر کی زبان پر یہ شعر تھا ؎

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ

سیلاب اشتیاقت جانہا پر آب کردہ

غرض مرشد کی صحبت میں کچھ عرصہ کسب فیض و قیام کے بعد خرقۂ خلافت عطا ہوا اور پایہ تخت دہلی کی ولایت سپرد کی گئی کہ یہیں اس روحانی سلطنت کا دارالخلافہ بھی قائم ہوا اور یہیں سے اس آفتاب روح و عرفاں کی کرنیں ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچیں غرض الہام غیبی سے حضرت نظام الدین نے شہر دہلی سے کچھ دور ایک موضع غیاث پور کو اپنا مسکن و مرکز بنایا۔ آپ کا لقب اگرچہ سلطان السلاطین تھا لیکن فقر و فاقہ کا یہ حال تھا کہ آپ معہ اپنے رفقا کے چار چار روز تک متواتر روزے رکھتے اور پھر بھی افطار کے لئے کچھ میسر نہ ہوتا۔ پاس ہی ایک غریب رسی بٹنے والی بوڑھیا رہتی تھی، جو دن بھر رسی بٹ کر شام کو اتنے پیسے بمشکل لاتی کہ ان سے (جو) کا آٹا خرید ... اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتی۔ ایک دن جب ... ان ... کا حال سنا تو ... سے ... گیا ...

دیا کہ ہانڈی میں پانی ڈال کر چولھے پر رکھ دیا جائے تاکہ جوش آ جائے۔ اتنے میں ایک گدڑی پوش فقیر آیا اور اس نے کھانا طلب کیا شیخ نے فرمایا، آٹے میں پانی ڈال کر چولھے پر رکھ دیا گیا ہے۔ ذرا ایک دم آ جائے تو حاضر کیا جائے۔ فقیر نے کہا نہیں ابھی لاؤ۔ حضرت خود اُٹھے اور کپڑے سے جلتی ہوئی ہانڈی پکڑ کر فقیر کے سامنے لا رکھی۔ فقیر نے ہانڈی میں ہاتھ ڈالا اور گرم گرم لقمے نکال کر کھانے لگا۔ جب سیر ہو چکا تو ہانڈی اُٹھا کر پٹک دی اور کہا کہ نعمت باطن تو حضرت فرید کے دربار سے مل چکی ہے۔ اس ظاہری نان و نمک کی ہانڈی کو بھی میں نے پٹک دیا، تاکہ آپ سلطان ظاہری و باطنی دونوں بنیں۔ یہ کہا اور کہہ کر نظروں سے غائب ہو گیا اس کے بعد سے نذر و ہدایا کی یہ کثرت ہوئی کہ شمار و حساب میں نہیں آ سکتی۔

غیاث پور کو آپ نے اپنے قیام و سکونت کیلئے جس مقصد سے اختیار کیا تھا وہ سکون و تنہائی کے خیال سے تھا لیکن سلطان غیاث الدین بلبن کے انتقال کے بعد جب معز الدین کیقباد کا زمانہ آیا تو اس نے اسی مقام کو اپنا پایہ تخت بنانا چاہا حضرت نظام الدین نے جب یہ خبر سنی تو بہت متردد ہوئے اسی فکر و تشویش میں آپ ایک روز بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان شخص سامنے سے نمودار ہوا اور یہ شعر پڑھا

روزے تو مہ شدی نمیدانستی   کانگشت نمائے عالمے خواہی شد

(جس روز سے کہ آپ چاند بنکر آسمان شہرت پر چمکے، آپ کو نہیں معلوم تھا کہ دُنیا والوں کی انگلیاں آپ کی طرف اُٹھینگی) پھر اس کے بعد یہ سمجھانے لگا کہ خلق سے دور رہ کر اگر خالق کی بندگی کی تو کیا کیا، تعریف تو جب ہے کہ جلوت میں خلوت کی کیفیت پیدا کی جائے اور خدمت خلق خود خالق کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ اس کے بعد آپ نے اس فرشتہ الٰہی کی کچھ خاطر و تواضع کرنی چاہی لیکن اس نے ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا۔ اس وقت آپ نے سمجھا کہ میرے اس ارادہ سے اسکو اتفاق نہیں ہے، اسی وقت آپ نے اپنا ارادہ فسخ کیا اور اس شخص نے نہایت خوشی کے ساتھ ہاتھ بڑھایا، کھانا کھایا اور نظروں سے غائب ہو گیا۔

سلطان السلاطین نظام الدین اولیا ایسے بڑے جلیل القدر بزرگ تھے کہ آپ نے کبھی کسی سلطان یا تاجدار دنیوی کے دربار کی آستان بوسی یا اس کے آگے سر [illegible] کے سامنے روز و شب زمین پر رہتا ہو وہ

مناسب نہیں کہ کسی تاجدار کے خاک آستاں کا رہین منت ہو۔ اور دست قدرت بھی آپ کا اس معاملہ میں ہمیشہ معین و مددگار رہا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب سلطان علاء الدین خلجی کا انتقال ہو گیا تو سلطان قطب الدین مبارک شاہ نے اس کے بیٹے خضر خاں کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ خضر خاں حضرت نظام الدین اولیا کا بہت بڑا معتقد اور مرید تھا، اس بنا پر بادشاہ کا شعلۂ غضب اس طرف بھی لپکا اور چاہا کہ مرشد کا بھی خاتمہ کر دے لیکن تمام بادشاہی لشکر اور چھوٹے بڑے تمام امراء و وزراء شیخ کے معتقد و مرید تھے اس وجہ سے یہ جرأت نہ ہوئی۔ اپنے مخبروں سے دریافت کیا کہ نظام الدین اولیا کا اتنا کثیر خرچ کہاں سے آتا ہے۔ قاضی خضر بھی شیخ کے اس اثر و اقتدار سے جلتا تھا، ایک لیک کی چار چار لگائی اور کہنے لگا کہ تمام ملازمین و متعلقین حکومت شیخ کے حد درجہ معتقد و مرید ہیں، اور انہی کے نذر و ہدایا سے یہ رقم آتی ہے۔ بادشاہ نے فوراً ایک حکم نافذ کیا کہ آج سے کوئی شخص شیخ کے ہاں آمد و رفت نہ رکھے اور نہ کوئی نذر و ہدایا پیش کرے۔ شیخ نے جو اس گدائے دنیوی کا یہ عتاب شاہی سنا تو اپنے خادم خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ آج سے لنگر خانہ کا خرچ دوگنا کر دیا جائے اور جس قدر رقم کی ضرورت ہو فلاں طاق میں بسم اللہ کر کے ہاتھ ڈالا جائے اور بقدر ضرورت رقم نکال لی جائے۔ بادشاہ نے جو یہ خبر سنی اور یہ ماجرا دیکھا تو آتش حسد سے جل اٹھا اور انتقام لینے کی ایک دوسری تدبیر سوچی۔ اس نے شیخ کو کہلا بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح ملتانی اتنے بڑے بزرگ مجھ سے ملنے کے لئے آئے ہیں اور آج کل بھی یہیں ٹھہرے ہوئے ہیں لیکن آپ دہلی میں ہو کر کبھی ملنے نہیں آتے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ہمارے بزرگوں کا کبھی یہ دستور نہیں تھا کہ سگان دنیا کی آستاں بوسی کو جائیں بادشاہ نے جو یہ جواب سُنا تو یہ کہتے ہیں کہ سانپ کیطرح بل کھانے لگا۔ اور کہا کہ شیخ کو میرے اس حکم کی تعمیل کرنی لازمی ہوگی۔

حضرت نظام الدین نے بادشاہ کی بیجا ضد اور ہٹ دھرمی دیکھی تو سلطان کے مرشد شیخ غیاث الدین رومی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ بادشاہ سے کہدیجئے کہ فقیروں کو ستانے سے کیا فائدہ! اس میں وہ نقصان اُٹھا جائیں گے۔ معلوم ہوا کہ شیخ کی طبیعت بہت خراب ہے اور عجب اتفاق کہ چند ہی روز بعد شیخ کا انتقال ہو گیا۔

نظم

برکھا رُت

جامعہ ملیہ کے سابق طالب علم مولوی شفیع الدین صاحب نیر ٹیچر ماڈرن اسکول دہلی کے ہم بدل شکرگزار ہیں جنھوں نے یہ دلچسپ نظم ہمیں عنایت کی ہے ہمیں اُمید ہے نیر صاحب آئندہ بھی پیام تعلیم کو یاد رکھینگے۔ عنوان میں ہمنے تھوڑا تصرف کیا ہے یعنی بجائے "آثار بارش" خواجہ حالی مرحوم کی تقلید میں "برکھارت" رکھا گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

آئے آئے بادل آئے — چاروں جانب گھر گھر آئے
سورج نے بھی منہ کو چھپایا — ڈالا سر پر کالا دوشالا
ہر سو تاریکی چھائی ہے — ایسی جیسے رات آئی ہے
بجلی چمکی بادل گرجا — کڑکا سُنکر ہر دل دھڑکا
سرد ہوا کا جھونکا آیا — دل کی کلی کو اس نے کھلایا
پتے پھول شجر ہلتے ہیں — پودے اور شجر ہلتے ہیں
ڈالی ڈالی جھوم رہی ہے — سبزے کا منہ چوم رہی ہے
ننھی بوندیں آئیں گی پہلے — گرد و غبار مٹائیں گی پہلے
پھر کچھ ہلکی پھوار پڑے گی — بارش موسلا دھار پڑے گی
بہنے لگیں گے سب پرنالے — بھر جائیں گے ندی نالے
دریا بھی سب چڑھ آئیں گے — میدانوں میں بڑھ آئیں گے
پھیلے گی دریا کی روانی — ہر سو ہوگا پانی پانی
پھر جب بارش تھم جائے گی — ریت اور مٹی جم جائے گی
پتوں پر جو قطرے ہوں گے — گویا موتی بکھرے ہوں گے
رنگ برنگی پیاری پیاری — بانکی ستھری سب سے نیاری
سبز سُنہری نیلی پیلی — شان کے ساتھ دھنک نکلے گی
پی پی پپیہے اب گائیں گے — اور مینڈک بھی ٹرائیں گے
مور بھی اب جھنکار اٹھیں گے — مست بھی سب بنکار اٹھیں گے
سبزہ ہر سو اُگ آئے گا — ہر ایک کا جی بہلائے گا
نیر کیسا لطف آئے گا — غم کا بادل پھٹ جائے گا

اسلام

اصولی حیثیت سے

دنیا میں اس وقت بیشمار مذاہب ہیں ۔ اور ہر ایک مذہب کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کم و بیش فرق کے ساتھ اپنے اندر اچھائیاں اور برائیاں رکھتا ہے ۔ لیکن بحیثیت مجموعی اگر کسی مذہب کو بہتر اور ضروریات انسانی کو پورا کرنیوالا کہا جا سکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہے ۔ ذیل کی شہادتیں خود اس دعوے کو ثابت کر دیں گی ۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اسلام ہے کیا چیز ۔؟

اسلام کے معنی ہیں اطاعت اور اقرار قلبی اس بات کا کہ میں اُس نظر نہ آنیوالی ہستی کا جسکا حکم ہر ایک شے میں جاری اور ساری ہے اور جسکا اقرار بلا وسعی انکار کے ہر ہر قدم پر ہمیں مجبوراً کرنا پڑتا ہے ، اور اسی کے ساتھ اس برگزیدہ مخلوق کے منجانب اللہ ہونیکا اقرار کرتا ، جو ہم تک اس پیام کے پہنچنے کا واسطہ بنی ہے ۔ یا دوسرے لفظوں میں اس طرح کہیے کہ اسلام نام ہے اس مذہب کا جو آنحضرت پر نازل ہوا اور جس پر صحابہ کرام کا عمل درآمد رہا ۔ اور آنیوالی نسلوں کو اسی پر عمل کرنیکا حکم دیا گیا ۔

اسلام میں سب سے بڑی چیز جسے مرکز کہنا بالکل صحیح ہے ، وہ توحید ہے ۔ اور توحید کا اقرار صرف تلفظ سے ختم نہیں ہو جاتا کہ زبان سے اس نادیدہ ہستی کو ایک کہہ دیا جائے بلکہ عملی حیثیت سے ان تمام تخیلات کو فنا کر دینا جن سے ذرہ بھی شرکت خیال پیدا ہو سکتی ہو ۔ اور یقین کہ اس مرتبہ کو حاصل کر لینا ہی توحید ہے ۔

اسلام نے ہمکو ایک اہم ترین چیز کی تعلیم دی ۔ اور حقیقت میں وہی اسکی افضلیت کا بہترین ثبوت ہے کہ وہ بغیر یقینی دلایل کے جن کے ادراک کا اختتام ہمارے حواس پر ہوتا ہو ، یا انکی ترکیب بدیہات سے ہوئی ہو جن میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا جیسے کہ ہم اس بات کا فوراً یقین کر لیتے ہیں کہ وہ متضاد چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں ۔ یا ایسی دو چیزیں جن میں ایک کا وجود بغیر دوسرے کے ضروری ہو ایسی دو چیزوں کا بیک وقت معدوم ہونا محال ہے ۔ یہ باتیں غور و فکر کی محتاج نہیں مگر چونکہ یقینی ہیں ، اس لئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتی ہیں ۔

اسلام نے چونکہ اس بات کی ذمہ داری لے لی ہے کہ ان بولنے والے حیوانوںکو مکمل انسان بنا دے ۔ اس لئے اس نے ان تمام اصول کا احاطہ کر لیا ہے جو اس مقصد کیلئے مفید ہوں ۔

اسلام نے اپنی آواز کو جسوقت بلند کیا تو اس کا ماحول ناپاکیوں سے آلودہ تھا اور دنیا محاسن کے صرف نقش یا تلفظ سے واقف تھی ۔ اس نے روحانی اور ظاہر ترقی کے اسباب بطور اصول کے منضبط کیے ۔ اور ایک اصول یہ بھی بتایا کہ انسان فضائل اور اخلاق کو اپنی طبیعت ثانی بنا لے ۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اسلام ہی نے اخلاق و فضائل کو حیات ثانیہ بخشی ۔

اور اپنی اس بخشش کا شکریہ چند الفاظ میں نہیں طلب کیا بلکہ اس کا مطالبہ وہی تھا جو شکر کی اصل حقیقت ہے کہ ہر چیز کا استعمال اس کے وقت پر کرنا چاہیئے ۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے ان تمام بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کو نیست و نابود کر دیا جو انسانی پیشانیوں پر بدنما داغ تھیں ۔ اور وہی انسان جس کی کل تک کوئی حیثیت نہ تھی اسکی عزت ، قدر اور قیمت بڑھا دی ۔

یہ تمام باتیں ایک خاص تخیل کے ماتحت وقوع پذیر ہوئی ہیں گو لوگ انہیں اپنا ایک فرض منصبی سمجھ کر واجب العمل سمجھتے تھے ۔ مگر دراصل وہی ان کی بربادی اور ہلاکت کی جڑ تھیں " اسیکا نام اندھی تقلید تھا "

یہ دنیا کے لئے ایک مہیب حربہ ہلاکت تھا ۔ دنیا برسوں اس کا شکار رہی مگر اسلام نے اس کو ریزہ ریزہ کر کے تہ خاک کر دیا ۔ اسلام نے تعلیم و تعلم کا سبق ضرور دیا مگر کسی تفریق کو روا نہیں رکھا ۔ اس نے ہر ایک دیندار کو مساوی طور پر شرعی کتابوں اور مسائل کے سمجھنے کا حق دیا ۔ اور کسی خاص قوم ۔ فرقہ یا گروہ کی تخصیص نہیں کی ۔ اسلام کی یہی شان ابتدا سے لیکر اب تک اپنی اصلی صورت میں باقی ہے (باقی آیندہ)

تاریخی قصے

ایک وزیر کی بادشاہ کو نصیحت

سلطان ابراہیم غزنوی نے تخت نشینی کے بعد سب سے پہلا ارادہ یہ کیا کہ وہ اپنی سلطنت کو ایک مضبوط اور مستحکم بنیاد پر رکھے۔ سلجوقیوں کے حملے اور اپنے پیش رو حکمرانوں کی کمزوری سلطنت کے معاملات میں ایک بڑی بدنظمی پیدا ہو گئی تھی اور ملک کا انتظام نااہل لوگوں کے ہاتھ میں پڑ گیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے خواجہ ابولقاسم حصیری کو بلایا جو یمین الدولہ محمود کے معتمد حکام میں سے تھے اور جو فہم و ذکاوت میں اپنے تمام معاصرین میں ممتاز تھے۔ بادشاہ نے ان سے رائے پوچھی تو ابوالقاسم نے کہا کہ ایک دن جب کہ وہ جہاں پناہ کے دادا سلطان محمود کی طرف سے علاق خاں، حاکم ماوراءالنہر اور ترکستان کے پاس بھیجے گئے تو انھوں نے علاق خاں کو جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عقلمند شمار کیا جاتا تھا، یہ کہتے ہوئے سُنا کہ سلطنت کی مثال ایک باغ کی ہے اور بادشاہ اسکا باغبان ہے وہ اگر اچھا باغ لگانا چاہتا ہے تو اس کو اس میں تین باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیئے اول یہ کہ ایسے پھل دار درخت ہوں جن سے فوراً پھل مل سکے، دوسرے یہ کہ ایسے درخت ہوں جن سے جلد پھل ملنے کی توقع ہو اور جو اگرچہ پھل نہ دیتے ہوں، پھر بھی اپنے پھولوں اور خوشبو سے باغ کے لئے باعث زینت ہوں اور تیسرے ایسے چھوٹے چھوٹے پودے ہوں جو کچھ عرصہ بعد پھل لانے والے ہوں جب بڑے درخت پرانے ہو کر خشک ہو جائیں تو باغبان انھیں ایندھن کے لئے استعمال کرے اور چھوٹے چھوٹے پودوں کو ان کی جگہ نصب کر دے جو اپنے وقت پر پھلیں پھولیں تاکہ باغ کبھی بے پھل پھول کے نہ رہے۔

سلطان ابراہیم نے یہ باتیں سُنکر تہیہ کر لیا کہ وہ اپنی حکومت کیلئے ان باتوں کو عمل میں لائے گا۔ چنانچہ وہ ہمیشہ لایق اشخاص کی ایک ایسی جماعت تیار رکھتا جو حکومت کے عام فرائض کو انجام دے سکتی تھی، اور ایسا کرنے میں وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتا کہ اس کے افسران یہ خیال نہ کریں کہ بادشاہ کا کام ان کے بغیر نہیں چل سکتا اور اگر وہ چھوڑ دیں تو ان کی جگہیں پُر کرنے کیلئے اشخاص نہ ملیں گے بلکہ وہ چاہتا تھا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان جیسے بہتیرے اور بھی ہیں اور جو ان کے فرائض کو بخوبی انجام دے سکتے ہیں اور یہ محض ان کی عنایت ہے کہ وہ ان عہدوں پر مامور کئے گئے ہیں، لہذا انہیں ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

بادشاہ کا اپنے درباریوں سے مایوس ہونا

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن سلطان ابراہیم غزنوی نے دربار عام کیا جس میں تمام امرا اور اہل دربار جمع ہوئے۔ لیکن بادشاہ بہت متفکر بیٹھا رہا اور کسی سے کچھ نہ بولا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آگیا۔ وزرا یہ دیکھ کر بہت متفکر ہوئے لیکن کسی کی یہ ہمت نہ ہوئی کہ بادشاہ سے اس کی خاموشی کا سبب پوچھے بالآخر درباریوں میں سے ایک شخص جو بادشاہ کا بہت منظور نظر تھا، آگے بڑھا اور دریافت کیا کہ جہاں پناہ! آپ اس درجہ متفکر کیوں ہیں؟ بادشاہ نے فرمایا کہ "میری سلطنت کا سب سے بڑا رکن یعنی امیر حاجب بہت ضعیف ہو گیا ہے اور اس کا سفینۂ حیات اب موت کے قریب آلگا ہے۔ آج جب میں اپنے تمام درباریوں کی طرف نظر اُٹھاتا ہوں تو ایک کو بھی میں اس لایق نہیں پاتا ہوں جو اس کی جگہ لے سکے۔" درباریوں نے عرض کی جہاں پناہ! آپ کی آنکھ مثل آفتاب کے روشن ہے اور اپنے اندر نہایت قوی اثر رکھتی ہے۔ جو پتھر کو لعل بنا دیتی ہے اور خاک کو سونا کر دیتی ہے۔ اگر آپ کسی کو ذرا تعلیم و تربیت کریں تو وہ فوراً بڑے سے بڑا کام کرنے کے لئے تیار ہو جائیگا۔" بادشاہ نے فرمایا "بیشک یہ صحیح ہے لیکن آفتاب باوجود اتنی بڑی منور شئے ہونے کے فوراً تو پتھر کو لعل نہیں بنا سکتا، اور اگرچہ ایک کیمیا گر سونا بنانا جانتا ہو پھر بھی وہ بغیر ضروری سامان کے تو کچھ نہیں کر سکتا۔"

سلطان عبدالرشید کی سادہ لوحی

"تاریخ ناصری" میں لکھا ہے کہ جب سلطان عبدالرشید غزنین کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ اپنے ایک غلام تومان نامی پر خاص نظر عنایت رکھنے لگے چنانچہ روز بروز اس کی ترقی ہونے لگی یہاں تک کہ سلطنت کا تمام کاروبار اس کے ہاتھ میں آگیا۔ لیکن یہ شخص نہایت ذلیل طبیعت اور بدطینت تھا حتی الامکان امراء و رؤسا، کو ان کے عہدوں سے ہٹا ہٹا کر چھوٹوں اور بروں کو ان کی جگہ پر رکھنے کی کوشش میں رہتا۔ ان ہی میں ایک ابو سہل رازی بھی تھا جس نے اس کو خواجہ عبدالرزاق بن حسن میمندی کے خلاف لگا رکھا تھا ابو سہل نے خواجہ کے خلاف ہر قسم کے فریب و دغا سے کام لیا جس میں تومان بھی اپنے بغض و حسد کے ساتھ شریک رہا کرتا تھا۔ عبدالرشید کمسن، سادہ لوح اور ایک ناتجربہ کار شخص تھا۔ اس نے اپنے وزیر عبدالرزاق کو برخاست کردیا اور جرمانہ بھی کردیا۔

تومان کی نظر عنایت خطیب لوط نامی ایک اور کمینہ طبیعت ذلیل شخص پر بھی اور اس نے اسے 'دیوان ریاست' بنا رکھا تھا۔ خواجہ ابو طاہر حسن جو غزنین کے قدیم امراء میں سے تھے، عبدالرشید کے حکم کے مطابق ہندوستان سے خراج وصول کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جب وہ ہندوستان پہنچے تو انہیں ہر شہر اور قصبہ میں تومان کے کارندے ملے جو اپنے جور و ستم سے لوگوں کو پریشان کر رہے تھے۔ خواجہ نے ان واقعات کی اطلاع ابوالفضل صاحب دیوان مراسلت کے پاس بھیجی، ابوالفضل نے اسے عبدالرشید کے پاس پیش کیا اس نے تومان کو طلب کیا اور بہت سخت سست کہا۔ اس بنا پر تومان ابوالفضل سے اور جلنے لگا اور اس نے اس کے خلاف تہمت لگائی۔ عبدالرشید نے اپنی سادہ لوحی میں آکر ابوالفضل پر جرمانہ کردیا اور اسے قیدخانہ میں ڈلوا دیا۔ اس کے بعد تومان مختار کل ہوگیا اور اس نے خطیب لوط کو پشاور کے علاقہ کا حاکم بنا دیا اس شخص نے یہاں آکر ظلم و ستم کی کوئی حد نہ چھوڑی اور تمام لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔

جب خواجہ ابو طاہر پشاور پہنچے تو لوگوں نے ان سے خطیب لوط کی شکایت کی چنانچہ خواجہ نے اس کو طلب کیا اور بہت لعنت ملامت کی خطیب نے خواجہ کو نہایت گستاخانہ جواب دیے، چنانچہ خواجہ نے اپنے وقار کو قائم رکھنے کے لئے اُسے دربار سے نکلوا دیا، اور قیدخانہ میں بند کرا دیا خطیب کے لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع تومان کو کر دی جس نے وہ خط بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا خطیب جانتا تھا کہ خواجہ نے لوگوں سے کس قدر ناجائز رقمیں لی ہیں اور اسی وجہ سے اس نے خطیب کو قید کر رکھا ہے۔ عبدالرشید نے بلا کسی تحقیق و تفتیش کے صرف تومان کے غلط بیانات پر اعتبار کرکے اُسے یہ حکم دیدیا کہ وہ خواجہ کو گرفتار کر لائے اور خطیب کے ساتھ دربار میں حاضر کرے۔ تومان تین سو سوار لیکر پشاور کی طرف بڑھا اور ابو طاہر کو گرفتار کرکے اس کے پاؤں میں بیڑیاں ڈالدیں اس کے بعد وہ خطیب لوط کو رہا کرکے واپس ہونے لگا جب وہ غزنین سے ایک دن کی مسافت پر تھے تو انہیں اچانک یہ خبر ملی کہ طغرل نے عبدالرشید کو قتل کر ڈالا ہے اور اسکی جگہ لے لی ہے۔ تومان کے ہمراہ جو سوار آئے تھے، وہ خواجہ ابو طاہر کے پاس گئے اور اس سے بڑی معذرت کے ساتھ یہ عرض کی کہ "اب قوت آپ کے ہاتھ میں ہے، جو کچھ آپ حکم دیں ہم اس کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں" خواجہ نے ان سے کہا کہ یہ بیڑیاں میرے پاؤں سے اُتار کر تومان کے پاؤں میں پہنا دی جائیں"۔ یہ سنتے ہی سواروں نے تومان کو گھوڑے سے کھینچا اور بیڑیاں اس کے پاؤں میں ڈالدیں خطیب لوط اور اس کے ساتھی سب گرفتار ہوئے اور وہ اونٹوں میں بٹھا کر غزنین لائے گئے۔ یہ تمام مصیبتیں عبدالرشید پر صرف اس وجہ سے نازل ہوئیں کہ وہ ایک سادہ لوح شخص تھا اور خوشامدی لوگوں کی باتوں پر اعتبار رکھتا تھا۔

انجمن خدام جامعہ رنگون

"انجمن خدام جامعہ" کے اراکین سے جو رقم مجموعی طور پر انکی رکنیت کے آغاز سے ماہ جولائی ۱۹۲۹ء تک وصول ہوئی ہے ابغرض اطلاع شائع کی جاتی ہے۔ اگر اس میں کوئی بھول چوک ہو تو مطلع فرمادیں۔

انجمن کے مفصل حسابات سال نو کے افتتاح پر شائع کئے جائیں گے۔ اور آیندہ سے جو رکن جس ماہ میں چندہ دیگا اسی مہینہ میں اسکا نام پیام تعلیم میں شائع کر دیا جائیگا۔

فہرست اسمائے اراکین مع چندہ ماہواری اور مجموعی حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسماء اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم	نمبر شمار	اسماء اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم
(۱)	ایم۔ ایچ علو صاحب	۱۰	۱۲۰	۱۹	ماسٹر قاسم علی صاحب	۲	۱۰
۲	قطب الدین معلم صاحب	۱۰	۱۲۰	۲۰	ایم۔ بی۔ ڈسائی صاحب	۲	۱۲
۳	مولوی شہباز خاں صاحب	۷	۳۵	۲۱	ڈاکٹر ایس اے احمد صاحب	۲	۲
۴	منشی رفیع الدین صاحب	۵	۶۰	۲۲	سید محمد یوسف حسن صاحب ظفر	۲	۶
۵	ماسٹر محمد سلیم صاحب	۵	۴۵	۲۳	ایم قطب الدین صدیقی صاحب	۲	۱۲
۶	منشی محمد اسحاق صاحب	۵	۴۵	۲۴	ملا رمضان صاحب	۱	۲
۷	حکیم اسمعیل احسن صاحب عیش	۵	۴۲،۸	۲۵	مولوی رفیع الدین صاحب فانی	۱	۸
۸	ولی محمد صاحب	۰	۵	۲۶	اسماعیل قاسم منصور صاحب	۱	۱۲
۹	ماسٹر نظیر احمد صاحب	۳۰	۲۴	۲۷	مسٹر گروبا دم صاحب	۱	۱۲
۱۰	ماسٹر ای کاکا صاحب	۲	۲۸	۲۸	ماسٹر عبدالرحمن صاحب ندوی	۱	۱۲
۱۱	محمد یعقوب گورا باوا صاحب	۳	۹	۲۹	ماسٹر محمد نعیم صاحب	۱	۱۲
۱۲	سید بخشش احمد صاحب	۳	۲۱	۳۰	ماسٹر نیاز احمد صاحب	۱	۱۲
۱۳	ڈاکٹر ایم ایل۔ امین صاحب	۳	۹	۳۱	قاضی سید توکل حسین صاحب	۱	۴
۱۴	مولوی عبدالرحمن صاحب	۳	۲۴	۳۲	مسٹر محمد سلیم رنگونی صاحب	۱	۱۰
[illegible]	مسٹر [illegible] میر صاحب	۳	۶	۳۳	مسٹر محمد سلیم صاحب	۱	۵
[illegible]	[illegible] علی صاحب	۲	۱۲	۳۴	مسٹر عبدالقادر خاں صاحب	۱	۲
[illegible]	[illegible] صاحب	[illegible]	۱۲	[illegible]	قاری زاہد خاں صاحب	۱	۲
[illegible]	مولوی [illegible] صاحب [illegible]یادی	۲	۱۲	۳۶	ڈاکٹر [illegible] حسین صاحب	۱	[illegible]

نمبر شمار	اسمائے اراکین	رقم چندہ	مجموعی رقم
۳۷	مسٹر سی آئی منی صاحب	۱	۲
۳۸	فضل الٰہی صاحب	۱	۵
۳۹	مسٹر عبدالرحمٰن صاحب	۱	۹
۴۰	منشی عبدالشکور صاحب	۲	۲۱
۴۱	مسٹر بسم اللہ خاں صاحب	۱	۱۰
۴۲	عبدالباسط صاحب	۱	۵
۴۳	مطلوب خاں صاحب	۱	۵
۴۴	محمد یوسف صاحب	۱	۴
۴۵	عبداللہ بھائی صاحب	۱	۶
۴۶	ملا عبدالرحمٰن جائسی صاحب	۱	۲
۴۷	ماسٹر اسرائیل احمد خان صاحب جامعی	۳	۳
۴۸	علی احمد خاں صاحب جامعی	۵	۶۰
۴۹	خلیل احمد صاحب	۲	۲
۵۰	نصیر الدین صاحب		۱
	میزان		۸۹۸-۸-۰

عطیات

(۱)	منشی عبدالشکور صاحب الکڑک مرچنٹ	۱۰	۱۰
۲	محمد حسین صاحب رائس بروکر		۳
۳	ڈاکٹر بذریعہ محمد اسحاق صاحب		۳
	میزان کل		۱۶-۰-۰
			۸۹۸-۸-۰
			۹۱۴-۸-۰ روپیہ

علی احمد خاں۔
سکریٹری انجمن خدام جامعہ (رنگون)

جغرافیہ

طبیعی جغرافیہ

جغرافیہ نہایت ہی سلیس اور دلچسپ علم ہے۔ مختلف ممالک کے رسم و رواج، تمدن، تہذیب، رنگ اور زبان کا اس سے پتہ چلتا ہے۔ ہر شخص کو جغرافیائی معلومات سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ لیکن عام طور پر طالب علم اس کا مطالعہ باقاعدہ اور اصول کے تحت نہیں کرتے جس کی وجہ سے انکو مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔

جغرافیہ کے اصول نہایت ہی سادہ اور ایک سلسلہ میں منضبط ہیں۔ ہم ان اصولوں کو یوں بیان کرسکتے ہیں کہ کسی ملک کی جیسی جائے وقوع و طبیعی نمائش ہوگی ویسی آب و ہوا۔ جیسی آب ہوا ویسی پیداوار اور جیسی پیداوار ویسی صنعت و حرفت اور رہن سہن و تجارت اور جیسی تجارت ویسا تمدن۔ اگر ہمکو کسی ملک کی صرف جائے وقوع معلوم ہو جائے تو ہم اس کے ذریعے تمام عام معلومات کا بہت کچھ صحیح اندازہ کرسکتے ہیں بجائے اس کے مشہور شہروں کے نام، پیداوار اور آب و ہوا رٹنے بیٹھیں۔

اب ہم طبیعی جغرافیہ پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔ اور یہ معلوم کریں گے کہ موسم کس طرح بدلتے ہیں اور تغیرات ارضی کیا کیا لاحق ہوتے ہیں۔

جغرافیہ کے عالموں نے متفقہ طور پر تسلیم کرلیا ہے کہ زمین گول ہے اور یہ سورج کے ارد گرد گھومتی ہے۔ چنانچہ زمین کی محوری گردش اور سورج کی طرف ۲۳½ درجہ پر اور اس کے گرد گھومنے کا نتیجہ موسموں کا تغیر اور دن رات کا پیدا ہونا ہے۔ دوسرے چاند گرہن اس وقت واقع ہوتا ہے جب کہ سورج اور چاند کے درمیان زمین آجاتی ہے۔ اور سورج گرہن اس وقت ہوتا ہے جب چاند سورج اور زمین کے درمیان آجاتا ہے۔

چاند کی زمین پر غیر مساوی کشش کی وجہ سمندر میں مد و جزر پیدا ہوتے ہیں جس سے کشتی رانی کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ جب جہاز کلکتہ کی بندرگاہ پر پہنچتے ہیں تو مد کا انتظار کرتے ہیں اور جونہی وہ آتا ہے تو فوراً جہاز اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ اس سے اور بھی فوائد ظہور پذیر ہوتے ہیں مثلاً سمندر کا کچرا کوڑا صاف ہو جاتا ہے۔ بڑی بڑی مچھلیاں کیجانب چلی جاتی ہیں۔ اور نیز سمندر کی زرخیز مٹی آکر جمع ہوتی رہتی ہے۔

جس طرح زمین پر دریا بہتے ہیں اسی طرح سمندر میں دھارے چلتے رہتے ہیں یہ دھارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک سرد دوسرے گرم جو ممالک سرد ہوتے ہیں جب ان کے کنارے سے گرم رو گزرتی ہے تو وہاں کی آب و ہوا پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے چنانچہ جزیرہ برطانیہ کے پاس سے جب گلف اسٹریم دھارا گزرتی ہے تو وہاں کی آب و ہوا کو معتدل بنا دیتا ہے اور یہی فائدہ جاپان میں بھی ہوتا ہے۔ دھاروں کا دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی جہاز پر تباہی آتی ہے تو وہ شیشے کی منہ بند بوتلوں میں تمام تباہی کے حالات لکھ کر رو میں ڈالدیتے ہیں اور یہ شیشے بہتے ہوئے کسی بندرگاہ پر جہاں سے گذرتی ہے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ خبر رسانی کا طریقہ پہلے رائج تھا جبکہ سائنس نے اتنی کافی ترقی نہیں کی تھی۔

اب آیئے ہم ہواؤں سے تھوڑی بحث کرلیں۔ ہوا کا ایک خلا ہمارے اوپر ہے جو ۲۰۰ میل تک گھرا ہوا ہے۔ اس کے بعد کے طبقہ میں ہوا نہیں ہے قاعدہ ہے زمین بہ نسبت پانی کے جلد گرم ہو جاتی ہے اور پھر سرد بھی جلد ہو جاتی ہے چنانچہ جب دن میں سورج کی شعاعیں زمین کو گرم کرتی ہیں تو اس کے اطراف کی ہوائیں لطیف ہوکر اوپر کو اٹھتی ہیں اور اسکی جگہ سمندر کی لطیف ہوا لیتی ہے اور اس طرح ایک رو جاری ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جو ہوا سمندر سے زمین کی طرف آتی ہے وہ نسیم بحری کہلاتی اور جو زمین سے سمندر کی طرف جاتی ہے وہ نسیم بری کہلاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دن میں لو چلتی ہے اور رات میں سرد ہوا۔ زمین کے بالائی طبقہ میں جب سرد ہوا گرم ہوا کے ساتھ مل جاتی ہے تو بخارات کی شکل اختیار کرلیتی ہے جسکو ہم بادل کہتے ہیں۔ یہ آبی بخارات سے لدے ہوئے ہوتے ہیں اور جب کسی پہاڑ سے ٹکراتے ہیں تو بارش ہوتی ہے۔ چنانچہ بحر ہند سے جب مون سون ہوائیں مل کر ہمالیہ سے ٹکراتی ہیں تو اس کے دامن میں خوب بارش ہوتی ہے بارش کے لئے زمین پر پہاڑوں کا وجود نہایت ضروری ہے ورنہ بعض ملکوں پر جہاں پہاڑ نہیں ہیں، وہاں سے یہ بخارات سے لدی ہوئی ہوائیں گذر جاتی ہیں اور وہ خشک رہ جاتے ہیں چنانچہ ہندوستان میں راجپوتانہ و صحرائے عرب و صحرائے گوبی خاصکر قابل ذکر ہیں

قصے کہانیاں

"ہمارے ممّا"

(افسانہ)

"وہ آئے۔ وہ آئے"۔ کون ؟ - ممّا۔ ممّا آئیے ممّا"
بڑی بھانجی۔ (زہرہ) ممّا آداب عرض کرتی ہوں -
چھوٹی بھانجی۔ (ذاکرہ) ممّا آداب۔
بڑا بھانجا۔ (اقبال) ممّا سلام
چھوٹا بھانجا۔ (رشید) ممّا ۔ م م
ممّا:۔ سلام بھئی سلام۔ سب جیتے رہو۔ کان نہ کھاؤ۔ پانی دکھاؤ۔ (بچوں کا ایک قہقہہ) ارے بھئی ہنستے کیوں ہو۔ گرمی گرمی! پیاسا ہوں۔ حلق خشک ہے۔ پانی لاؤ پانی۔ بڑی بھانجی نے پانی پیش کیا۔ بلا مبالغہ ایک سانس میں پی گئے۔ اتنی دیر میں چھوٹی بھانجی باورچی خانہ میں گئی۔ اور نہ معلوم کیا چیز مٹھی میں دبالائی۔ مؤدبانہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی جب ممّا پانی پی چکے تو پھر پان کا حکم ہوا اور اسی بھانجی کی طرف مخاطب ہوئے۔ بھانجی اس حکم ہی کی منتظر بیٹھی ہوئی تھی۔ جلدی جلدی ننھے منے ہاتھوں سے پان تیار کیا۔ اور ایک تھالی میں رکھ کر پیش کیا۔ ممّا نے بقول اپنے "ساڑھے تین سو" دعائیں دیں۔ بھانجی کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ ضرور نمایاں ہوئی۔ لیکن اس خیال سے کہ کہیں راز فاش نہ ہو جائے۔ جلدی سے ایک کونے کی آڑ میں چھپ گئی اور دبی آواز سے کھِل کھِل ہنسنے لگی۔ ممّا نے ایک دو مرتبہ بھی پان نہ چبایا ہوگا کہ "حق تھو۔ حق تھو لاحول ولاقوۃ۔ ارے پانی پانی۔ ارے اقبال ہائی کیا مصیبت آگئی۔ ممّا کا چہرہ سُرخ۔ اس بدحواسی میں کرسی پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کرسی گملوں پر گر پڑی۔ دو گملے شہید ہوئے اور میز کی سب اشیاء جد میں آگئیں۔ اقبال:۔ "اچھا ممّا لایا۔ برف لے آؤں"۔ ممّا "ارے بھئی جلدی لاؤ"۔ ممّا کو اتنی تاب کہاں کہ انتظار کریں۔ گھڑا اٹھا کلیاں کرنی شروع کردیں بھئی، ذاکرہ کہاں گئی بڑی شریر ہے۔ رشید اسے پکڑ کے لاؤ۔ لاؤ پکڑ کے (فوراً) اب بجز زہرہ کے سب بچے ادھر اُدھر غائب ہو گئے۔
"ممّا بگڑ گئے" "پاس نہ جانا"۔ "ذاکرہ بڑی شریر ہے"۔
اوپر بالاخانہ پران بچوں کی والدہ صاحبہ استراحت فرمارہی تھیں۔

صبح کا کھانا کھانے کے بعد قیلولے کی نیت سے لیٹی تھیں۔ یہ ہنگامہ آرائی سُن کر اوپر کے برآمدہ سے زہرہ سے دریافت کیا کہ "یہ کیا شور و شغب ہے، سونے دوگی یا نہیں" زہرہ:۔ امی جان، ممّا تشریف لائے ہوئے ہیں۔ امّی جان:۔ "ارے اسلم تجھکو اس گرمی میں بھی چین نہیں پڑتا۔ دوپہری کا بھنّنایا پھرتا ہے"۔ ممّا:۔ "آپا آداب عرض ہے (منہ پیٹتے ہوئے) یہ دیکھئے ذاکرہ نے یہ کیا شرارت کی۔ میرا تمام منہ تو یہ! سُرخ ہو گیا"۔ امّی جان:۔ "کیا شرارت کی ذاکرہ ادھر آؤ"۔ ممّا:۔ "وہی چیز جسکی میری چڑ ہے"۔ اب امّی جان بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکیں۔ "ارے کیا چیز تھی"۔ "آپا وہی جو اخبار والا لاتا ہے۔ ارے نہیں وہ بی جو وہ لاتی ہے۔ م ...... ر .... چ" -
امی جان نے ممّا کو اوپر بلا لیا۔ ہمارے گھر میں بالاخانے کی ۱۵ سیڑھیاں ہیں یقین جانئے ممّا ان سیڑھیوں پر دو جستوں میں چڑھ گئے۔ زہرہ کا یہ خیال تھا کہ ممّا اوپر تشریف لئے جا رہے ہیں۔ پنکھا کرتی جاؤنگی۔ وہ پیچھے رہ گئی۔ ممّا کمرے میں داخل ہوئے۔ اپنی بڑی آپا کی چارپائی پر سرہانے بیٹھ گئے آپا نے پنکھا جھلا۔ پسینہ پونچھا۔ آپ بہ اظہار مسرت پاؤں ہلانے لگے۔ امّی:۔ "قرینے سے بیٹھو میں اختلاج کی ماری ہوں"۔ ممّا:۔ "تو چارپائی کو تو اختلاج قلب نہیں ہے" اتنا کہہ کر ممّا نے فرش پر لوٹ لگائی۔ آپ اس ڈرل میں مشغول تھے کہ ذاکرہ امی جان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آئی تو تھی بڑی سنجیدہ طریقے سے کیونکہ امی جان نے طلب کیا تھا۔ مگر ممّا کی اس حرکت پر بے تحاشا ہنسنے لگی۔ امّی جان نے مصلحتاً اس سے کوئی سوال نہیں کیا۔ ممّا نے کمرے کے دوسرے سرے کے گاؤ تکیہ تک ڈرل پوری کی جب ذاکرہ کے ہنسنے کی آواز سُنی تو جلدی سے کالر ٹائی سنبھال کر اس سے دست و گریباں ہونے لگے۔ "آپ بتایئے Why did you gave me that تماچہ؟" یہ کہہ کر اس بیچاری کو اس زور سے اچھالا کہ سر دھنی سے ٹکر کھاتے کھاتے بچ گیا۔
اتنے میں اقبال برف لے آیا۔ اور زہرہ اور رشید کمرے میں داخل ہوئے۔ اقبال ایک بڑے جگ میں برف ڈال کر لایا۔ ممّا نے فرط مسرت سے اس عجلت

اور اضطراب میں جگ لیا کہ قمیص تر ہوگئی اور فرش پر بھی پانی گر پڑا۔ امی جان کی موجودگی میں صحبت سنجیدہ ہوگئی تھی۔ سب بچے منہ پھیر پھیر کر ہنس رہے تھے۔ مگر ممّا اور ذاکرہ خود بخود مستثنیٰ ہوگئے۔

ممّا نے ایک برف کی ڈلی نکال کر اپنے سُرخ چہرہ پر ملی۔ اور تھوڑا سا برف کٹر کٹر چبانے لگے۔ نہ معلوم کیوں "بے راگ کی راگنی" ایک خیال ممّا کے دل میں دفعتہً پیدا ہوا۔ ممّا۔ "آپا چائے پئیں گے؟" امی جان "گرمی ہے اور چاء پی جائیگی؟" ممّا۔ "میں نے دیواروں پر اشتہارات دیکھے ہیں کہ گرم چاء گرمی میں ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔" "صحیح ہوگا اور یقیناً صحیح" یہ کہہ کر ممّا باہر کمرے کے اس پھرتی سے نکلے کہ دروازے کی چق غائب۔ اوسکے آواز دینے مقبول (چھوکل) کو "مقبول دلیو صاحب کے واسطے چار لاؤ بیرپر at once" چھوکرے کو حکم کی تعمیل میں کیا عذر۔ مگر نہ معلوم کیوں گستاخ تو ہے نہیں۔ کچھ دلنے مرچ کے کشتی میں پڑے رہ گئے۔ شاید کشتی کو صاف نہیں کیا۔ ممّا نے ایک ٹکڑا برف کا چائے کی پیالی میں ڈالا۔ اور چمچے سے ہلانے لگے۔ خیال یہ تھا کہ برف کا یہ ٹکڑا کوہ ایورسٹ ہے۔ زہرہ کہتی تھی کہ نہیں قطب شمالی سے یخ بہتا ہوا بحر قلزم میں آگیا۔ اقبال کی یہ رائے تھی کہ "قطب شمالی میں کوہ آتش فشاں پھٹا اور برف کے تودے بحر ارل میں آپڑے۔"

یہ علمی مباحثہ درمیان ممّا اور بچوں کے ہو رہا تھا کہ یکایک ممّا کی نظر مرچ کے دانوں پر پڑی۔ بس کیا تھا غضب ہوگیا۔ قیامت آگئی۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دونوں آستینیں چڑھا کر ہاتھ گھمانے لگے۔ آیا۔ . . . . آیا . . . . . . اور کمرے کے باہر۔ خیریت یہ ہوئی کہ اسی دروازے میں سے تھے جسکی چق گر پڑی تھی۔ "مقبول" "مقبول" وہ دوڑا ہوا اوپر آیا۔ آپ نے اس کے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اُٹھا لیا۔" دکھانا فی کا گھر "تو نے صاف کیوں نہیں کی" بھاگ جاؤ Nonsense" اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ سزا اسکو کس مد میں ملی۔ جب کمرے میں داخل ہوئے تو آپ نے چائے کے سب برتن فرش پر رکھ دیئے اور ٹھسے کمرے کے باہر!

اسی مہمان نوازی میں شام ہوگئی۔ رشید میاں تو ابھی غیر ذمہ دار لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے مگر انھوں نے اس موقع پر غیر معمولی ذمہ داری کا اظہار کیا۔ انکے ممّا اپنا کوٹ، ٹوپی، چھڑی، نیچے چھوڑ آئے تھے حضرت نے کوٹ کو میز کے نیچے۔ سکٹ میں حفاظت سے رکھ دیا۔ ٹوپی سے شاید کچھ دیر کیلئے ضرور کیونکہ اس کا پھندنا علیحدہ ہوگیا تھا۔ اسکو یا تو قصداً یا سہواً ایک ٹرنک کے پیچھے ڈال دیا۔ چھڑی کو اس قابل نہ سمجھا ہوگا کہ ان کے ممّا کے ہاتھ میں رہے۔ اسکو آپ نے چھوٹا کرکے اپنے استعمال کے قابل بنا لیا۔

شام کو جاتے وقت ممّا کو اس سازش کا پتہ لگانے میں جس مشکل کا سامنا کرنا پڑا ہوگا وہ ظاہر ہے۔ رخصت ہونے سے قبل ممّا نے اس کا بھی ذکر کر دیا تھا کہ وہ یہاں سے سینما جائیں گے۔ رشید میاں پہلے تو انکی گود میں بیٹھے خوشامد کرتے رہے۔ مگر جب دیکھا کہ کسی طرح انکی عرضداشت منظور ہی نہیں ہوتی تو چلتے وقت ممّا کی ایک ٹانگ میں لپٹ گئے۔ اب چھڑائے نہیں چھوڑتے۔ ممّا کو بھی ان کی خاطر منظور تھی۔ اسی طرح دروازے کے باہر "السلام علیکم" کرکے نکل گئے۔ گلی تک اسی حیثیت سے گئے ہوں گے کہ ادھر سے ان کے سب سے بڑے بھانجے خورشید کورٹ سے واپس آرہے تھے۔ تھکے تھکائے سائیکل کو ڈھکیل رہے تھے۔ ممّا نے سائیکل کو آگے پیچھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا: "اُترو نہیں اسے لیجاؤ" یہ کہہ کر یہ جا وہ جا۔ ممّا رخصت شد۔

بقیہ صفحہ ۱۲

لی تو اُس نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا اور پھر کبھی بھی اُس جنگل کی طرف رُخ نہ کیا۔

"پیارے بھائیو! اس کہانی سے کیا نتیجہ نکلتا ہے؟۔ یہی نہ کہ ہمکو دوسروں کا حسد نہیں کرنا چاہیئے اسکا انجام بُرا ہوتا ہے۔ اور جھوٹ بولنا بھی اچھا نہیں کیونکہ یہ تمام رذیل خصلتوں کی جڑ ہے۔ مصیبت کے وقت ہوش و حواس کو درست رکھو۔ ہنر سیکھو۔ اور سیکھ کر اس قسم کے کام کو پورا کرو۔ تکلیف میں خود نہ کود دو۔

(منقول)

دریا کی آپ بیتی

میں کیا ہوں بڑی ہے کہانی مری
سنیں آپ بھی وہ زبانی مری

پہاڑ اور جھیلوں میں بستا ہوں میں
اور آبادیوں کو ترستا ہوں میں

مرے گھر کا منبع رکھا نام ہے
مجھے بارش و برف سے کام ہے

گزرگاہ کوہ و بیابان میں ہے
ہر ایک انکی شے میری فرمان میں ہے

ہوا جب کہ میں اپنے گھر سے جدا
نہ پوچھو تھا اُس دم مرا حال کیا

مری چال کا زیر و بم دیکھئے
مرا اُس گھڑی پیچ و خم دیکھئے

چٹانوں سے رہ میں اٹکتا تھا میں
پہاڑوں سے سر کو پٹکتا تھا میں

کبھی اپنی تیوری پہ لاتا تھا بل
کبھی مارے غصہ کے جاتا اُچھل

کبھی منہ میں کف اپنے لاتا تھا میں
کبھی زور اپنا دکھاتا تھا میں

میں گرتا کبھی صورت آبشار
میں ہوتا روانہ کبھی سوئے غار

کہیں جب نہ میرا ٹھکانا ہوا
سمندر کی جانب روانہ ہوا

بہت سے معاون ہوئے ہمسفر
رہے ساتھ میرے وہ شام و سحر

یونہیں دائیں بائیں سے کودتا ہوا
بیاباں میں آیا تھرکتا ہوا

بیاباں میں گو سُست رفتار ہوں
مگر یاں مفید اور باکار ہوں

پہاڑوں سے جو گاد لاتا ہوں میں
وہ میداں میں آکر بچھاتا ہوں میں

زمینوں کو زرخیز کرتا ہوں میں
زراعت کو زرریز کرتا ہوں میں

کہیں سبز پودے اُگاتا ہوں میں
کہیں باغ میں گل کھلاتا ہوں میں

گیا نہر بن کر کہیں کھیت میں
پکائے کہیں خربزے ریت میں

کسی جا مشینیں چلاتا ہوں میں
ملوں کے کہیں کام آتا ہوں میں

ہزاروں غرض کام کرتا ہوں میں
اسیطرح سے نام کرتا ہوں میں

نشیبوں میں اس طرح بہتا ہوا
جو آفت پڑے اُسکو سہتا ہوا

سمندر کی اب سمت جاؤنگا میں
مرے پر دہانہ بناؤں گا میں

سُنا کر مری ابتدا انتہا
ہے نیتر کو خاموش رہنا بھلا

سائنس

ضوفشاں مکڑی کا انکشاف

لنڈن کے ایک ہفتہ وار رسالہ [illegible] کی تازہ اشاعت میں ایک مضمون مسٹر ایچ. ڈوور کا شائع ہوا تھا جسکا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ مضمون ایک امریکن سیاح (مکتشف) کے متعلق ہے جو کہ ملک برما کے شاداب جنگلات کے قلب میں مختلف کیڑوں کی تلاش میں نکلا اور یہ زیر بحث واقعہ مانڈلے کے مغرب میں ۱۲۰ میل کے فاصلہ پر ضلع کوکو کے دو دیہات چوڈوا اور تھنکیڈانگ کے درمیان پیش آیا۔ اس کے متعلق ڈاکٹر ای. نیوٹن ہاروے، این. جے یونیورسٹی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا تحقیقی نوٹ بھی درج ہے۔ ڈاکٹر موصوف کا شمار امریکہ کے حیوانی روشنی کے ماہرین میں کیا جاتا ہے۔

مسٹر ہارنم براؤن ایک مشہور مکتشف امریکہ کے تاریخ طبعی کے عجائب خانہ کے لئے انواع حیواناتی کے نمونے مہیا کرنیکی غرض سے وطن سے روانہ ہوا ایک روز شام کے وقت وہ وسطی برما کے گھنے جنگلات میں جا نکلا۔ اس موقع پر جنگل کے تمام راستے خاص طور پر دشوار گذار تھے۔ شام کی تاریکی آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی اور گرد و ہر چہار طرف جگنو چمک رہے تھے اچانک اس کے گھوڑے ہونیکی جگہ سے چند فٹ کے فاصلہ پر روشنی کا ایک ساکن گولہ سا نمودار ہوا۔ سیاح اپنے گھوڑے کو چھوڑ اس شے کی طرف لپکا۔ وہ روشنی اپنی جگہ سے نہ ہلی اور عجیب انداز سے پرسکون اور بے حرکت رہی۔ اس نے جھاڑی کو ایک طرف ہٹا دیا اور اب وہ اس منور شے کے بالکل سر پر تھا۔ اس کے بعد اس نے دیاسلائی جلا کر اسی شے کو دیکھا جو کہ تاریک جنگل میں ایک شعلۂ نور پیدا کر رہی تھی۔ قریب سے دیکھنے پر یہ معلوم کرکے وہ نہایت ہی متعجب ہوا کہ وہ ایک ضوفشاں مکڑی ہے۔ جب دیاسلائی گل ہو گئی تو مکڑی کے شکم سے پھر ویسی ہی بیضوی شکل کی روشنی ظاہر ہونے لگی جو کہ ارد گرد کے جگنوؤں کی روشنی سے بالکل مشابہت رکھتی تھی۔

اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے مسٹر براؤن نے کہا کہ میں نے اس روشنی کی نوعیت میں کوئی مابہ الامتیاز فرق محسوس نہیں کیا۔ وہ روشنی اتنی ہی قد و قامت کی ایک قسم کی مچھلی کی روشنی سے مشابہ تھی۔ اور وہ مکڑی جسامت میں پانچ سنٹ کے سکے کی برابر ہوگی۔ ان جنگلات میں زہریلے کیڑوں کی موجودگی کا مجھے علم تھا اور وہاں کے باشندوں نے بھی اس کے متعلق مجھے متنبہ کرکے محتاط بنا دیا تھا۔ اسی احتیاط کے تقاضے نے سیاح کو اس منور مکڑی کو پکڑنے سے روکا جو اس تاریک جنگل میں نور کی پیہم کرنیں پھیلا رہی تھیں۔ اور جس کے ہاتھ لگجانے پر حشرات الارض کی تاریک دنیا میں ایک روشن ستارہ کا طلوع عمل میں آجاتا۔

بالآخر اس نے ایک ہاتھ پر اپنا رومال لپیٹا اور اس ننھے جانور کے پکڑنے کے لئے سرعت سے بڑھایا لیکن ایک ہی لکڑی راستہ میں حائل ہو گئی اور مکڑی اتنا اشارہ پاکر جھاڑی کی کسی دراز یا کونے میں چھپ گئی۔ یہ ناکامی اس کے لئے ایک حسرت آمیز تلخ کامی کا باعث ہوئی۔ اس لئے کہ یہ نورانی کیڑا اس وقت فی الواقع اس کی دسترس کے اندر تھا اور اگر ذرا سی لغزش نہ ہو جاتی تو یہ دلفریب تحفۂ نادرہ یعنی سب سے پہلا ضوفشاں کیڑا جو کہ آجتک دنیا کے کسی ماہر سائنس کے مشاہدہ یا تجربہ میں نہ آیا تھا اس عجائب خانہ کیلئے حاصل ہو جاتا جسکا کہ سیاح موصوف نمائندہ تھا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد مسٹر ہارنم براؤن نے ان جنگلات کے تاریک حصوں میں ہنکر وہاں کے باشندوں سے نورافگن مکڑیوں کے متعلق دریافت حال کیا لیکن کوئی بھی اس قسم کے کیڑے کے متعلق اطلاع نہ دے سکا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کیڑا درحقیقت ایک نادرہ روزگار شے تھا۔

ضوفشاں مکڑی کے انکشاف نے ماہرین سائنس کے گروہ میں اچھی خاصی ہما ہمی اور دلچسپی پیدا کر دی ہے۔

آیندہ ہم این. جے یونیورسٹی ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ڈاکٹر ای. نیوٹن ہاروے کے ایک خط کا اقتباس درج کریں گے جو کہ موصوف نے منور مکڑی کے مکتشف کو لکھا تھا۔ ڈاکٹر موصوف امریکہ میں حیواناتی روشنی کے مسئلہ پر ایک مسلم الثبوت مبصر سمجھے جاتے ہیں۔

حسد کا انجام

ایک دفعہ ایک لکڑہارے کے کان پر پھنسی نکل آئی۔ رفتہ رفتہ وہ لاپروائی کی وجہ سے بڑی ہوتی گئی۔ آخر وہ بیر کی گٹھلی کے برابر ہو گئی۔ مگر لکڑہارے کو اس سے تکلیف نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اُس نے اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔

ایک دن حسب معمول وہ جنگل میں گیا لکڑیاں کاٹ کر واپس آ رہا تھا کہ موسلادھار بارش ہونے لگی۔ اور رستہ بچنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ آخر وہ ایک بوڑھے درخت کی کھوہ میں پناہ گزیں ہوا۔ اور وہیں بیٹھ کر مینہ تھمنے کا انتظار کرنے لگا جب آسمان صاف ہوا اور چاند اپنی نورانی شعاع کیساتھ آسمان پر نکلا تو لکڑہارا باہر آیا مگر کیا دیکھتا ہے۔ کہ چھوٹے بڑے۔ لمبے اور ٹھنگنے ہر قسم کے جن وہاں بیٹھے آپس میں ہنسی مذاق کر رہے ہیں اور وہ رنگ برنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہیں۔

ادھر یہ بھوت ہنسی مذاق کر رہے تھے، اُدھر لکڑہارا مارے دہشت کے کانپ رہا تھا۔ یکایک لکڑہارے نے دیکھا کہ ان جنوں کے درمیان طرح طرح کے کھانوں کے ٹوکرے اور شراب کی بوتلیں رکھی ہیں۔ جب کوئی جن کسی کھانے کا نام لیتا ہے تو وہ سیدھا اُس کے منہ میں جا گرتا ہے۔ اور جب وہ خوب سیر ہو جاتا ہے تو برتن اپنی جگہ پر پھر واپس آ جاتا ہے۔ اسی طرح جب وہ شراب کا نام لیتا ہے تو بوتل پھپ کر کے کاگ سے آپ کھل جاتی ہے اور منہ سے جا لگتی ہے۔ جنوں کی یہ جماعت بہت خوش مزاج معلوم ہو رہی تھی۔ اس لئے لکڑہارا بھی خوش خوش معلوم ہونے لگا۔ اور اُن کے مزیدار لطائف پر کھل کھلا کر قہقہہ مارتا۔ لیکن اس کی آواز کوئی نہ سنتا۔ کیونکہ وہ خود ہنسی کے مارے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔

جب ضیافت ختم ہو چکی تو سب مل کر ناچنے لگے۔ لکڑہارے کو بھی دو تین اچھے ناچ آتے تھے۔ تو وہ بچارا اس قدر ڈر رہا تھا، یا اسکو اب ناچنے کا جوش آیا وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان کے سردار کی آواز آئی۔ کہ ہاں! اب کوئی ایک آدھ نیا ناچ دکھاؤ۔

لکڑہارا یہ سنتے ہی آنکھیں بند کر کے ان میں پھاند پڑا۔ اور ایسا ناچا کہ جن عش عش کرنے لگے۔ اُسے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میں گھر سے لکڑیاں کاٹنے آیا تھا یا ناچنے کے لئے۔ جونہی اُس نے ناچ ختم کیا۔ ہر طرف سے واہ واہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ادھر لکڑہارے نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اپنے کو ان جنوں کے درمیان پایا۔ تب تو وہ بہت ڈرا۔ مگر ان کے چہروں پر خفگی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ آخر اُس نے سردار سے اُنکی اس پر تکلف محفل رقص و سرود میں بن بلائے ہونے پر معافی مانگی

جنوں کے سردار نے کہا کہ ہم تم کو اس شرط پر چھوڑتے ہیں کہ تم کل کے آنے کا وعدہ کرو اور کوئی چیز بطور ضمانت کے بھی رکھ دو۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے پاس ہے ہی کیا جو آپکو دوں۔ یہ سن کر ایک جن نے کہا کہ آدمی کو وہ چیز پیاری ہوتی ہے جو کان پر چپیاں ہو۔ یہ کہہ کر انھوں نے اس کان والی گٹھلی کو بآسانی کھینچ لیا۔

لکڑہارا گھر میں اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے کہ جنوں نے اسکی پھنسی بلا تکلیف ہٹا لی۔ اب سنو۔ اتفاقاً اس کے پڑوس میں ایک اور بوڑھا رہتا تھا جس کے بائیں کان پر پھنسی نکلی ہوئی تھی۔ اُس نے اسکی بیتی سنی تو مارے حسد کے جل بھن گیا اور خود بھی جنوں کے پاس جانے کا مصمم ارادہ لیا۔ حالانکہ اُسے کوئی اچھا ناچ نہ آتا تھا شام کے وقت یہ وہاں پہنچا اور اُن کے آنیکا انتظار کرنے لگا۔

بہت انتظار کے بعد جب جن آئے اور معمول کے مطابق وہ ناچنے کودنے لگے تو وہ بوڑھا بھی اُن کے درمیان ناچنے کو بڑھا مگر جنوں نے اُس سے کہا کہ یہ دوسری گٹھلی کہاں سے ملی۔ وہ کہنے لگا کہ میرے پاس ایک جوڑ دو گٹھلیاں ہیں جب تم نے میرے داہنے کان سے گٹھلی اُڑا لی تو میں نے بائیں کان پر دوسری نکالی تاکہ لوگ بدگمان نہ ہوں سردار نے کہا۔ اچھا ہمیں ان باتوں سے غرض نہیں۔ ہمیں اپنا ناچ دکھاؤ۔

بوڑھے نے ناچنا شروع کیا۔ مگر ناچنا کیا خاک۔ ادھر اُدھر کولہے مٹکانے لگا ایک ٹکسی جو گھر سے آیا تھا اُسے کبھی ادھر ہلاتا کبھی اُدھر ہلاتا۔ یہ دیکھ کر سردار نے کہا کہ میاں ہمیں تمہارا ناچ پسند نہیں۔ ہم تم کو ہمیں ختم کر ڈالتے لیکن کل کے ناچ کا خیال کر کے تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ یہ لو اپنی قیمتی گٹھلی۔

یہ کہہ کر اُس نے گٹھلی اُس بوڑھے کی طرف پھینکی جو ٹھیک جا کر داہنے کان پر چپک گئی اس کے بعد یکایک تمام جن غائب ہو گئے۔ بے چارہ حاسد بوڑھا دونوں گٹھلیاں ہاتھوں سے نوچتا ہوا بکتا جھکتا گھر پہنچا۔ ادھر لکڑہارے کو پھنسی سے نجات

ہندوستان بھر میں

عمدہ مضبوط دیرپا خوبصورت نفیس اور نسبتاً ارزاں قیمت سامان کھیل مہیا کرنے والا واحد کارخانہ "ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ" شہر سیالکوٹ کو یاد رکھیں



اگر آپ کو

یا آپ کے دوست احباب کو کسی قسم کے سامان کھیل مثلاً کرکٹ۔ فٹ بال۔ والی بال، ہاکی، ٹینس۔ بیڈمنٹن وغیرہ کی ضرورت ہو تو ہمیشہ براہ راست اسکولوں کے خاص و دیرینہ خادم کارخانہ

ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ

کو لکھیں

ہمارا سامان ہاکی

اپنی عمدگی اور مضبوطی اور نسبتاً ارزاں ہونیکی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے جوں جوں شوقین کھیل کلبوں کے سکرٹری اور اسکولوں کے ہیڈ ماسٹر صاحبان اسکو بطور آزمائش منگاتے ہیں اسکی عمدگی و مضبوطی اور نفاست کو دیکھکر شیدا ہوئے جاتے ہیں جہاں کہیں ہمارا سامان ہاکی ایک مرتبہ بھی بطور آزمائش کے منگایا گیا انھوں نے روزمرہ کی پریکٹس اور مقابلہ کے میچوں میں حسب خواہش عمدہ اور مضبوط پا کر اعلیٰ سے اعلیٰ سرٹیفکیٹ دئے اور بڑے بڑے قیمتی آرڈر دیکر ہمیں مستفید فرمایا اور کارخانہ کے مستقل گاہک بننے کے علاوہ کمپنی کے مجسم اشتہار بن گئے۔

ہمارا سامان کھیل

عرصہ گیارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں رجمنٹوں ریاستوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جاتا ہے علاوہ ممالک غیر میں بھی منگوایا جاتا ہے۔ اس اثنا میں جسقدر شہرت و ناموری اپنی پائداری کی وجہ سے اس کارخانہ کو نصیب ہوئی ہے۔ شاید ہی کسی دوسرے کو ہوئی ہو۔ آپ بھی اپنا آزمائشی آرڈر بھیجکر اپنی صداقت کا امتحان کریں۔ ذیل میں مختصر فہرست سامان کھیل درج ہے جس پر ۲ آنہ فی روپیہ کی خاص رعایت دی جائیگی حسب ضرورت لکھ کر طلب کریں۔

فہرست سامان ہاکی	فہرست سامان کرکٹ	فہرست سامان فٹ بال	فہرست سامان والی بال
دی منارک تین بٹر سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر کانپوری چمڑہ لپٹا ہوا نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت عہ	دی کمپنی تین ربڑ سپرنگ ہینڈل کرکٹ بیٹ اوپر آلٹا مضبوط چمڑہ سیاہ نہایت مضبوط قیمت ۱۴ عہ	دی منارک ۱۸ ٹکڑہ کا درجہ اول نہایت مضبوط اور خوبصورت فٹ بال مع ایک ٹکڑہ میں قیمت مکمل نمبر ۵ لعہ	ملک والی بال۔ گلدستہ نما ۱۸ رنگی ٹکڑوں کا نہایت خوبصورت اور مضبوط مع ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ معہ
دی میچنگ ڈبل سپرنگ ہینڈل ویراٹ مضبوط چمڑہ سیاہ نہایت مضبوط اور دیرپا قیمت عہ	دی مارشل ڈبل سپرنگ لیدر ریونڈ ہینڈل بیٹ عہ	دی سپیشل تیرہ ٹکڑہ کا مع ایک ٹکڑہ میں مکمل نمبر ۵ عہ	دی منارک والی بال گلدستہ قسم دوم مکمل نمبر ۵ عہ
دی مارشل ڈبل سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر سن پر دھات لگا کر ولایتی دھاگہ لپٹا ہوا خوبصورت قیمت للعہ	دی سپر سنگل سپرنگ پوائین بونڈ ہینڈل بیٹ ے ۴	دی سپر سپر بننے والا میچوں کیلئے عجب تحفہ عہ	چھوٹے بچوں کے والی بال نمبر ۵ عہ، نمبر ۳ نمبر ۲ عہ
دی مارسن سنگل سپرنگ پوائنٹ بونڈ ہینڈل للعہ	دی سپیشل پریکٹس آل کین ہینڈل روزانہ پریکٹس کیلئے عہ	دی سپر سیاہ مگر نہایت مضبوط مع ایک ٹکڑہ میں عہ	دی ملک والی بال جال بیرون رنگ قسم عمدہ سوت
دی سپر آل کین ہینڈل اوپر سیاہ ولایتی دھاگہ للعہ	چھوٹے بچوں کیلئے کرکٹ بیٹ نمبر ۵ عہ نمبر ۴ عہ نمبر ۳	دی سپیشل پریکٹس روزانہ پریکٹس کیلئے مضبوط فٹ بال	ڈوری کے عہ رقی جالی للعہ فی درجن
دی اسپیشل پریکٹس ونڈ ہاکی اوپر چمڑہ لپٹا ہوا عا	کرکٹ بال دی منارک عم میچ عا اسپیشل پریکٹس عہ	چھوٹے بچوں کیلئے مکمل نمبر ۳ عہ نمبر ۲ للعہ نمبر ۱	سفید جالی والی بال مضبوط عہ
چھوٹے بچوں کی ہاکیاں ہر سن رور بریکٹس عہ	کیپنگ گلوز چمڑے کے رنگدار عہ زین کے عہ فی جوڑا	لیڈ رسرخ بریلاڈ مال نمبر ۵ عا نمبر ۴ عہ نمبر ۳	والی بال پولز فیروزی رنگ سنہری سامان قابل
ہاکی بال منارک عم میچ عا اسپیشل پریکٹس عہ	بیٹنگ گلوز عم وکٹ گلوز بڑھیا عہ	بلیڈر بڑی عہ درمیانہ عام چھوٹی عہ فٹ بال	ولایتی پالش شدہ مع رسوں اور میخوں کے عہ
	کٹ دی مارشل بڑی عہ چھوٹی عہ فی سٹ مع بیلز	بوٹ ولایتی عہ فی جوڑا عام جوڑا ۵ عہ سوٹ	کتاب قواعد والی بال اردو و انگریزی
	ربڑ ہینڈل کور عم سکورنگ بک عہ چھوٹے بال عہ	قواعد فٹ بال ۲ ر سیٹی عہ	باتصویر ۱۲

سامان بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل روانہ ہوگا خرچ ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار ہوگا

تار کا پتہ: رجسٹری شدہ

ملنے کا پتہ: جنرل منیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ

چند مفید کتب

روح تنقید دنیائے اُردو ادب میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں فن تنقید کے مبادیات و متعلقات پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ادب کی تقسیم، اصول تنقید اور تنقید نگاروں کے فرائض بیان کئے گئے ہیں اور پیش کردہ اصولوں تحت اردو کی مشہور مثنوی سحر البیان پر تبصرہ کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے دوسرے حصہ میں۔ یونان۔ روما۔ ازمنہ مستور سے دعصر بیداری کی ارتقائی تاریخ، فرانس و انگلستان اور یورپ میں اٹھارہویں صدی کے بعد سے اب تک جو اصول تنقید رائج ہوئے اُن کا تفصیلی بیان، مروجہ تنقید اور چند تنقیدی کارنامے درج ہیں۔ اس کتاب کے مصنف فاضل انشا پرداز مولوی سید غلام محی الدین صاحب قادری زور ایم اے (عثمانیہ) ہیں۔ حجم تقریباً (۲۰۰) صفحے لکھائی چھپائی عمدہ پاکٹ اڈیشن قیمت عہ

تنقیدی مقالات یہ بھی جناب زور صاحب کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب روح تنقید کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں انگریزی، فارسی اور اردو زبانوں کے مصنفین و شعرا یعنی ٹامس گرے، ہورس اسمتھ، ابوعلی علی مصنف طبقات ناصری، میرتقی، میرحسن، غالب، حالی، میرانیس اور کیفی حیدرآبادی کے کلام و مضامین پر روح تنقید کے پیشکردہ اصولوں کی روشنی میں تنقید کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا گیا ہے۔ حجم تقریباً پانچ سو صفحے لکھائی، چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ اڈیشن سادہ مجلد قیمت ہے

اردو کے اسالیب بیان مصنفہ جناب زور صاحب۔ یہ بھی اردو ادب میں پہلی کتاب ہے جس میں اردو نثر کے ابتدائی زمانہ سے لیکر موجودہ زمانہ تک نثر نگاروں کے طرز تحریر و اسلوب بیان کے متعلق ایک عبوری ادبی تاریخ و تنقید ہے۔ مصنف نے اخیر میں اردو نثر کے مستقبل کی نسبت اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔ حجم (۲۰۴) صفحے لکھائی چھپائی، کاغذ عمدہ پاکٹ اڈیشن سادہ مجلد قیمت عہ

طلسم تقدیر مصنفہ زور صاحب یہ ایک نیم تاریخی فسانہ ہے جس میں دکن کی تاریخ اور اس کے باشندوں کی تمدنی حالت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور نیز اس میں تقدیر و تدبیر کی بحث کو بڑی خوبی سے سلجھایا گیا ہے۔ ضخامت (۶۵) صفحے لکھائی، چھپائی عمدہ۔ قیمت ۸ر

دنیائے افسانہ اردو کی ادبی دنیا میں یہ پہلا ہی کارنامہ ہے جس کو مولوی محمد عبدالقادر صاحب سروری ایم اے ایل ایل بی (عثمانیہ) نے تصنیف کرکے اردو زبان پر احسان کیا ہے، اس میں ناول نگاری کی افسانہ نویسی کی تاریخ اور اس کے اصول و مبادیات کا تفصیلی بیان درج ہے ضخامت (۲۱۰) صفحے کاغذ لکھائی، چھپائی عمدہ۔ پاکٹ اڈیشن قیمت عہ

دکن میں اُردو قدیم اردو کو چار دوروں میں تقسیم کرکے اس کے نظم و نثر کی عبوری تاریخ پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ ہر دور کے شعرا کے حسبتہ حسبتہ حالات کے ساتھ ان کے کلام کا نمونہ پیش کرکے اردو زبان کا ارتقا دکھلایا گیا ہے یہ اردوئے قدیم کی تاریخ ہے جسکو مولوی محمد نصیرالدین صاحب ہاشمی منشی فاضل نے تالیف کیا ہے کاغذ، لکھائی، چھپائی عمدہ۔ حجم (۳۰۵) صفحے۔ پاکٹ اڈیشن قیمت عا

خیابان اردو ہندوستان کے چوٹی کے اردو انشاپردازوں اور نامی گرامی شعرا کی نظم و نثر کا لاجواب انتخاب ہے جس کو جناب احمد عارف نے نہایت سلیقہ کے ساتھ ترتیب دیا ہے یہ علمی گلدستہ اس قابل ہے کہ ہر تعلیمیافتہ اس سے اپنے کتب خانہ کو زینت دے۔ کاغذ، لکھائی چھپائی عمدہ۔ حجم (۱۴۰) صفحے۔ پاکٹ اڈیشن سادہ مجلد قیمت عا

اُسوہ حسنہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت صلعم نے مسلمانوں کے سامنے کیسی زندگی پیش کی ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ضخامت (۸۰) صفحے کاغذ، لکھائی، چھپائی، عمدہ پاکٹ اڈیشن قیمت ۸ر

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

حکومت نے بھی دیکھ لیا ہے

ناشیہ شہاب ثاقب

حریت و آزادی کا داعی، غریبوں اور مظلوموں کا حامی، صوبہ سرحد کا سب سے پہلا سہ روزہ اخبار

شہاب سہ روزہ ثاقب

کا اپنی سے گھر گھر چرچا ہو۔ جس کے سحر کر دینے والے مضامین نے بوڑھوں، ادھیڑوں اور نوجوانوں کے دلوں اور ذہنوں کو پلٹ کر رکھدیا ہے۔ جس کے پرچوں کو ملک کے گوشے گوشے میں بسنے والے دوستوں عزیزوں کو تحفہ کے طور پر بھیجتے ہیں۔ جس نے غلامی ذلت، تاریک خیالی رجعت پسندی، بیدینی، جمود اور غفلت شعاری کے پردوں پر بجلیوں کی بارش برسائی ہے۔ جبکہ بے حس و [illegible] خدا کی غلامی کرتا ہو۔ اس کے بعد اگر صفت اقلیم کا بھبوت بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ ایک مساوی انسان کی حیثیت سے بہادرانہ طور پر ہاتھ بڑھاتا ہو۔ اور نخوت و غرور [illegible] اقتدار پسندی کے بتوں کو ٹھکرا دیتا ہے وہ اخبار "شہاب" آنکھ میں چلکر کیا کیا نہ دکھائیگا۔ "شہاب" معقولیت اور صداقت کے سانچہ میں ڈھل کر اور باطل کے بتوں کو توڑ کر رکھدیتا ہے۔ اس کی بے تعصبی معقولیت پسندی اور رواداری کا ہر طبقے میں اعتراف کیا جا چکا ہے۔

ہدایت کے ستارے بنجائیے:۔ شہاب کے پڑھنے والے ظلمکدہ عالم کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں تبلیغ اسلام اور آزاد خیال ہونے اور اپنے انسانی فرائض ادا کرنے کیلئے "شہاب" کو مستقل طور پر پڑھنا شروع کر دیں۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی نہایت عمدہ ہے۔ قیمت سالانہ چھ روپے ششماہی [illegible]۔ سہ ماہی کا [illegible] کا پرچہ مفت ہے۔ لیکن نمونہ دیکھنے کا انتظار بے سود ہے۔

منیجر سہ روزہ شہاب راولپنڈی

اجمل روزانہ

زیر ادارت جناب معین الدین حارث صاحب بی۔ اے (جامعہ) حکیم اجمل خاں صاحب یادگار میں پرچہ بمبئی سے جاری کیا گیا ہے۔ اسکے اجرا کا مقصد قوم کی خدمت کرنا ہے اور مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم کی یادگار "اجمل" موسوم، کسانوں اور پسماندہ طبقوں کے مفاد کی نگرانی کرنا ہے۔ اسلامی دنیا کی خبریں ہندوستان کے بہترین اخباروں کی طرح شائع کرتا ہے۔ ان خصوصیات کے باوجود قیمت سالانہ آٹھ روپے ششماہی چار روپے۔ سہ ماہی دو روپے آٹھ آنے۔

منیجر اجمل پرنٹنگ پریس [illegible] بمبئی نمبر ۹

اخبار **مدینہ** بجنور

ہفتہ میں دو بار

۱۹۱۲ء سے قابل اہل قلم ایڈیٹروں کی زیر ادارت جاری ہے۔ خدمت قوم و ملک پاسداری مذہب و ملت اسکا شعار ہے۔ آزادی وطن اور قومی مطالبات کا علمبردار ہے۔ اردو جرائد میں کثیر الاشاعت سیاست حاضرہ کا صحیح و صداقت کا مختصر [illegible] انگریزی اخبارات کا خلاصہ، دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچنے والا، ملاحظہ فرمائیے ہمارے بیان تصدیق کریگا۔ نمونہ مفت۔ قیمت سالانہ [illegible] ششماہی [illegible] سہ ماہی [illegible] پرچہ از ممالک غیر مع [illegible] سالانہ۔

(پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر [illegible] حسین صاحب نے آزاد پریس دہلی سے شائع کیا)

ٹیلیفون نمبر ۲۱۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

پیامِ تعلیم

نرخنامہ چندہ
سالانہ ۲؏
ششماہی ۱؏
فی پرچہ ۳ر

نرخنامہ اشتہارات
فی صفحہ ۸؏
نصف صفحہ ۵؏
چوتھائی صفحہ ۳؏

ایڈیٹر:- سعید انصاری بی اے (جامعہ)

جلد ۷	۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۹ء	نمبر ۱۲

پیامِ تعلیم

یہ پرچہ کسیقدر دیر سے شائع ہو رہا ہے خیال تھا کہ اس اشاعت کو ملتوی کر کے ۲۹ اکتوبر کو تاسیس نمبر کے نام سے ایک پرچہ شائع کیا جاتا لیکن جناب شیخ الجامعہ کی عدم موجودگی سے اس سال یوم تاسیس نومبر میں کسی آیندہ تاریخ کیلئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ شیخ الجامعہ صاحب کے تشریف لانے کے بعد اگر یوم تاسیس منایا گیا تو پیام تعلیم کا بھی تاسیس نمبر نہایت

فہرست مضامین کا

سالانہ نمبر

آب تاب سے نکلے گا اور اگر نہیں تو اسکا سالانہ نمبر بہر صورت آیندہ مہینہ کی کسی تاریخ تک ناظرین کی خدمت میں حاضر ہوگا جو نہایت اہتمام کے ساتھ تیار ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کرام اس نمبر کی اور دو ایک دن کیلئے آیندہ نمبر کی تاخیر کو معاف فرمائینگے۔ آیندہ سے پرچہ انشاءاللہ وقت پر نکلا کریگا۔ (منیجر)

دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟

ہندوستان کے اندر

شاردا بل آخر پاس ہوکے رہا۔ وائسرائے نے اس پر اپنی آخری منظوری بھی دیدی اور جولائی ۱۹۳۰ء سے اس کا نفاذ بھی شروع ہو جائیگا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت اب اس کے خلاف ہو گئی ہے اور اسے حکومت کی مذہبی مداخلت سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ مصیبت مسلمانوں نے سر خود اپنے ہاتھوں لائی ہوئی ہے۔ ابتداءً یہ بل اسمبلی میں صرف ہندوؤں کے لئے پیش کیا گیا تھا۔ لیکن مسلمان ممبروں نے بن بلائے خود کو اس میں شامل کر دیا اور اب ملک میں ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے۔

مہاتما گاندھی جی اکتوبر کے تقریباً پورے مہینہ میں صوبۂ متحدہ آگرہ و اودھ کا دورہ کرتے رہے ہیں اور جس جس مقام پر آپ گئے ہیں، ہر جگہ آپکی خدمت میں چرخہ اور کھدر کے کام کے لئے ہزاروں روپئے کی تھیلیاں پیش کی گئی ہیں اور ہندو مسلمانوں نے ہر جگہ آپ کا نہایت سرگرم اور پُر تپاک خیر مقدم کیا ہے۔

ہز اکسلنسی وائسرائے لارڈ اروِن صاحب جو ہندوستان کے مسائل پر گفتگو کرنے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے تھے، اب ہندوستان واپس آگئے ہیں۔ آپ کی واپسی سے بعض لوگ بہت خوش آیند امیدیں قائم کر رہے ہیں۔ اور یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہندوستان کو عنقریب نوآبادیات کے طرز کی حکومت دیدی جائیگی اور اس کے متعلق بہت جلد حکومت کی طرف سے کوئی اعلان شائع ہوگا۔

پونہ کے کسی ہوٹل میں ایک شخص دیکھا گیا جو "بچہ سقہ" سے بہت مشابہ تھا۔ اس بنا پر تمام اخبارات میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ "بچہ سقہ" بھاگ کر ہندوستان آگیا ہے۔

ہندوستان کے باہر

جنرل نادر خاں "بچہ سقہ" کی فوجوں پر پورے طور پر غالب آگئے اور انھوں نے اپنے خود کو افغانستان کا بادشاہ اعلان کر دیا ہے۔ "بچہ سقہ" اور اس کے بڑے بڑے آدمیوں نے اطاعت قبول کر لی ہے اور اب کوئی خطرہ نظر نہیں آرہا ہے۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ افغانستان کے تخت پر پھر امان اللہ خاں ہی کو بٹھانا چاہیے لیکن اسکی بظاہر کوئی امید نظر نہیں آرہی ہے۔

حکومت برطانیہ نے دنیا کی تمام بڑی بڑی سلطنتوں کے نام دعوت بھیجی ہے کہ تخفیف اسلحہ کی اس کانفرنس میں جو لندن میں منعقد ہونے والی ہے شرکت کریں۔ ان سلطنتوں میں سے اکثر نے اس دعوت کو منظور کر لیا ہے لیکن جب جنگی جہازوں اور فوجی ساز و سامان میں کمی کرنے کا سوال آئیگا اسوقت دیکھئے کہاں تک ان سلطنتوں کا یہ مصالحانہ رویہ رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ برطانیہ کی یہ کوششیں نیک نیتی پر مبنی نہیں ہیں۔

مسٹر ریمزے میکڈانلڈ جو انگلستان کے وزیر اعظم ہیں، اسی "تخفیف اسلحہ" کی کانفرنس کے سلسلے میں ابھی حال میں ریاستہائے متحدہ امریکہ تشریف لے گئے تھے، جو اس وقت دنیا کی سب سے زبردست طاقت سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے روانگی کے وقت اہل امریکہ کو نہایت دلچسپ پیغام دیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اگرچہ درمیان میں بحر اٹلانٹک کے حایل ہو جانے سے انگلستان اور امریکہ میں بُعد واقع ہو گیا ہے لیکن مقصد کے لحاظ سے امید ہے کہ ان دونوں سلطنتوں میں بہت قرب ہوگا۔

گزشتہ اگست کے مہینے میں فلسطین میں یہودیوں اور عربوں میں جو فساد ہوا تھا اس میں بعض عربوں نے ایک یہودی کو جان سے مار ڈالا تھا۔ اب عدالت نے ان معاملات کی تحقیقات کی ہے اور اس ایک یہودی کی جان کے بدلے تین ۳۴ عربوں کو پھانسی دیئے جانیکا حکم دیا ہے

دیال باغ، آگرہ

"رادھا سوامی ست سنگ" کا ایک بینظیر انسٹی ٹیوشن

(از ایڈیٹر)

یوں تو عام طور پر اور مسلمانوں میں خاص طور سے بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو بیسویں صدی کے جدید فرقے "رادھا سوامی ست سنگ" اور اس کے بینظیر انسٹی ٹیوشن "دیال باغ" سے واقف ہوں۔ یہ ایک باہمت مخلص اور پُرجوش ۔ اہزار انسانوں کی نوآبادی ہے جو شہر آگرہ سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

دسہرہ کی گذشتہ چھٹیوں میں جب اپنے دارالاقامہ کے لڑکوں کو آگرہ لیجا کر تاریخی عمارات کی سیر کرانیکا خیال پیدا ہوا، تو اس وقت خود جنہیں کے دیکھنے کا شوق تھا وہ اسی مشہور انسٹی ٹیوشن کے۔ تین دن کا قیام خود سکندرہ، سیکری اور آگرہ کی عمارتوں ہی کے لئے کافی نہ تھا پھر اس میں بھی "دیال باغ" کے مختلف شعبوں کا دیکھنا، اسکے سرگرم کارکنوں سے ملنا اور اس نوآبادی کے روح رواں مہاراجہ سرکار صاحب کے چرنوں میں بیٹھکر ان کے ارشاد و ہدایت سے دل و دماغ کو روشن کرنا ان سب کے لئے بھلا کہاں موقع مل سکتا تھا جس شوق و تشنگی کو لیکر اس نئی بستی اور اس کے بسنے والوں کو دیکھنے اور ان سے ملنے کے لئے گیا تھا، اس سے زیادہ مشتاق اور تشنہ کام ہو کر وہاں سے لوٹا ؎

آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے

بزم سے میں آرزوئے دید جاناں لے چلا

اب قصد ہے کہ پھر کسی فرصت میں خاص تیاری کے ساتھ جاؤں گا اور کئی روز قیام کر کے اس کے مختلف شعبوں اور اداروں کا بغور مطالعہ کرونگا۔ "ست سنگی" بھائیوں کے ساتھ وقت دو وقت گزارونگا، ان کے جوش عمل اور پختگی عقیدہ سے اثر لونگا اور سب سے بڑھکر ان کے موجودہ گرو جی مہاراجہ سرکار صاحب سے نیاز حاصل کر کے ان کے پند و نصائح سے بہرہ اندوز ہونگا۔ پھر بھی اس قلیل عرصہ میں جو کچھ اس نوآبادی کے مختلف حصوں کو گھوم پھر کر دیکھنے، اس کے بعض کارکنوں سے گفتگو کرنے اور پھر اس کے بعد اس کے لٹریچر اور حالات پڑھنے کا موقع ملا، اس کی بنا پر یہ چند سطریں سپرد قلم کیجاتی ہیں۔

"دیال باغ" کیا ہے؟

"دیال باغ" ایک نوآبادی ہے "رادھا سوامی ست سنگ" فرقہ کی جسکی بناء رادھا سوامی دیال نے ۱۸۶۱ء میں ڈالی تھی۔ اس نئی بستی میں اسوقت کوئی ۱ ہزار نفوس بستے ہیں جو مرد، عورت اور بچوں پر مشتمل ہیں۔ اس بستی کی کل ضروریات یہ خود آپ پوری کرتے ہیں۔ اپنے اس حلقہ سے باہر انھیں کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنے کی احتیاج نہیں ہے۔ کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور دیگر سامان معیشت سے لیکر تعلیم و تعلم تک میں یہ شہر یا اور کسی دوسری آبادی سے بالکل بے نیاز ہیں ان کے اپنے زرعی قطعات ہیں جن میں انواع و اقسام کی ترکاریوں کے علاوہ مختلف قسم کے غلوں کی فصل بھی بوئی جاتی ہے۔ ان کا ایک ڈیری فارم ہے، جس میں سینکڑوں مویشی پلے ہوئے ہیں، اور جن سے دودھ دہی کی ندیاں بہتی رہیں۔ بالائی اور مکھن جدید سائینٹیفک طریقہ پر نہایت اعلیٰ سے اعلیٰ تیار کیا جاتا ہے۔ کئی ایک صنعتی کارخانے ہیں جن میں لکڑی، چمڑے اور لوہے کی روزمرہ کے استعمال کی چیزیں اور غیر معمولی سامان بھی تیار ہوتا ہے۔ پارچہ بافی کا بھی ایک کارخانہ ہے جس میں ہر قسم کے عمدہ سے عمدہ کپڑے بنتے ہیں ہر "ست سنگی" کیلئے لازم ہے کہ وہ "دیال باغ" کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کرے اور ایسا وہ نہایت خوشی سے کرتے ہیں۔ پھر اس کے علاوہ پرائمری اسکول ہے جس میں پانچویں جماعت تک لڑکے اور لڑکیاں ساتھ پڑھتی ہیں۔ اس سے اوپر لڑکیوں کے لئے الگ تعلیم کا انتظام ہے اور لڑکے حسب خواہش عام تعلیم کے لئے اسکول میں چلے جاتے ہیں۔ تعلیم غیر صنعتی و صنعتی دونوں طرح کی ہے، جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے کالج کی تعلیم کا علیحدہ طور پر پورا انتظام ہے تمام لڑکے تقریباً اقامتی طور پر دارالاقاموں میں رہتے ہیں۔ اس طرح غرض اس بستی کی تمام ضروریات کے لئے کل سامان اسی حلقہ میں موجود ہے۔ ان کو کسی چیز کیلئے باہر جانے یا دوسروں کے محتاج رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ تمام

انتظامات "رادھاسوامی ست سنگ" کی عام مجلس منتظمہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے جو اس فرقہ کے تمام دینی و دنیاوی معاملات کی تنہا ذمہ دار ہے۔

فرقہ کی بنا اور اُس کی رفتار

اس فرقہ کے اصل بانی رادھاسوامی دیال نامی ایک شخص تھے جو ۱۸۱۸ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی زندگی کے حالات بجز اس کے اور کچھ نہیں معلوم کہ انھوں نے فارسی، عربی اور سنسکرت کی نہایت اچھی تعلیم حاصل کی تھی اور بچپن ہی سے مذہبی میلان لیکر پیدا ہوئے تھے۔ ۱۸۶۱ء میں ان پر کچھ الہامات ہوئے اور انھوں نے اپنے پیغام کا دنیا میں اعلان کیا۔ زندگی ہی میں انھیں کچھ پیرو مل گئے جن سے انھوں نے "رادھاسوامی ست سنگ" کے نام سے ایک جماعت قائم کی۔ ۱۸۷۸ء میں ان کا انتقال ہوگیا اور ان کے دوسرے جانشین "حضور صاحب" کے لقب سے گدی پر بیٹھے۔ ان کے زمانے میں کوئی خاص بات نہیں ہوئی لیکن ۱۸۹۸ء میں "مہاراج صاحب" جب اس گدی کے تیسرے خلیفہ ہوئے تو اس وقت یہ جماعت اتنی بڑی ہوگئی تھی کہ اس کے بعض ضروری امور کو طے کرنے کیلئے ایک مجلس منتظمہ قائم کرنے کی ضرورت پڑی اور معتقدین کے نذر و اوقاف بھی اس قدر ہوگئے تھے کہ انکا بہتر انتظام کرنے کے لئے ایک ٹرسٹ قائم کرنا پڑا۔ ان کے زمانہ میں الہ آباد اسکا مرکز قرار پایا جو بعد میں بدلکر پھر بنارس منتقل کر دیا گیا۔ ۱۹۰۷ء میں ان کے تیسرے خلیفہ کا بھی انتقال ہوگیا اور چوتھے جانشین "سرکار صاحب" ہوئے جو مراز ضلع شاہ آباد (بہار) کے رہنے والے تھے۔ ان کی وجہ سے "ست سنگ" کا مرکز بھی منتقل ہوکر مرار قرار پایا لیکن بعض وجوہ سے ۱۹۲۳ء میں اسے انبالہ (پنجاب) لیجانا پڑا۔ اس آئے دن کے انتقال مکانی نے منتظمین کے دل میں یہ خیال پیدا کیا کہ اس طرح جماعت میں روزبروز انحطاط اور ضعف آتا جائیگا اور اندیشہ ہے کہ کہیں ایک دن انتقال روحانی بھی نہو جائے چنانچہ انھوں نے آگرہ کو اپنا مستقل مرکز قرار دیا جو بانی مذہب کی جائے ولادت کے ساتھ ان کا آرام گاہ دوامی بھی ہے۔ یہی جذب و کشش تھی جو انھیں مشرق و مغرب ہر طرف پھرانیکے بعد بالآخر انھیں وہیں لے آئی جہاں سے وہ اُٹھے تھے اور آج ان کا مستقر ان کے ہادی کی خواب گاہ کے پاس ہے جسکے نقش قدم پر چلنا یہ اپنے لئے ہدایت و نجات کا باعث سمجھتے ہیں۔

تعلیمی، صنعتی اور حرفتی ادارے

ہمیں یہاں ان کے عقاید و خیالات اور انکی مذہبی رفتار سے چنداں بحث نہیں جسقدر ہم ان کے تعلیمی و تمدنی کارناموں کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں جیساکہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے، اس بستی کے اندر تعلیمی و تمدنی ضروریات کی ہر شے کا باقاعدہ اور مکمل انتظام ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان کی تعلیمگاہوں کو لیجئے۔ پھاٹک کے اندر داخل ہوتے ہی ایک نہایت عالیشان عمارت ملیگی جو ۲۰۰ فیٹ لمبی چلی گئی ہے اور جو اپنی خوشنما کھڑکیوں اور گوتھک طرز کی محرابوں سے نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ یہ "رادھاسوامی انسٹی ٹیوٹ" کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۹۱۵ء میں جب رہنے کے لئے کچھ مکانات بنائے گئے تو دو سال بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ ان مکینوں کے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے ایک اسکول بھی ہونا چاہئے چنانچہ ۱۹۱۷ء میں مڈل تک کی جماعتیں کھول دی گئیں۔ اسی دوران میں اسکول انسپکٹر نے ایک موقع سے آکر یہاں کے انتظام و تعلیم کا معائنہ کیا اور نتیجہ خاطر خواہ پاکر اس نے اپنی رپوٹ میں یہ الفاظ لکھے:۔

"میرے خیال میں کسی اسکول نے اب تک الحاق کی درخواست کرنیسے پیشتر پہلے مستحق بنو پھر مانگو' کے اصول پر اس سے زیادہ بہتر اور خوبی کے ساتھ عمل نہیں کیا ہے"

اس ریمارک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکول دسویں جماعت تک ہوگیا اور ۱۹۲۰ء میں میٹرکولیشن کے امتحان کے لئے ۱۸ امیدوار بھیجے گئے جن میں سے ۱۷ پاس ہوئے یہی وہ زمانہ تھا جبکہ سیڈلر کمیشن کی رپورٹ شائع ہوئی تھی اور اسکی سفارشات کی بنا پر صوبہ متحدہ میں انٹرمیڈیٹ کالج قائم ہورہے تھے۔ "رادھاسوامی انسٹی ٹیوٹ" کی مجلس منتظمہ نے بھی اس اسکیم کے ماتحت اپنے ہاں فوراً دو جماعتیں بڑھ کر انٹر کالج قائم کردیا جس میں آرٹس اور سائنس دونوں شعبوں کی تعلیم کا نہایت معقول اور بہتر انتظام رکھا گیا۔ اس وقت انسٹی ٹیوٹ میں کوئی چھ سو سے زاید طالب علم ہیں جن میں سنو کے قریب طالبات ہیں۔ پانچویں جماعت تک لڑکے اور لڑکیوں کیلئے یکجا پڑھنے کا انتظام ہے لیکن اس کے بعد سے لڑکیوں کی تعلیم علیحدہ ہو جاتی ہے اور اب ان کے لئے بھی ایک کالج کھولنے کا خیال ہے۔ جس دن ہم لوگ "دیال باغ" دیکھنے گئے تھے اس روز حضور "سرکار صاحب" وزیر تعلیمات صوبہ متحدہ سے اسی مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ صغرسن بچوں کی تعلیم کا نہایت جدید اصولوں پر انتظام ہے۔

تعلیم کا تمام انتظام اقامتی طرز پر ہے یعنی طلبا وہیں رہتے بھی ہیں جن کے لئے تین بڑے بڑے دارالاقامے ہیں، ایک کالج کے طلبا کے لئے، دوسرا متوسط اسکول کے لڑکوں کے لئے اور تیسرا چھوٹے بچوں کے لئے۔ رہنے سہنے کا طریقہ بڑی حد تک سادہ اور نہایت صاف ستھرے انداز پر ہے۔ پہلے دو دارالاقاموں میں ہر کمرے میں تین تین یا زیادہ سے زیادہ چار لڑکوں کے رہنے کا قاعدہ ہے، سامان معیشت میں ہر لڑکے کے حصہ میں ایک چارپائی، ایک میز اور ایک کرسی سے زیادہ نہیں۔ کمرے نہایت کھلے ہوئے، روشن، صاف اور ستھرے ہوتے ہیں۔ بستر، میز، کرسی اور کتابیں نہایت سلیقہ اور قرینہ سے ہوتی ہیں۔ دارالاقاموں کے ہر ہر برآمدے کے سرے پر ایک فٹ رگ (جوتے صاف کرنے کا ٹاٹ) ہوتا ہے اور دونوں سروں پر کوڑا کرکٹ یا کاغذ وغیرہ ڈالنے کے لئے ٹین یا لوہے کے ڈبے رکھے ہوتے ہیں۔ ہم سے بیان کیا گیا کہ لڑکے کمرے خود اپنے ہاتھ سے صاف کرتے ہیں اور اس قسم کے کاموں کا عادی بنانے کے لئے خود گروجی وقتاً فوقتاً ترغیب دلاتے رہتے ہیں اس کے متعلق کالج کے پرنسپل صاحب نے جو ایک نہایت با اخلاق، شریف اور اس جماعت کے سرگرم اور مخلص کارکن ہیں دوران گفتگو میں ہمیں ایک واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے کہ جس دارالاقامہ کو آپ دیکھنے جائیں گے وہاں پہلے زمین نہایت ناصاف اور ناہموار تھی۔ ایک دن "سرکار صاحب" ادھر تشریف لے آئے اور یہ حالت دیکھ کر لڑکوں سے فرمایا کہ یہ تو نہایت بری بات ہے کہ جہاں انسان رہے، وہاں ایسی گندگی اور بدنمائی پائی جائے تم لوگ بہتر ہے کہ خود یہ تمام زمین برابر کرکے صاف کر ڈالو۔ میں فلاں دن آؤنگا اور دیکھوں گا کہ تم لوگوں میں کہاں تک ہمت اور حوصلہ ہے۔" غرض حسب وعدہ "سرکار صاحب" ایک دن تشریف لائے اور دارالاقامہ کے ارد گرد کی تمام زمین کو دیکھا کہ آئینہ وار چمک رہی ہے۔ یہ دیکھکر آپ بہت خوش ہوئے اور لڑکوں سے فرمایا کہ "اچھا بتاؤ اس کے صلہ میں تم کیا چاہتے ہو؟" ان خوش مذاق لڑکوں نے کہا "ایک فوارہ!" "سرکار صاحب" نے فرمایا کہ "بھئی کام تو تم نے زیادہ سے زیادہ دس بیس روپے کی مزدوری کا کیا ہے لیکن صلہ میں تین چار سو روپیے کی چیز مانگتے ہو۔ اچھا خیر، تمہاری خاطر سے یہ بھی منظور ہے" چنانچہ اس دارالاقامہ کے سامنے سنگ مرمر کا ایک نہایت عمدہ، بڑا فوارہ پڑا چھوٹ رہا ہے۔ آپ کو سنکر تعجب ہوگا کہ "انسٹی ٹیوٹ" کی یہ تمام عمارتیں، میدان اور مکانات سب ایک علم کے بڑے قدر دان صوبہ متحدہ کے سابق گورنر سر ہارکورٹ بٹلر کی قدر افزائی کا نتیجہ ہیں "ست سنگ" کے لوگوں نے جب اسکول وغیرہ کی عمارتیں بنانی چاہیں تو گرد و پیش کے زمینداران انھیں زمین نہیں دیتے تھے۔ بٹلر صاحب نے اپنے اثر سے ۱۶ ہزار قیمت کی زمین لیکر انھیں دی اور ۲۵ ہزار روپے اسکول و کالج کی دوسری ضرورتوں کیلئے عطا فرمایا۔

جیسا کہ پہلے کہیں ذکر ہو چکا ہے، ان کے اصول میں یہ بات ابتدا ہی سے رکھی گئی ہے کہ تمام ضروریات کی چیزیں خود ہی پیدا کی جائیں، نیز تعلیم پانے والے طلبا کے لئے عام تعلیم کے ساتھ ساتھ دستکاری اور حرفہ کی تعلیم کا بھی کوئی انتظام ہو، اس بنا پر یہاں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر صنعت و حرفت کا ایک کارخانہ بھی ہے جسکے ماتحت پارچہ بافی، چرم سازی، نجاری، لوہے اور دھات کا کام نیز ان پر قلعی کرنے کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ چرم سازی میں مختلف اقسام کے جوتے، سوٹ کیس اور دوسری چیزیں۔ نجاری میں لکڑی کی تمام اشیاء دھات کے کام میں چاقو اور چھریاں، جراحی کے آلات ڈیز جویز کے نمونہ کی لالٹینیں، فونٹین پن وغیرہ ہزاروں استعمال کی چیزیں بنتی ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں بغرض فروخت بھیجی جاتی ہیں۔ ہر سال تقریباً ۲½ لاکھ روپے کا سامان تیار ہوتا ہے جسکا بڑا حصہ سرکاری محکمہ خریداری (گورنمنٹ پرچیز ڈیپارٹمنٹ) میں لیا جاتا ہے۔ اس کے ماتحت ایک صنعتی اسکول بھی ہے جس میں میٹرکولیشن پاس شدہ لڑکے لئے جاتے ہیں اور جنھیں میکینکل الکٹریکل انجینئرنگ سکھائی جاتی ہے۔ اسکول کی کامیابی اور مزید تعلیم کی ضرورت دیکھکر منتظمین کا عنقریب ایک انجینئرنگ کالج کھولنے کا خیال ہے جسکو عمل میں آتے ہوئے کچھ دیر نہ لگے گی۔

ضروریات زندگی کے لئے دوسروں سے بے نیازی کا یہ حال ہے کہ برقی روشنی اور نل کے پانی کا انتظام بھی بالکل اپنا رکھا ہے۔ شہر سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے ان کا خود اپنا ٹیلیفون بھی ہے اور شہر والوں سے بات چیت کرنیکے لئے اس کا سلسلہ شہر کے سلسلہ سے جوڑ دیا ہے۔

ان کارخانجات کے علاوہ ایک ڈیری فارم بھی ہے جس میں سوا سو کے قریب نہایت اچھی قسم کے مویشی رہتے ہیں۔ جہاں گایوں کو چارہ دیا جاتا ہے، وہاں صفائی کا نہایت معقول انتظام رکھا جاتا ہے۔ دو رویہ ناند کی قطاریں ہیں

(مذہب)

اسلام

اصولی حیثیت سے

اسلام ہر زمانہ میں وہی تھا جو اب ہے۔ البتہ کلی حیثیت سے بعض بعض جزوی صورتیں ہر جگہ میں ظاہر شکل ذرا جداگانہ معلوم ہوتی ہے۔ مگر منشا ہر وقت ایک ہی رہا۔ اور اس اختلاف کی بعینہ وہی حیثیت ہے جو ایک ہی انسان میں عمر کی تدریجی ترقی سے پیدا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوجاتی ہے کہ اسلام واقعی ان اصول کا حامل ہے جن سے انسان کی ظاہری اور باطنی نشوونما صحیح طور پر ہوجاتی ہے۔ اس لئے کہ جب وہ روزمرہ کے واقعات سے اور یقینی دلائل سے اس بات کو سمجھ لیگا کہ ایک زبردست طاقت مجھ پر حکمرانی کرتی ہے جو آنکھوں سے تو ضرور پوشیدہ ہے مگر اس کی قوت کے مظاہر ضرور آنکھوں کے سامنے آتے ہیں، تو وہ اس یقین پر مجبور ہوتا ہے کہ وہ ہی ہماری اُمید کا مرکز ہے۔ اور یہیں سے روحانیت کی ابتدا ہوجاتی ہے۔

پھر اسی کے ساتھ وہ ان معمولات کو بھی اختیار کرلیتا ہے جو ایک ایسے شخص کی زبان سے سنتا ہے کہ جو اسی جیسا مگر اپنے برگزیدہ صفات کی وجہ سے تمام مخلوقات پر فضیلت رکھتا ہے۔

جب ہم ان باتوں کو صحیح طور پر سمجھ لینگے، اور مشاہدات اور دلائل کا جہاں تک تعلق ہے، انکی طرف سے بھی اطمینان حاصل ہوجائیگا تو ان چھ اصول کے تسلیم کرنے میں ہمیں کوئی عذر نہ ہوگا۔ ان ہی کو اصول اسلام کہا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) توحید۔ خدا کی وحدانیت کا اس طور پر اقرار کرنا کہ وہ تمام عیوب سے منزّہ و مبرّا ہے۔

(۲) فرشتوں کا اعتقاد کہ وہ ایک نورانی اور مکمل مخلوق ہیں جو خواہشات نفسانی سے بالاتر ہیں۔

(۳) قرآن کا اعتقاد کہ وہ ایک خدا کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ جو مختلف اوقات میں جبرئیل فرشتہ کے ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

(۴) خدا کے تمام انبیا پر اعتقاد کہ وہ خدا کی طرف سے دنیا میں ہدایت کے لئے آئے۔

(۵) حشر و نشر اور قیامت کا اعتقاد کہ تمام بنی نوع خدا کے سامنے پیش ہوگی اور اپنے اپنے اعمال کے مطابق جزا و سزا کی مستحق ہوگی۔

(۶) قضا و قدر کا اعتقاد کہ کاتب تقدیر نے دنیا کی پیدائش سے قبل ناقابل تنسیخ احکام انسان کے لئے مقدر کردئے ہیں، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان مجبور محض ہے۔

یہ وہ چھ اصول ہیں جنکا تعلق اعتقادات سے ہے۔ بغیر ان کے اسلام معتبر نہیں ہوسکتا۔

بقیہ صفحہ (۸)

اس پر لوگوں کو سخت حیرت رہی۔ اخیر میں آپ اُٹھے اور اپنا مُصلّا، تسبیح اور کاسۂ چوبیں جو مرشد کی طرف سے عطا ہوا تھا، وہ آپ نے شیخ نصیرالدین کو بخشا اور فرمایا کہ تم دہلی میں لوگوں کے رنج و تکلیف اٹھانے کے لئے رہو۔ یہ سب کچھ جب ہوچکا تو حالت متغیر ہونے لگی اور ابھی آفتاب گھنٹے سوا گھنٹے باقی تھا کہ یہ آفتاب دین و ہدایت غروب ہوگیا

انا للہ وانا الیہ راجعون

سائنس

ضوفشاں مکڑی کا انکشاف

(۳)

"میں نے ابھی نورافشاں مکڑی کے متعلق آپکا مضمون نہایت دلچسپی سے پڑھا اور معاً مجھے خیال آیا کہ غالباً وہ مکڑی جگنو کھائے ہوئے ہوگی۔ مجھے بھی ایک موقع پر یہ خیال ہوا تھا کہ میں نے ایک ضوفشاں مینڈک کا انکشاف کیا ہے لیکن قریب تر مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ وہ جانور جگنو نگلے ہوئے تھا جسکی وجہ سے اس کے پیٹ سے تیز روشنی نمودار ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ اس جانور کی نورافشانی کی مندرجہ ذیل دیگر امکانی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ مثلاً اس کو کسی ضوفشاں جرثومہ کا انجکشن دیا گیا ہو۔ یا فی الحقیقت اس کے اندر کسی منور عضو کا موجود ہو، لیکن یہ بہت برا ہوا کہ آپ نے اس جانور کو پکڑ نہ لیا۔"

مندرجہ بالا نظریہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر براؤن لکھتے ہیں کہ یہ توجیہ اس مکڑی پر مشکل سے منطبق ہو سکتی ہے۔ اس لئے کہ مکڑی ہمیشہ اپنے شکار کو چوستے ہوئے پکڑے رہتی ہے۔ یہی اعتراض اس نظریہ کے دوسرے حصہ پر بھی وارد ہوتا ہے جو کہ جراثیمی انجکشن کے متعلق پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ بریں یہ بات بھی ہے کہ میرا معائنہ اور مشاہدہ بالکل ارادی قسم کا تھا اور روشنی بالکل بیضوی یعنی اس جانور کے پیٹ کی ہی شکل تھی۔ اگر مکڑی منور شے کو نگلے ہوئے ہوتی تو روشنی اس کے تمام جسم سے منتشر ہوتی ہوئی دکھائی دیتی۔"

ایک عامی غیر ماہر فن آدمی بھی آسانی سے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ مسٹر ہارنم براؤن کے نتائج بالکل درست ہیں، مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ تشریحی اور حکمیاتی نتائج تک رسائی حاصل کرنیکی اہلیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اُس نے امریکہ اور یورپ کی جمادتی کانوں میں کئی سال گذارے ہیں اور اب وہ گرگردن (ایک قسم کے جنگلی جانور) کے شکاری کی حیثیت سے بڑی نام آوری حاصل کر چکا ہے۔ وہ ایک نہایت متین اور غیر نمائش پسند طبیعت کا انسان ہے اور اس کو اپنی ذات کی دیانت اور اپنے اکتشافات کی صداقت پر کامل اعتماد ہے۔ ضوفشاں مکڑی کے متعلق اُسکا یہ انکشاف اس نوع حیوانی کے اولین نمونہ کی حیثیت سے دفتر تحقیق کے صفحات پر ہمیشہ یادر رہیگا۔ بہت ممکن ہے کہ قسمت کا کوئی دوسرا منظور نظر مکتشف اپنی خوش بختی کی یاوری سے اس جانور پر گرفت حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے جو کہ بیاباں کی شب تاریک میں اس طرح ایک "قندیل رہبانی" جلایا کرتا ہے۔

(تاریخ)

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاؒ

(۲)

کچھ دنوں کے بعد فاتحہ کی تقریب سے تمام مشائخ اور بزرگان مزار پر جمع تھے اور بادشاہ بھی ایک طرف قرآن کی تلاوت کر رہا تھا حضرت نظام الدینؒ کا اس طرف سے گذر ہوا تو بعض مصاحبین نے یاد دلایا کہ بادشاہ اس وقت موقع سے تشریف فرما ہیں۔ مناسب ہو تو ملاقات فرمالیں۔ شیخ نے یہ کہکر ٹالدیا کہ اس وقت وہ قرآن پڑھنے میں مصروف ہے تلاوت میں خلل ہوگا" مگر بادشاہ کن انکھیوں سے یہ ماجرا دیکھ رہا تھا اور غصہ و تکلیف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔

بالآخر اس سے نہیں رہا گیا اور اس نے تمام مشائخ و بزرگان کو جمع کیا اور انکے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا کہ نظام الدین اولیا مجھ سے ملنے کے لئے کبھی نہیں آتے ہیں جس سے میرے اقتدار شاہی کو سخت ٹھیس پہنچ رہی ہے' اگر ہر روز نہیں تو ہفتہ وار اور یہ بھی نہ سہی تو ہر چاندرات کو مل جایا کریں۔ لوگوں نے بادشاہ کے اس قدر مصر ہونے پر شیخ کو سمجھایا اور دوبارہ درخواست کی حضرت تھوڑی دیر تک خاموش رہے اور فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ! دیکھو کیا ہوتا ہے۔ لوگوں نے لفظ انشاءاللہ سے یہ سمجھا کہ حضرت راضی ہوگئے اور جاکر بادشاہ کے حضور میں یہ خوشخبری سُنائی دی۔

لیکن ابھی چاند کی ستائیسویں تاریخ تھی کہ شیخ کے دو بڑے مقرب مرید خدمت میں حاضر ہوئے اور اس خبر پر تعجب کا اظہار کیا۔ شیخ نے جواب دیا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ وہ بہت متردد تھے کہ الٰہی کیا قیامت ہونیوالی ہے شیخ نے ان کی یہ پریشانی دیکھ کر فرمایا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ بادشاہ کو مجھ پر کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اسی شب میں آپ نے یہ خواب دیکھا کہ میں کوٹھے پر قبلہ رو بیٹھا ہوں کہ ایک تیز سینگوں والی گائے سامنے سے آئی جونہی اس نے مجھ پر حملہ کرنیکا ارادہ کیا، میں نے اس کے سینگ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر زمین پر پٹک دیا اور وہ گرتے ہی ہلاک ہوگئی"۔ اس خواب کو سُنکر مقربین کے دلوں کو ذرا تقویت ہوئی چنانچہ جب چاند کی اُنتیسویں تاریخ آئی تو خادم نے بعد نماز ظہر یاد دلایا کہ آج چاندرات ہے۔ حکم ہوا خاموش رہو۔ بعد عصر اس نے پھر اشارۃً کہا۔ اس وقت بھی خاموشی کا حکم ہوا۔ اس نے سمجھ لیا کہ حضرت غالباً تشریف نہ لے جائیں گے۔ اسی شب میں یہ واقعہ پیش آیا پہر رات بھی مشکل سے گزرنے پائی ہے کہ خسرو خاں نامی جو خاندان شاہی کا پروردہ اور بادشاہ کا منظور نظر تھا، بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہے اور اسی کے ساتھ قاضی کو بھی اور خود تخت شاہی پر متمکن ہو جاتا ہے۔ کارکنان قضا یہ تماشہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں!

اسی طرح ایک اور واقعہ پیش آیا۔ غیاث الدین تغلق ایک بار بنگال کی مہم پر گیا تھا جب واپس ہونے لگا تو اثنائے راہ میں اُسے یہ خبر ملی۔ کہ اس کا بیٹا محمد تغلق اپنے مرشد شیخ نظام الدین اولیا کا اشارہ پاکر تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے غیاث الدین تغلق نے جب یہ سُنا تو شیخ کے پاس یہ پیغام کہلا بھیجا کہ آپ غیاث پور کا قیام فوراً چھوڑ دیں، اس سے سلطنت کے نظم و نسق میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ شیخ نے جب یہ خط پڑھا تو فرمایا "ہنوز دلّی دور است"۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ غیاث الدین تغلق جب لوٹا تو سب سے پہلے تغلق آباد ہی میں اُترا اور وہیں اسکے استقبال وغیرہ کی تیاری میں ایک خیمہ نصب کیا گیا سو اتفاق سے وہ خیمہ گر پڑا اور وہ اسی میں مر گیا اور شیخ سے انتقام نہ لے سکا اسی وقت سے یہ فقرہ بطور ضرب المثل کے استعمال ہونے لگا ہے۔

شیخ کی عمر نوے سال کی ہو چکی تھی اور اکیانوے سال میں آپ نے انتقال کیا جب آپ مرض الموت میں مبتلا تھے اور جینے کی کوئی اُمید نہ تھی تو ایکدن آپ نے اپنے خادم خواجہ اقبال سے فرمایا کہ جتنا مال و اسباب گھر میں ہو، وہ سب غریبوں اور مسکینوں کو تقسیم کردو خواجہ نے کہا گھر میں رکھا ہی کیا ہے۔ نذر و ہدایا میں جو کچھ آتا ہے، وہ روز کا روز تقسیم ہو جاتا ہے البتہ لنگر خانہ کے سلسلے میں چند ہزار من غلہ باقی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ اسے نکلوا کر سب غریبوں میں تقسیم کردو۔ اس کے بعد آپ نے کپڑوں کی گٹھری منگوائی اور اس میں سے دستار و خلعت مریدوں کو عطا کی اور انھیں مختلف اطراف میں چلے جانے اور مقیم ہونے کا حکم دیا۔ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی آپ کے ایک خاص مرید تھے، آپ نے انکو کچھ نہیں عطا فرمایا

(باقی آئندہ)

طبیعی جغرافیہ

۲

شبنم ۔ کہر ۔ اولے اور پالے بھی اسی طرح بنتے ہیں۔ آئیے ہم آپ کو یہ بتائیں کہ شبنم کس طرح بنتی ہے۔ شبنم اسی وقت بنیگی جب کہ مطلع بالکل صاف ہو۔ یہ گھاس کی نچلی سطح پر بنتی ہے چنانچہ گھاس جو تمام دن کی گرمی جذب کرلیتی ہے رات میں اس کا اخراج ہوتا ہے۔ اور جب صبح کی سرد ہوا اس گرم ہوا سے ٹکراتی ہے تو یہ فوراً قطروں کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور گھاس کی نچلی سطح پر پانی کے قطرے جمع ہوجاتے ہیں۔ ہم تجربہ کی مدد سے یہ بھی معلوم کرسکتے ہیں کہ کس جگہ کا نقطہ شبنم کیا ہے۔ چنانچہ اس کی دریافت کیلئے زینالڈ نامی عالم طبیعات نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جسکو شبنم کا آلہ کہتے ہیں۔ کہر اور اولے وغیرہ بھی اسی طرح بنتے ہیں۔

اب آیئے ہم کچھ زمین کے اندرونی کارکن سے بھی تھوڑی بحث کریں۔
زمین کے اندرونی کارکن، گرم پانی کے چشمے۔ زلزلہ۔ آتش فشاں پہاڑ وغیرہ ہیں۔

زمین پہلے بالکل آگ کی مانند تھی، پھر رفتہ رفتہ ٹھنڈی ہوئی گئی۔ اس لئے آتشی اثرات اب تک باقی ہیں جن سے لاوا اور آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ آتش فشاں پہاڑ اس کا بدیہی نتیجہ ہے۔ جب کسی گرم چیز سے سرد چیز آکر ملتی ہے تو وہ فوراً پھٹ جاتی ہے۔ مثلاً شیشے کے گلاس کو خوب گرم کرو اور اس پر پانی کا ایک قطرہ ڈالو تو وہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے۔ شیشے کا ٹوٹنا اس کے پھیلاؤ اور سکڑاؤ کا نتیجہ ہے۔ بعینہ یہی حال زمین کا ہے۔ جب پانی زمین کے اندر جاتا ہے اور کسی گرم چیز سے ٹکراتا ہے تو اندر کی گرم گرم چٹانیں ٹوٹ جاتی ہیں جو زلزلے کی شکل میں ہم کو نظر آتی ہے۔ اور بعض وقت اندر پانی جا کر گرم ہو جاتا ہے اور جونہی باہر نکلنے کا موقع ملتا ہے تو گرم پانی کی شکل میں نکلتا ہے۔ بیچارے جاپانیوں کو ہر وقت ان حادثات سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ وہاں آتش فشاں پہاڑوں کا سلسلہ ہے۔ اسی لئے وہ لکڑی کے مکان بنا کر رہتے ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ کس وقت آفت آجائے۔

خام پیداوار پر آب و ہوا کا بہت اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ جن ملکوں کی آب و ہوا گرم ہے وہاں گرمی میں پیدا ہونے والے درخت اور غلہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ بنگالہ میں چاول اور پنجاب میں کثرت سے گیہوں پیدا ہوتا ہے۔ دکن میں روئی کی کثرت ہے۔

زمین میں بہت سے کیمیائی مرکبات ہیں اور ہر وقت ان میں کیمیائی عمل ہوتا رہتا ہے۔ چنانچہ زمین میں مختلف قسم کی کانیں پائی جاتی ہیں۔

اب ہم کو دو اہم چیزیں دستیاب ہوگئی ہیں (۱) غلہ اور (۲) کانیں تمام تجارت کا دار و مدار انہیں دو اشیاء پر ہے۔

جن ملکوں میں معدنیات کی کثرت ہے وہاں صنعت و حرفت ترقی پر ہے۔ چنانچہ یورپ ایک صنعتی براعظم ہے۔ جہاں دن رات ہزاروں قسم کی چیزیں بنتی رہتی ہیں اور ادھر ادھر بھیجی جاتی ہیں۔ جہاں غلہ زیادہ ہوتا ہے وہاں سے ان ملکوں کو بھیجا جاتا ہے جہاں کمی ہو۔ مثلاً ہندوستان سے ہزاروں من غلہ ہر سال یورپ کو جاتا ہے۔ اور اس کے بدلے ہم کو موٹریں سیکل ریل گاڑی کے سامان۔ انجن اور بہت سی چیزیں ملتی رہتی ہیں۔ اپنی ضروریات کے لئے دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ اگر ہندوستان پر یہ الزام عائد کیا جائے کہ یہ صنعتی ملک کیوں نہیں ہوتا تو یہ بیچارا فطرت سے مجبور تھے۔ یہاں بجائے صنعتی کالج اور اسکول کھولنے کے اگر زراعتی کالج کھولے جائیں تو اس کی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوسکتی ہے۔ صرف امریکہ ہی ایک ایسا ملک ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہاں غلہ بھی اسی کثرت سے پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ہر قسم کی کانیں ملتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ بالکل الگ تھلگ ہے اور یہاں دولت بھی اس قدر پیدا ہورہی ہے جس کا اندازہ محال ہے۔

تجارت کیلئے ذرائع آمد و رفت کا بہت بڑا سوال رہ جاتا ہے جس زمانہ میں فن جہازرانی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس وقت سوداگر صرف خشکی کے راستوں سے مال ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتے تھے جس میں ان کو بہت سی دقتیں پیش آتی تھیں۔ ان کو ہر وقت قزاقوں اور راہزنوں کا کھٹکا رہتا تھا اور یہ تمام بوجھ بیچارے جانوروں کی پیٹھ پر لاد کر لے جایا جاتا تھا۔

نظم

اے آسماں کے تارو!

اے آسماں کے تارو — کیوں جھلملا رہے ہو
فطرت کی تجلیوں سے — ہر دم چمک رہے ہو
کیا سرد ملک میں تم — رہتے ہو اے ستارو
کیوں تھرتھرا رہے ہو — کیا بات ہو گئی ہے
یہ چاند چودھویں کا — اک گیند نور کا ہے
دیکھو یہ چاند اکدم — روشن جو ہو گیا ہے
جب تک رہیگا جتنا — سورج مقابل اسکے
جب چاند اور سورج — کے بیچ میں زمیں ہو
ہے چاند پر زمیں کا — جسوقت سایہ پڑتا
ہیں داغ چاند میں جو — ہم کو دکھائی دیتے
سورج کے پاک جلوے — ان میں نہیں پہنچتے
چاند اور زمیں کا رستہ
چالیس ہزار دو لاکھ

تم نور کی فضا میں — کیا گل کھلا رہے ہو
یا اتنا جاگنے سے — آنکھیں جھپک رہی ہو
کیوں کپکپا رہے ہو — اس کا سبب بتاؤ
سردی میں تم کو شاید — اب رات ہو گئی ہے
یا کوہِ نور ہیرا — یہ ملک طور کا ہے
در اصل اس کے اندر — سورج چمک رہا ہے
نکلے گا رات میں چاند — اتنا ہی روشنی سے
سورج سے نور کیسے — لے چاند یہ سمجھ لو
اسکو گہن ہیں کہتے — یہ ہے سبب گہن کا
بے نور درحقیقت — یہ ہیں پہاڑ اُس کے
ویران ہیں پڑے اب — آباد یہ کبھی تھے
یہ کتنے میل کا ہے؟
اے دور فاصلہ ہے

قصے کہانیاں

ہوائی جہاز

ایک دن ممّا مقصود (ماموں) اپنے بھانجوں کو جنکا نام جمیل و جلیل تھا فضائی اسٹیشن پر لے گئے۔ ان دونوں کو عرصے سے اس بات کی تمنا تھی کہ اپنے ممّا کے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر سفر کریں۔ لہذا دونوں ان کے سر ہوگئے۔ اور ان کے طفلانہ اصرار پر ممّا راضی ہوگئے مگر اس شرط پر کہ وہ سوالوں کی بھرمار سے ممّا کا دماغ نہ چاٹیں۔ ان دونوں نے اس کا پختہ وعدہ کیا مگر جمیل نے کہا کہ میں ایک دو سوال تو ضرور کرونگا۔ ممّا نے جواب دیا کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ موٹر پر بیٹھ کر فضائی اسٹیشن پر پہنچے۔ یہ اسٹیشن ایک وسیع سبزہ زار میں واقع تھا۔ اس کے چاروں طرف سائبان پڑے تھے۔ وہ ایک چھوٹے سے مکان کی طرف چلے جو لوہے کے کھمبوں پر بنا ہوا تھا۔ ممّا نے بتایا کہ یہ لاسلکی کا مینارہ ہے جہاں میلوں دور طیاروں کے پیغامات سُنے جاتے ہیں۔

اس مینارہ کے چاروں طرف ایک برآمدہ تھا۔ بہت سے لوگ اس میں کھڑے ہوئے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس میں سے ایک ممّا کا شناسا بھی تھا۔ اُس نے دریافت کیا کہ شاید تم اپنے بھانجوں کو فضائی سفر کے واسطے لے جاؤگے؟ ممّا نے کہا کہ نہیں آج تو نہ جائیں گے، گو انکی ضد یہی ہے کہ آج ہی سفر کریں۔ جمیل و جلیل موٹر پر سے اترے اور چاروں طرف دیکھنے لگے۔ جوں جوں ہوائی جہاز نیچے آتا گیا، انکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہوائی جہاز زمین سے ٹکرا جائیگا لیکن نہیں۔ ہوائی جہاز کے پہیئے تھوڑی دور تک گھاس کو چھوتے رہتے ہیں۔ اس کے بعد زمین سے لگ جاتے ہیں۔ ہوائی جہاز زمین پہ دوڑنے لگتا ہے پھر رُک جاتا ہے۔

ایک طرف کا دروازہ کھُلا اور بہت سے مُسافر باہر نکلے۔ یہ مسافر لندن سے آئے تھے۔ وہ ریل سے نہیں آئے۔ کیونکہ ہوائی جہاز ریل سے زیادہ تیز چلتا ہے۔ اسٹیشن پر کئی ہوائی جہاز موجود تھے اُن میں سے ایک روانہ ہو رہا تھا۔ وہ بہت چھوٹا سا جہاز تھا۔ اُس کا رنگ گہرا سُرخ اُس کے پنکھ بہت چھوٹے مگر اُسکا انجن بہت تیز رفتار تھا۔ اس کی رفتار فی گھنٹہ ۲۰۰ میل تھی یہ سُرخ جہاز جسکا نام "اسکاؤٹ" تھا شور مچاتا ہوا ہوا میں اُڑا اور بہت جلد نظروں سے اُوجھل ہوگیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک دوسرا طیارہ نیچے آتا نظر پڑا وہ ان دونوں سے مختلف وضع کا تھا۔ اس ہوائی جہاز کے جو لندن سے آیا تھا اور دوسرے ہوائی جہاز "اسکاؤٹ" کے دو پنکھ تھے جو اوپر نیچے لگے ہوئے تھے۔ اس طیارہ میں ایک پنکھ تھا جو طیارے کے ایک جانب سے دوسری جانب تک پھیلا ہوا تھا بالکل اسی طرح جس طرح ایک بڑے پرند کے بازو پھیلے ہوتے ہیں۔

ممّا نے کہا کہ دیکھو یہ ایک پنکھ والا طیارہ ہے لندن والا دو پنکھ کا تھا۔ دو پنکھ والے طیارے آج کل بہت استعمال کئے جاتے ہیں۔ وہ ہوا میں زیادہ محفوظ اور مضبوط ثابت ہوتے ہیں۔ جمیل نے کہا کہ کبھی نہ کبھی تو ضرور ہم تعطیلوں میں ہوائی جہاز میں بیٹھ کر مکان جایا کریں گے۔ بجائے اس کے کہ ایک گاڑی ہمارے مکان پر آکر کھڑی ہو اور ہم اس میں بیٹھیں اور اس طرح ریلوے اسٹیشن جائیں ہمارے واسطے ایک ہوائی جہاز آیا کریگا۔ اس میں بیٹھیں گے گلیوں مکانوں کی چھتوں پر سے گذرتے ہوئے اپنے مکان پہنچ جائیں گے ہر جنکشن پر ریل بدلنے کی قباحت سے تو بچیں گے۔

ممّا ہنسنے لگے اور فرمایا ہاں کبھی نہ کبھی طیاروں سے اس قسم کا کام ضرور لیا جائیگا۔ مگر ہوائی جہاز دروازہ تک نہیں آسکتا اگر ہوائی جہاز گلیوں میں اُڑنے لگیں تو حادثے بہت ہوں تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ طیارے کے اُترنے اور اُڑنے کے واسطے ایک وسیع میدان کی ضرورت ہے اس واسطے تم کو تھوڑی دور تو ضرور فضائی اسٹیشن تک آنا پڑے گا تاکہ ہوائی جہاز میں بیٹھ سکو۔ جیسے کہ تم ریلوے اسٹیشن پر ریل گاڑی میں بیٹھنے کے واسطے ضرور مکان سے جاتے ہو۔ ہاں ہوائی جہاز اتنا تیز جاتا ہے۔ کہ آنکھ جھپکنے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاؤگے۔

مسافر ہوائی جہاز سے سفر تھوڑی کرتے ہیں نہیں بلکہ طیارے خطوط اور پارسل وغیرہ بھی لے جاتے ہیں خطوط یا تھیلے ایک پنسیے میں باندھ کر نیچے پھینک دئے جاتے ہیں یہ پلند اچھتری کی مانند ہوتا ہے طیارے کو نیچے آنے کی ضرورت نہیں پڑتی جمیل نے دیا

آپ ہوائی جہاز میں بیٹھنے کے واسطے اس اسٹیشن پر آتے ہیں۔ ممّا نے جواب دیا۔ نہیں جس طیارے کو میں چلاتا ہوں وہ بڑی طیارہ ہے وہ صرف پانی پر اترتا ہے۔ پہیوں کے بجائے نیچے مثل کشتی کے ایک تختہ لگا ہوتا ہے سچ پوچھو تو یہ اُڑنے والی کشتی ہے جبکہ ممّا اور اُنکے بھانجے مکان واپس جا رہے تھے تو جمیل نے کہا کہ ہم بھی جہازراں نہیں سکے ممّا نے کہا کہ انشاء اللہ مگر جہازراں بننے کے واسطے جہازرانی کی تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے۔ محض کہنے سے نہیں بنجاتے۔ فضائی اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے اس کے بارے میں سبق پڑھنا ہوتا ہے انجن ....

..... کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوتی ہے اور یہ کہ جہاز کو کسطرح زمین پر چلائیں۔ کس طرح اُڑائیں کسطرح آتاریں اور کس طرح قابو میں رکھیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ دماغ کو صحیح اور ٹھنڈا رکھیں خطرہ کے وقت گھبرا نہ جائیں۔ اور غلطی نہ کردیں۔

ہوائی جہاز جنگلوں اور دنیا کے غیر معروف حصوں میں سفر کرنے کے واسطے بہت مفید ہے جہاں مسافروں کو پیادہ پا کانٹے اور درختوں سے ہوکر گذرنا پڑتا ہے پانی اور کھانے کی قلت سے تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہیں جنگلی اور خوں خوار جانوروں کی وجہ سے جان خطرے میں رہتی ہے وہاں ہوائی جہاز بآسانی دریاؤں اور پہاڑوں کو عبور کرتا ہوا گذر جاتا ہے اور مسافروں کو کچھ گزند نہیں پہنچتا جہاز والوں کے پاس ایک کیمرہ بھی ہوتا ہے جس سے وہ اکثر اوپر سے نیچے کی تصویریں لیا کرتے ہیں۔

طیارے میں آلہ لاسلکی ضرور لگا ہوتا ہے تاکہ ہواباز زمین کے لوگوں سے بلا نیچے اُترے ہوئے گفتگو کرسکیں اس کے بہت سے فائدے ہیں مثال کے طور پر فرض کرو کہ اگر ایک جہازراں کُہر میں اپنا راستہ بھول جائے تو وہ ایک لاسلکی کے پیام کے ذریعے دریافت کرسکتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ ہوائی اسٹیشن پر کوئی لاسلکی کا ہا ہوا اس پیغام کو سُن لیتا ہے۔ اور اسکا جواب بذریعہ برقی لہر بھیجدیتا ہے کہ تم شمال، جنوب، مشرق مغرب۔ فلاں فلاں مقام پر ہو۔ اس جواب کی مدد سے جہازراں صحیح راستہ دریافت کرسکتا ہے کیونکہ جب وہ صحیح طور پر معلوم کرلیتا ہے۔ کہ وہ کس جگہ ہے وہ یہ بھی معلوم کرلیتا ہے کہ کس جانب اسکو اپنا جہاز منزل مقصود پر اُترنے کے واسطے اُڑانا چاہیئے۔

ڈرپوک شہزادہ

بہت زمانہ گذرا کہ ملکِ فارس میں ایک بادشاہ رہتا تھا۔ نہایت ہی عادل اور نیک۔ اُس کے زمانے میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ بادشاہ کے تھا ایک لڑکا۔ نہایت ہی بزدل کمینہ۔ اس لڑکے کا نام رحیم تھا۔ انسان جیسا ہوتا ہے ویسی اسکو صحبت بھی مل جاتی ہے۔ میاں رحیم کے دوست شہر کے بدمعاش اور آوارہ لوگ تھے۔ غرض ہوتے ہوتے رحیم کے والد کا بھی آخری وقت آپہنچا۔ اور وہ بیچارے اس دنیا سے چل بسے۔ اب کیا تھا رحیم پہلے سے بھی زیادہ عیش و آرام کرنے لگا۔ تمام بدمعاش دن بھر محل میں جمع رہتے۔ ایکدن رحیم کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس نے وزیر کو یہ کہتے سُنا "کل آپ کو شیر سے لڑنا ہوگا" رحیم نے غصہ ہوکر پوچھا "کیوں" وزیر نے جواب دیا "اس ملک کا یہی دستور ہے جب کوئی نیا ولیعہد بنایا جاتا ہے تو سب سے پہلے اُسے شیر سے لڑنا ہوتا ہے"۔

میاں رحیم اس وقت تو خاموش ہو رہے۔ لیکن شیر کا نام یاد کر کے اُنکے رونگٹے کھڑے ہوجاتے تھے۔ انھوں نے رات میں بھاگنے کا پکا ارادہ کرلیا۔ انکے دوست اُنکے کچھ کام نہ آئے۔ رات کے دو بجے کے قریب میاں رحیم گھوڑا لیکر بھاگ کھڑے ہوئے۔ دو تین دن تک برابر چلتے رہے۔ آخرکار جب بھوک کی بہت ہی شدت ہوئی اور گھوڑے سے بھی نہ چلا گیا تو میاں رحیم ایک جنگل میں اُتر گئے۔

بہت دور پر ایک چرواہا دکھائی دیا گھوڑے کو درخت سے باندھ رحیم اسکے پاس پہنچے۔ چرواہا بیٹھا ہوا اپنی بانسری بجا رہا تھا۔ اس نے رحیم کا پُرجوش استقبال کیا۔ رحیم نے پہلا سوال کھانے ہی کا کیا۔ اس بیچارے نے سوکھی روٹی جو گھر سے کھانے کو لایا تھا دیدی۔ رحیم کھانا کھا کر گھوڑے کے پاس گئے۔ اُسے پانی پلایا اور پھر اپنے ساتھ چرواہے کے پاس لے آئے چرواہے نے کہا کہ آپ میرے مالک کے یہاں چلیئے۔ وہ آپکی قدر کریں گے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ رحیم چلنے کو راضی ہوگئے۔ شام کے وقت جب رحیم چرواہے کے ساتھ جارہے تھے تو ایک بھیانک آواز سُنائی دی۔ رحیم چرواہے سے بولے "یہ کس کی آواز ہے؟" چرواہا "یہاں سے تین چار کے فاصلہ پر شیر رہا کرتے ہیں۔ ڈرنے کی کیا بات

سے یہاں نہیں آئیں گے۔ بھلا رحیم کو کہاں تاب تھی۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئے چرواہا بیچارا چلّاتا ہی رہا بھلا یہ کس کی سنتے تھے۔

دوسرے دن رحیم عربی خیمہ میں جا پہنچے۔ یہ لوگ شکار کرنے کے لئے یہاں پڑے ہوئے تھے۔ رحیم کی بہت خاطر مدارات کی۔ چار پانچ دن کے بعد یہ عربی لوگ رحیم سے بولے "کل ہم لوگ علی الصباح شیر کے شکار کیلئے یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔ آپ بھی تیار ہو جایئے۔" شیر کا نام سنتے ہی رحیم اپنا گھوڑا لے یہ جا، وہ جا۔

چلتے چلتے رحیم تیسرے دن ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ شہر میں ایک بہت بڑا عالیشان محل تھا۔ اس میں ایک امیر سوداگر رہتا تھا۔ رحیم بھی اسی محل میں گھس گئے امیر بہت اچھی طرح سے پیش آیا۔ اس کے ایک لڑکی تھی جس کے بال سنہرے تھے۔ رحیم اسکو دیکھ کر عاشق ہو گئے۔ غرضکہ رحیم نے اپنا سارا قصہ امیر کو سنایا شام کا کھانا کھانے کے بعد امیر رحیم کو اپنے کمرہ میں لے گیا۔ رحیم کو نہایت ہی تعجب ہوا جب امیر نے یہ کہا "ڈریئے نا۔ یہ شیر پالتو ہے۔ سیڑھیوں ہی پر لیٹا رہیگا۔" رحیم فوراً نیچے اتر آیا اور رات بھر سوچتا رہا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ جہاں میں جاتا ہوں بس شیر ہی کا سامنا ہوتا ہے۔

صبح کو امیر نے رحیم کو سمجھایا کہ اس کو اپنے شہر کو لوٹ جانا چاہیئے۔ اور شیر سے ضرور لڑنا چاہیئے۔ وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔ الغرض رحیم اپنے دل میں پکا ارادہ کرکے چلدیا۔ راستے میں اُسے وہی خیمے والے اور چرواہا ملے رحیم نے سارا ماجرا اُن سے کہا۔ انھوں نے کہا "جاؤ خدا تمہیں کامیاب کرے۔"

رحیم اپنے شہر میں آ پہنچا۔ اُس نے اپنے ارادے سے وزیر کو مطلع کیا۔ وزیر بہت خوش ہوا۔ دوسرے دن صبح رحیم کو معہ ایک شیر کے جوکہ ایک پنجرے میں بند تھا، اکھاڑہ میں چھوڑ دیا۔ رحیم ڈھال لیکر نہایت بہادری سے کھڑا ہو گیا۔ شیر پالتو تھا۔ رحیم کے پیچھے کتے کی طرح چلنے لگا۔ فوراً وزیر نے چلاکر کہا "تم کامیاب ہو گئے۔" رحیم کی دوسرے دن تاجپوشی ہوئی۔ جبوقت رحیم [illegible] پر جلوہ افروز ہوئے۔ دو اجنبی آئے۔ ایک امیر تھا اور دوسرا چرواہا۔ [illegible] کے ساتھ اسکی سنہرے بالوں والی لڑکی بھی موجود تھی۔ لڑکی کی شادی رحیم کے ساتھ ہو گئی۔ امیر کی رحیم نے بڑی قدر کی۔ چرواہے کو بھی ایک مستقل جگہ دیدی۔ سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔ دوسرے دن رحیم نے اپنے تمام برتنوں پر۔ دیواروں پر۔ کتابوں پر۔ غرض ہر چیز پر یہ عبارت لکھوادی "

بقیہ صفحہ (۵)

اس بیچ میں سے ریل کی پٹری گزرتی ہے۔ ایک چھوٹی سی گاڑی چارے لدی ہوئی آتی ہے اور ایک آدمی دونوں طرف ناندوں میں چارہ ڈالتا چلا جاتا ہے۔ ہر ناند پر اس مویشی کا نام، اس کی نسل اور آمد کی تاریخ لکھی رہتی ہے۔ ناند کے سامنے نمک کا ایک ڈلہ تار سے لٹکا رہتا ہے جسے گائے چارہ کھانے کے بعد چاٹ لیتی ہے گوبر اور پیشاب کی صفائی کا پپ کے ذریعے نہایت بہتر انتظام ہے۔ مویشیوں میں ایک آسٹریلین نسل کا سانڈ بھی ہے جسکے کوئی کوہان نہیں تھا۔ اس قسم کے بیل پہلے ہندوستان میں بھی پائے جاتے تھے جسکا پتہ سندھ کے تازہ تاریخی انکشافات میں اکثر مہروں اور تعویذوں سے ملتا ہے۔ مویشیوں کے علاج کے لئے ایک شفاخانہ بھی ہے جس میں ایک نہایت تجربہ کار ڈاکٹر رہتا ہے۔ خود سرکار صاحب کے صاحبزادے کچھ عرصہ ہوا یورپ طب حیواناتی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں، واپس آکر اسی شفاخانہ میں کام کریں گے۔ "کریم" (بالائی) اور مکھن بنانیکا ایک چھوٹا سا کارخانہ بھی ہے جس میں جدید سائنٹفک اصولوں پر یہ چیزیں تیار کی جاتی ہیں، اور جس کی صفائی ستھرائی کے خیال رکھنے کا یہ حال ہے کہ جالیوں کے ذریعہ مکھیوں کے روکنے کے ساتھ ساتھ بجز اندر کے کام کرنیوالوں کے باہر سے اور کسی کے جانے کی بھی اجازت نہیں ہے۔

ایک ایگریکلچرل فارم بھی ہے جس میں کافی وسیع پیمانہ پر غلوں کی کاشت کے علاوہ مختلف قسم کی ترکاریاں بھی بوئی جاتی ہیں، اسکے لئے بڑی دقت انہیں سب سے پہلے آبپاشی کی ہوئی تھی لیکن اب انھوں نے اس تمام احاطہ میں اپنی خاص نہر کے ذریعہ سے آب رسانی کا انتظام کر لیا ہے۔ کچھ فاصلہ سے جمنا نہر گذرتی ہے، اسے کاٹ کر یہ اپنی نہر لائے ہیں اور اس کے ذریعہ وہ تمام آبپاشی کے کام لیتے ہیں۔ پانی کا ذخیرہ جمع رکھنے کے لئے ایک تالاب بھی ہے جو ۷۰ فٹ طویل، ۵۰ فٹ عریض اور ۵½ فیٹ عمیق ہے اور جس سے نہانے اور تیرنے سکھانے کا کام بھی لیتے ہیں۔

غرض جہاں تک ضروریات زندگی میں آرام و آسائش کا تعلق ہے، "دیال باغ" اس خطہ ہندوستان پر ایک 'باغ عدن' ہے۔ اپنے قوت بازو پر اعتماد رکھنا اور آپ اپنے پاؤں کے سہارے کھڑے ہونے میں انسانوں کی یہ بستی آپ اپنی مثال ہے۔ انگریزی میں ایک مثل ہے' خدا اُنہی کی مدد کرتا ہے جو اپنی آپ مدد کرتے ہیں اس اصول کا یہ قطعہ ارضی ایک زندہ مثال ہے جوش عمل، خلوص نیت، پختگی ارادہ، میں اسکی نظیر کسی اور

"کبھی کسی مشکل سے نہ ڈرو"۔ امید ہے کہ تمام پیام تعلیم بھائی اور بہنیں اس نصیحت سے فائدہ اٹھائیں گے۔

کوائف جامعہ

دسہرہ کی تعطیلات جامعہ کے مختلف دارالاقاموں کے طلبا نے مختلف طریقوں سے گزاریں۔"گلشن منزل" (کالج کے طلبا کا دار الاقامہ) کے طلبا نے نظام الدین اولیا میں جاکر دو دن تک قیام کیا اور اس عرصہ میں علاوہ سیر و تفریح کے گرد و نواح کے تاریخی آثار کی تحقیقات کرتے رہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب نے ازراہ عنایت ان کے رہنے سہنے کا معقول انتظام فرما دیا تھا۔

"بشیر منزل" (اسکول کے بڑے طلبا کا دارالاقامہ) کے طلبا مع چند باہر کے لوگوں کے آگرے گئے تھے جہاں وہ "شعیب محمدیہ ہائی اسکول" میں ٹھہرے تھے۔ آگرہ کے تین دن کے قیام میں انھوں نے تاج محل، اعتماد الدولہ، قلعہ، سکندرہ، اور فتحپور سیکری کی پوری سیر کرنے کے علاوہ "دیال باغ" کو بھی دیکھا۔ اس کے علاوہ وہ ایک دن شعیبیہ ہائی اسکول کی ٹیم سے ہاکی میچ بھی کھیلے جس میں وہ ایک گول سے جیتے۔ آگرے کے اس پورے قیام کے دوران میں اسکول کے منیجر صاحب جناب سعید احمد صاحب مارہروی و جناب ہیڈ ماسٹر صاحب اور فارسی کے مولوی صاحب جو مخصوص طور پر میزبانی کیلئے مقرر کئے گئے تھے، تمام حضرات نہایت شفقت و مہربانی فرماتے رہے۔ منیجر صاحب موصوف نے ایکدن ہم سب لوگوں کی ایک نہایت پُر تکلف دعوت بھی کی۔ اور سکندرہ اور دیال باغ دیکھنے کے لئے اپنے اسکول کی لاری بھی عنایت کی۔ ہم اراکین اسکول کی اس شفقت و عنایت کے تہ دل سے شکر گذار ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ دہلی کی سیر کرنے کے لئے اسکول سے اگر کوئی جماعت آئے تو جامعہ کے دارالاقامہ کو اپنا گھر سمجھ کر یہیں قیام کرے گی۔

"تاک منزل" (اسکول کے چھوٹے بچوں کا دارالاقامہ) کے طلبا ایک دن قطب صاحب گئے اور وہاں کھیل کود اور سیر و تفریح میں سارا دن گزارا کھانا وغیرہ بھی وہیں پکا کر کھایا۔

شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ابھی تک اپنے بھوپال اور حیدرآباد کے دورے سے واپس تشریف نہیں لائے ہیں۔ آپ کے ایک خط سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بھوپال میں بحمداللہ بہت اچھی کامیابی ہوئی ہے اور حیدرآباد میں اس سے زیادہ کی توقع ہے۔ اسی وجہ سے ابھی آپ رُکے ہوئے ہیں۔ تفصیلی حالات موصوف نے خود لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔

جناب حامد علی خانصاحب، منیجر مکتبہ جامعہ اپنی والدہ صاحبہ اور پھوپھی صاحبہ کی علالت میں بھوپال تشریف لے گئے ہیں جہاں آپ کے بعض اعزہ آپ کے بڑے بھائی کے ہمراہ رہتے تھے۔ ہمیں نہایت افسوس اور رنج ہے کہ حامد صاحب کی پھوپھی کا انتقال ہو گیا جو آپ کے لئے بمنزلہ والدہ کے تھیں۔ ہم سب اہل جامعہ آپ کے اس غم میں تہ دل سے شریک ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ صفحہ (۹)

لیکن جب سے ریلوں۔ موٹروں۔ ٹرامو ے وغیرہ کا رواج ہوا اور جہاز رانی ایجاد ہوئی اسوقت سے بہت سی سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ اور تاجر ایک جگہ سے دوسری جگہ مال بآسانی لیجاتے ہیں۔

جہاز رانی کے لئے ساحل کا شکستہ ہونا بیحد ضروری ہے ورنہ جہاز بندرگاہ کے اندر نہیں آسکتے۔ چنانچہ بمبئی کا ساحل قدرتاً شکستہ ہے اور مدراس کا شکستہ نہیں ہے اس لئے وہاں مصنوعی بندرگاہ بنایا گیا ہے۔ یورپ میں جزائر برطانیہ کا ساحل نہایت ہی شکستہ ہے جسکی وجہ سے وہاں کثرت سے جہاز بندرگاہ کے اندر چلے آتے ہیں اور بآسانی مال خشکی میں اُتار لیا جاتا ہے۔

جن ممالک میں یہ تمام باتیں یکجا ہونگی وہاں کی آبادی بھی کثرت سے ہوگی اور ساتھ ہی ساتھ تمدن اور تہذیب میں دن رات ترقی ہوتی جائیگی۔ چنانچہ یورپ اس معاملہ میں بہت نہایت ہی خوش قسمت ہے جسکی وجہ سے وہاں آئے دن ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اور آجکل دنیا میں یورپ مہذب خطہ مانا جاتا ہے۔

مفید کتب

مولفہ مولوی محمد نصیر الدین ہاشمی صاحب منشی فاضل

دکن میں اُردو جنوبی ہند میں اردو کی ابتدائی تاریخ قطب شاہی عادل شاہی اور آصف جاہی دوران میں اردو زبان و نثر کی حالت اور شعرائے دکن کا تذکرہ معہ نمونۂ کلام ضخامت ۴۴۰ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ چکنا بار دوم قیمت دو روپیہ (عہ)

مرتبہ جناب احمد عارف صاحب حیدر آبادی ہندوستان

خیابانِ اُردو کے ممتاز اردو انشا پردازوں اور نامی گرامی شعراء کے نظم و نثر کا بہترین انتخاب جو مدارس کے تعلیمی نصاب کے لئے نہایت موزوں ہے ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد سادہ عہ

مصنفہ مولوی ابوالحسنات سید غلام محی الدین قادری زور

روح تنقید ایم اے، فن تنقید کے متعلق اردو زبان میں پہلی کتاب ہے جس میں ماضی و حال کے علمائے یورپ کی تنقیدی اصول بیان کئے گئے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں مثنوی سحر البیان پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے ضخامت ۳۰۰ سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ بار دوم قیمت عہ

مصنفہ زور صاحب۔ یہ روح تنقید کا

تنقیدی مقالات دوسرا حصہ ہے جس میں مصنف نے روح تنقید کے پیش کردہ اصولوں کی روشنی میں انگریزی، فارسی، اور اردو زبانوں کے مشہور اہل قلم کی قلم کاریوں پر تنقید کرکے اصولوں کا استعمال دکھایا ہے اور نیز بعض مشہور اردو انشاپردازوں کے طرز تحریر پر تبصرہ کرنیکے خاص بیان کئے گئے ہیں ضخامت ۵۰۰ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن $\frac{20 \times 30}{16}$ لکھائی چھپائی وغیرہ عمدہ مجلد سادہ قیمت عہ

مصنفہ زور صاحب نثر نگاری کی ابتدائی

اردو کے اسالیب بیان کیفیت۔ ابتدا سے لیکر آجتک کے نثر نگاروں کے طرز تحریر و انداز بیان کا تذکرہ خاص طرز تحریر کے اردو انشا پردازوں کے اسالیب بیان پر تبصرہ ضخامت ۴۰۰ صفحے سائز پاکٹ اڈیشن۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ قیمت مجلد سادہ ؏

مصنفہ زور صاحب

سلطان محمود غزنوی کی بزم ادب سلطان محمود غزنوی سے پہلے اور بعد کے علم و ادب کے حالات سلطان محمود غزنوی کے علمی ادبی کارنامے ترتیب کتاب میں پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران سے استفادہ کیا گیا ہے ضخامت ۱۲۰ صفحے کاغذ چکنا لکھائی چھپائی عمدہ پاکٹ اڈیشن۔ قیمت ۱۲؍

مصنفہ مولوی محمد عبدالقادر سروری ایم اے ایل ایل

دنیائے افسانہ بی، افسانہ نگاری کی ابتدائی تاریخ اور افسانہ نویسی کے اصول و مبادیات یہ اردو زبان میں اپنے مضمون کی پہلی کتاب ہے ضخامت ۱۰۲ صفحات۔ سائز پاکٹ اڈیشن۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی بہترین قیمت ؏

مولفہ مولوی حسن الدین صاحب بی اے ایل ایل

مبادی فلسفہ بی، ڈاکٹر اے، ایس راپورٹ پی ایچ ڈی کی پرائمری فلاسفی کا ملخص با محاورہ ترجمہ ضخامت ۱۳۶ صفحات۔ سائز پاکٹ اڈیشن کاغذ چکنا، لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۱۲؍

مشہور و معروف انگریزی ناول ایسٹ لین کا دلکش سلیس

جور فلک اردو ترجمہ از پروفیسر انعام اللہ خاں علیگڑھ۔ تین حصوں مجموعی تعداد صفحات ۱۲۶۶ نفیس طباعت اور قیمت صرف عہ

ملنے کا پتہ

منیجر مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قرول باغ، دہلی

لیجئے صاحبان پھر ہماری سالانہ رعائیت کے دن آ گئے

کارخانہ

ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ

دی پنجاب چیمبر آف سپورٹس شہر سیالکوٹ پنجاب کی بارھویں سالگرہ کی خوشی میں عظیم الشان

رعائیت کی باد نسیم کا بارھواں سالانہ جھونکا

ایک روپیہ (عہ) کا مال صرف بارہ آنے میں

ساتھ ہی سامان کھیل کے عمدہ ۔ مضبوط ۔ خوبصورت ۔ دیرپا ۔ نفیس اور ارزاں ہونے کی گارنٹی

رعایت کے صرف دو ماہ نومبر اور دسمبر ۱۹۲۹ء



ممتاز ناظرین ۔ حسب دستور سابق ہم نے اپنی بارھویں سالگرہ کی خوشی میں آپ صاحبان کو شامل کرنے کے لئے اپنے تیار کردہ [illegible] سامان کھیل مثلاً کرکٹ ۔ فٹ بال ۔ والی بال ۔ باسکٹ بال ۔ ہاکی ۔ ٹینس ۔ بیڈمنٹن اور جمناسٹک وغیرہ جملہ سامان کھیل کی قیمتوں میں حیرت انگیز رعایت کر دی یعنی میعاد مندرجہ صدر کے اندر اندر ایک روپیہ کا مال بارہ آنہ میں دینا منظور کر لیا ہے ۔ علاوہ اس کے سامان کے نیا تازہ اور مضبوط ہونے کی گارنٹی لینے ذمہ واری +

ہمارا سامان کھیل عرصہ بارہ سال سے مستقل طور پر ہندوستان بھر کے اسکولوں کالجوں اور کلبوں میں بکثرت خریدا جاتا ہے جس کی عمدگی اور ارزانی قیمت کی وجہ سے بیشمار سرٹیفکیٹ ملنے کے علاوہ ہزارہا مستقل خریدار بن چکے ہیں ۔ جو اصحاب ایک مرتبہ بھی ہم سے معاملہ کر چکے ہیں ۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ دروغ گوئی ہمارا شیوہ نہیں ۔ اسلئے ہم اپنے تیار کردہ سامان کھیل کی نسبت تمام تعریفی الفاظ کو نظر انداز کر کے صرف اتنا لکھنا کافی خیال کرتے ہیں ۔ کہ ملک نے یکزبان ہو کر اس بات کو تسلیم کر لیا ہے ۔ کہ ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ کے سامان کھیل سے عمدہ اور بارعایت سامان کھیل کسی دوسری جگہ سے ملنا ناممکن ہے اور پھر آج کل جب کہ ہم مفت کے برابر لٹا رہے ہیں ۔ اسلئے ہمارے پرانے گاہکوں اور دیگر نئے اصحاب کو ہمارے اس رعایتی اعلان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے +

ذیل میں فہرست سامان کھیل درج ہے جس پر سالگرہ کی خوشی میں ۴؍ فی روپیہ کی رعائیت دی جاوے گی حسب ضرورت طلب کریں

فہرست سامان ہاکی

دی منارک ۳ ربڑ سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر کانپوری چمڑا لپٹا ہوا نہایت خوبصورت اور مضبوط قیمت صرف ...... (ہ؎)

دی میجک ڈبل سپرنگ ہینڈل اوپر اتنا چمڑا سیا ہوا ۔ نہایت مضبوط اور خوبصورت قیمت فی ہاکی پانچ روپے ...... (ہ؎)

دی مارشل ڈبل سپرنگ ہینڈل ہاکی اوپر سن پروف رنگ کا ولایتی دھاگا لپٹا ہوا مضبوط اور خوبصورت قیمت ..... [illegible]

دی مارین سنگل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہینڈل ہاکی قیمت صرف ...... [illegible]

دی میجر آل کین ہینڈل اوپر سیاہ ولایتی دھاگا قیمت صرف ...... [illegible]

دی سپیشل پریکٹس ڈنڈا ہاکی اوپر چمڑا لپٹا ہوا قیمت صرف ...... [illegible]

چھوٹے بچوں کی ہاکیاں مارین قیمت [illegible] پریکٹس [illegible] ہاکی بال منارک [illegible] سپیشل پریکٹس قیمت ...... [illegible]

فہرست سامان کرکٹ

دی میجک تین ربڑ سپرنگ ہینڈل کرکٹ بیٹ اوپر اتنا مضبوط چمڑہ سیا ہوا نہایت مضبوط ۔ قیمت صرف ...... [illegible]

دی مارشل ڈبل سپرنگ لیدر بونڈ ہینڈل بیٹ قیمت صرف ...... [illegible]

دی میجر سنگل سپرنگ ٹوائین بونڈ ہینڈل بیٹ قیمت [illegible] + دی سپیشل پریکٹس آل کین ہینڈل روزانہ پریکٹس کے لئے قیمت ...... [illegible]

چھوٹے بچوں کے کرکٹ بیٹ [illegible] کرکٹ بال دی منارک [illegible] سپیشل پریکٹس [illegible] لیگ گارڈ چمڑہ کے [illegible] زین کے [illegible] فی جوڑہ ۔

بیٹنگ گلوز [illegible] وکٹ گلوز بڑھیا قیمت [illegible] قیمت چار روپے [illegible] فی جوڑہ

وکٹ دی مارشل بڑی قیمت پانچ روپے [illegible] چھوٹی [illegible] فی سٹ بمعہ بیلز +

ربڑ ہینڈل کور قیمت [illegible] سکورنگ بک [illegible] چھوٹے بال قیمت فی [illegible] +

فہرست سامان فٹ بال

دی منارک [illegible] ٹکڑہ کا درجہ اول نہایت مضبوط اور خوبصورت فٹ بال [illegible] ایک ٹکڑہ میں قیمت مکمل [illegible] قیمت ...... [illegible]

دی میجک تیرہ ٹکڑا [illegible] ایک ٹکڑا میں [illegible]

دی میجر سبز تندے والا سکولوں کے لئے [illegible]

دی میجر سادہ مگر نہایت مضبوط [illegible] ایک ٹکڑا میں قیمت صرف ...... [illegible]

دی سپیشل پریکٹس روزانہ پریکٹس کے لئے مضبوط فٹ بال قیمت ...... [illegible]

چھوٹے بچوں کے لئے میجک فٹ بال [illegible] بلیڈر سرخ تازہ مال [illegible] +

پچکاری بڑی قیمت [illegible] درمیانہ قیمت دو روپے [illegible] چھوٹی قیمت [illegible]

فٹ بال بوٹ ولایتی نمونہ قیمت [illegible] جرابیں فی جوڑہ قیمت [illegible] +

سلوشن [illegible] آنے ۔ سیٹی [illegible]

قواعد فٹ بال قیمت چھ آنے [illegible]

فہرست سامان والی بال

[illegible] والی بال گلدستہ رنگ برنگی ٹکڑوں کا نہایت خوبصورت اور مضبوط [illegible] ایک [illegible] میں مکمل [illegible] قیمت صرف ...... [illegible]

دی منارک والی بال گلدستہ قسم دوم مکمل [illegible] قیمت چھ روپے آٹھ آنے [illegible]

چھوٹے بچوں کے والی بال [illegible] مکمل [illegible] + فالتو بلیڈر برائے والی بال [illegible] ایک روپیہ آٹھ [illegible] +

دی [illegible] والی بال جال [illegible] قسم بمعہ سوتی ڈوری [illegible]

دی منارک [illegible]

[illegible] والی بال پولز فیروزی [illegible] والے ولایتی پالش شدہ [illegible] کے قیمت بارہ روپے [illegible]

کتاب قواعد والی بال اردو قیمت [illegible]

تار کا پتہ رجسٹرڈ [illegible]

Sialkot City

ملنے کا پتہ

جنرل مینیجر ملک اینڈ کمپنی رجسٹرڈ شہر سیالکوٹ

سامان بذریعہ وی پی پارسلوں کے ارسال ہوگا [illegible]